اللہ کے کرم سے فیضِ شہِ امم سے | Nepal Urdu Times | ہیں خوب تیرے چرچے نیپال اردو ٹائمز | nepalurdutimes | تیرے لیے دعا یہ رمضان کر رہا ہے | nepalurdutimes | Nepal Urdu Times | تا حشر یوں ہی چمکے نیپال اردو ٹائمز | www.nepalurdutimes.com

بانی ومہتمم :مفتی محمد رضا قادری نقشبندی مصباحی خلیفہ حضور شیخ العالم وسربراہ اعلیٰ علما کونسل نیپال بفیض روحانی : مجمع الفضائل والبرکات،مظہر کمالات امام ربانی حضور شیخ العالم مولانا شاہ احمد رضا نقشبندی دامت برکاتہم العالیہ قیادت :قائد ملت نیپال حضرت مولاناالحاج سید غلام حسین مظہری مرکزی صدر علما کونسل نیپال

Reg.No: 5310 -2082/2083

نیپال اردو ٹائمز
ہفت روزہ

Weekly The NEPAL URDU TIMES

شمارہ نمبر ۳
ISSUE(3)

20 /اگست 2026 مطابق 6 /ربیع الاول 1448ھ /4 گتے بھادو 2083

صفحات 15

چیف ایڈیٹر: عبدالجبار علیمی نظامی
weeklynepalurdutimes@gamil.com

جلد نمبر ۲
VOL:(2)

سرکاری دفاتر میں فارم بھرنے کے لیے ’مفت سہولت مراکز‘ قائم کرنے کا فیصلہ

احمد رضا ابن عبدالقادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
کاٹھمانڈو

حکومت نیپال نے عام شہریوں کو سرکاری خدمات کی فراہمی میں درپیش مشکلات کے خاتمے کے لیے ایک تاریخی اور انقلابی قدم اٹھایا ہے۔وزیراعظم ووزراء کونسل کے دفتر نے سرکاری دفاتر میں استعمال ہونے والے درخواست فارم کے نمونے اور اس کے نفاذ سے متعلق رہنما اصول،’۲۰۸۳‘ جاری کر دیا ہے۔نئے رہنما اصول کے تحت اب شہریوں کو سرکاری دفتر میں درخواست دینے یا فارم پر کرنے کے لیے کسی دلال، غیر مجاز شخص یا واسطے کا سہارا لینے اور اضافی رقم خرچ کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔حکومت نے سرکاری دفاتر کے اطراف میں پھیلی ہوئی دلالی پر مکمل پابندی عائد کرتے ہوئے ہر دفتر میں "مفت شہری سہولت مرکز" قائم کرنے کا حکم دیا ہے۔رہنما اصول ۲۰۸۳ کے مطابق اب ملک کے وفاقی، صوبائی اور مقامی سطح کے تمام سرکاری اداروں میں دلالی پر سخت پابندی ہوگی۔اصول میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ کسی بھی سرکاری دفتر کے اندر یا اس کے اطراف فیس لے کر یا بغیر فیس کے شہریوں کی درخواست تیار کرنے، فارم پر کرنے، مطلوبہ دستاویزات کا بندوبست کرنے یا سرکاری خدمت حاصل کرانے کے نام پر کام کرنے والے کسی بھی غیر مجاز شخص یا ادارے کی سرگرمی مکمل طور پر ممنوع ہوگی۔حکومت کا کہنا ہے کہ اس اقدام کا مقصد ان غیر مجاز درمیانی افراد کے نیٹ ورک کو توڑنا ہے جو برسوں سے سرکاری دفاتر کے باہر سرگرم تھے اور جن کی وجہ سے عام شہری معمولی سرکاری کام کے لیے بھی مجبوراً اضافی رقم ادا کرتے تھے۔نئے انتظام کی سب سے اہم

خصوصیت "شہری سہولت مرکز" کا قیام ہے۔رہنما اصول کے مطابق اگر کوئی شہری خود فارم پر نہ کرسکے یا اسے مطلوبہ دستاویزات اور طریقۂ کار سمجھنے میں دشواری پیش آئے تو ہر سرکاری دفتر میں لازمی طور پر یہ مرکز قائم کیا جائے گا۔اس مرکز میں تربیت یافتہ عملہ شہریوں کو درخواست لکھنے، فارم بھرنے اور مطلوبہ دستاویزات کے بارے میں مکمل مفت مدد فراہم کرے گا۔اس طرح اب ناخواندہ اور کم تعلیم یافتہ شہری بھی بغیر کسی واسطے کے اپنا کام کروا سکیں گے۔

حکومت نے سرکاری ملازمین کی ذمہ داری بھی متعین کر دی ہے۔رہنما اصول میں کہا گیا ہے کہ کسی مجاز ضرورت کے علاوہ کوئی بھی سرکاری ملازم شہری کو کسی مخصوص شخص، ادارے یا خدمت فراہم کرنے والے سے رابطہ کرنے یا اس کی خدمت حاصل کرنے کی سفارش، ہدایت یا پابند نہیں کر سکے گا۔خلاف ورزی کرنے والے ملازمین کے خلاف سخت محکمانہ کارروائی کی جائے گی۔اس کے علاوہ ہر سرکاری دفتر کو اپنے احاطے اور اس کے اطراف میں غیر مجاز واسطہ کاری کرنے والوں کی حوصلہ شکنی کے لیے ضروری انتظامی اور حفاظتی اقدامات کرنے ہوں گے۔اس کے ساتھ ہی آن لائن درخواست جمع کرانے کی سہولت بھی فراہم کی جائے گی۔حکومت نے تمام دفاتر کو ہدایت دی ہے کہ وہ اپنے درخواست فارم ویب سائٹ، کیو آر کوڈ اور الیکٹرانک فارم کی صورت میں بھی دستیاب کرائیں۔حکومت کا خیال ہے کہ اس نئے انتظام کے مؤثر نفاذ سے شہریوں کا وقت، محنت اور اخراجات نمایاں طور پر کم ہوں گے۔سرکاری خدمات کے حصول میں غیر ضروری جھنجھٹ اور کرپشن کا خاتمہ ہوگا۔

نیپالی فوج نے بھارتی فوج کے سربراہ جنرل دھیرج سیٹھ کو گارڈ آف آنر پیش کیا

احمد رضا ابن عبدالقادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
کاٹھمانڈو

بھارتی فوج کے چیف آف آرمی اسٹاف جنرل دھیرج سیٹھ نے آج نیپال کے اپنے سرکاری دورے کا باضابطہ آغاز کیا۔اتوار کی شام نیپال پہنچنے کے بعد پیر کو، انہوں نے سب سے پہلے سینک منچ کاٹھمنڈو کے شہید گیٹ پر پہنچ کر بہادر شہدا کو خراج عقیدت پیش کیا۔کے بعد نیپالی فوج کی طرف سے سینک منچ ٹنڈیکل میں بھارتی فوج کے چیف آف آرمی اسٹاف جنرل دھیرج سیٹھ کو گارڈ آف آنر دیا گیا۔اس دوران جنرل سیٹھ نے گارڈ آف آنر کا معائنہ کیا۔گارڈ آف آنر کے بعد، جنرل سیٹھ نیپالی فوج کے صدر دفتر پہنچے جہاں نیپالی فوج کے کمانڈر ان چیف جنرل اشوک راج سگدل نے ان کا رسمی استقبال کیا۔اس موقع پر نیپالی فوج کے سینئر اور اعلی افسران بھی موجود تھے۔جنرل سیٹھ اور نیپالی فوج کے کمانڈر ان چیف جنرل اشوک راج سگدل کے درمیان ملٹری ہیڈ کوارٹر جنگی اڈا میں باضابطہ دو طرفہ

ملاقات ہوئی۔ملاقات میں باہمی تعاون کے مختلف موضوعات پر تبادلہ خیال کیا گیا جس میں دونوں ممالک کے درمیان دیرینہ تاریخی اور روایتی فوجی تعلقات کو مزید مستحکم کرنا شامل ہے۔اس دوران نیپالی فوج کے ڈی جی ایم او نے بھارتی چیف آف آرمی اسٹاف کو نیپالی فوج کی طرف سے اب تک کیے گئے اہم کاموں اور سرگرمیوں کے بارے میں آگاہ کیا۔بھارتی فوج کے سربراہ جنرل دھیرج سیٹھ کے نیپال کے دورے کے دوران آج ایک اہم اعزازی تقریب بھی منعقد ہوگی۔نیپال کے صدر رام چندر پوڈیل آج سہ پہر جنرل دھیرج سیٹھ کو نیپالی فوج کی اعزازی مہاراتھی اعزازی جنرل رینک کا خطاب دیں گے۔بھارت اور نیپال کے درمیان فوجی تعلقات میں اس اعزاز کی ایک خاص روایت رہی ہے۔ دونوں فوجوں کے سربراہوں کو ایک دوسرے کی فوجوں میں اعزازی جنرل کا خطاب دینے کی روایت طویل عرصے سے دونوں ممالک کے درمیان موجود قریبی فوجی تعلقات کی علامت رہی ہے۔

ذمہ دارانہ اختلاف رائے جمہوریت کی کمزوری نہیں بلکہ اس کی مضبوطی کی علامت ہے: صدر پوڈیل

احمد رضا ابن عبدالقادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز

کاٹھمانڈو صدر رام چندر پوڈیل نے کہا ہے کہ حکمرانی پر مناسب، معقول اور صوابدیدی سوالات اٹھانا ہی جمہوریت کو زندہ اور متحرک رکھنے کی ضمانت ہے۔ انہوں نے بین الاقوامی یوم نوجوانان کے موقع پر کاٹھمانڈو میں منعقدہ مرکزی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے نوجوانوں کو ملک کی ترقی کا انجن اور جمہوریت کا محافظ قرار دیا۔صدر نے کہا کہ کوئی بھی نظام اس وقت تک مضبوط نہیں رہ سکتا جب تک اس پر سوال نہ اٹھیں۔نظام حکومت پر متوازن، معقول اور تعمیری سوالات اٹھانا ایک پھلتی پھولتی جمہوریت کی کلید ہے۔ اگر عوام اور میڈیا حکومت سے سوال کرنا چھوڑ دیں تو جوابدہی ختم ہو جاتی

ہے اور جمہوریت کمزور پڑ جاتی ہے۔انہوں نے کہا کہ جمہوریت صرف ووٹ ڈالنے کا نام نہیں بلکہ روزانہ کی بنیاد پر حکومت کے فیصلوں کا جائزہ لینے کا نام ہے۔بین الاقوامی یوم نوجوانان کے موضوع "نوجوان اور ترقی" پر بات کرتے ہوئے صدر نے نئی نسل کے کردار کو سراہا۔نوجوان صرف مستقبل کے معمار نہیں، وہ آج بھی معاشی، سماجی اور سیاسی تبدیلی کے محرک ہیں۔موجودہ نوجوان ٹیکنالوجی، سوشل میڈیا اور عالمی حالات سے مکمل آگاہ ہیں۔انہوں نے کہا: ملک کی ترقی میں نوجوانوں کی فعال شرکت کے بغیر کوئی بھی پالیسی کامیاب نہیں ہو سکتی۔صدر نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ نوجوانوں کو روزگار، ہنر اور قیادت کے مواقع فراہم کیے جائیں تاکہ وہ ملک کی تعمیر میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔صدر پوڈیل نے نوجوانوں کو خاص طور پر مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ آگاہی کے ساتھ جرات بھی ضروری ہے۔آپ ٹیکنالوجی اور دنیا کو سمجھتے ہیں۔اب ضرورت اس بات کی ہے کہ آپ میں نظام حکومت کی خامیوں پر جرات مندانہ اور صوابدیدی سوالات اٹھانے کا حوصلہ بھی ہو۔تنقید برائے تنقید نہیں، بلکہ حل کے ساتھ سوال کریں۔صدر نے اختلاف رائے کو جمہوریت کا حسن قرار دیا۔ذمہ دارانہ اختلاف رائے جمہوریت کی کمزوری نہیں بلکہ اس کی سب سے بڑی طاقت ہے۔یہی اختلاف رائے حکومت کو غلطیوں سے بچاتا ہے اور نظام کو مزید شفاف اور مستحکم بناتا ہے۔صحت مند جمہوریت میں ہر آواز، ہر رائے کی گنجائش ہونی چاہیے۔

یورپی یونین کی سفیر کی وزیر خارجہ ششیر خانل سے ملاقات، باہمی شراکت داری بڑھانے پر اتفاق

احمد رضا ابن عبدالقادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
کاٹھمانڈو

وزیر خارجہ ششیر خانال سے یورپی یونین کی سفیر ویرونیکا لوریزو نے ۱۸ اگست پیر کو وزارت خارجہ میں الوداعی ملاقات کی۔ملاقات میں دونوں جانب سے نیپال اور یورپی یونین کے مابین باہمی مفادات اور ترقیاتی شراکت داری کو مزید مستحکم بنانے پر اتفاق کیا گیا۔یہ ملاقات نیپال کی وزارت خارجہ کے دفتر میں ہوئی۔سفیر لوریزو اپنی تعیناتی کی مدت مکمل کر کے وطن واپس جا رہی ہیں۔دونوں رہنماؤں نے نیپال-یورپی یونین کے باہمی مفادات پر تفصیلی تبادلہ خیال کیا۔یورپی یونین کی جانب سے نیپال کو ترقیاتی امداد جاری رکھنے پر زور۔دو طرفہ تجارت بڑھانے کے مواقع پر بات۔جمہوریت، انسانی حقوق اور موسمیاتی تبدیلی کے شعبوں میں تعاون بڑھانے پر اتفاق۔وزیر خارجہ نے سفیر کی خدمات کو سراہتے ہوئے کہا: آپ نے اپنی تعیناتی کے دوران نیپال اور یورپی یونین کے تعلقات کو نئی بلندیوں تک پہنچایا۔ آپ کے دور میں دونوں جانب تعاون کے نئے دروازے کھلے۔نیپال آپ کی خدمات کا قدر دان ہے۔آپ کے مستقبل کے لیے نیک کے شعبوں میں تعاون بڑھانے پر اتفاق۔وزیر خارجہ نے سفیر کی خدمات کو خواہشات ہیں۔سفیر نے اپنی تعیناتی کے دوران وزارت خارجہ کے تعاون اور فعال کردار کی تعریف کی۔انہوں نے کہا نیپال کے ساتھ یورپی یونین کے تعلقات شراکت داری اور احترام پر مبنی ہیں۔مجھے امید ہے کہ یہ تعلقات آنے والے وقت میں مزید مضبوط ہوں گے۔ملاقات کے اختتام پر دونوں جانب سے ایک دوسرے کو یادگاری تحائف بھی پیش کیے گئے۔

وزیراعظم بالین شاہ اور وزراء کے درمیان کارکردگی کے معاہدوں پر دستخط

احمد رضا ابن عبدالقادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
کاٹھمانڈو

وزیراعظم بالیندر شاہ کی موجودگی میں وفاقی وزراء اور چیف سیکرٹری نے بدھ کو کارکردگی کے معاہدوں پر دستخط کر دیے ہیں۔ حکومت کا کہنا ہے کہ اس اقدام کا مقصد سرکاری کاموں میں شفافیت، جواب دہی اور نتائج پر مبنی حکمرانی کو فروغ دینا ہے۔وزیراعظم دفتر سنگھ دربار میں منعقدہ ایک خصوصی تقریب میں تمام وفاقی وزراء اور چیف سیکرٹری نے اپنے اپنے سالانہ کارکردگی معاہدے پر دستخط کیے۔ ان معاہدوں میں ہر وزارت کے لیے واضح اہداف، مقررہ ڈیڈ لائن اور قابلِ پیمائش اشارے طے کیے گئے ہیں۔وزیراعظم بالیندر شاہ نے اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے کہا: اب حکومت کاغذوں اور وعدوں پر نہیں بلکہ عملی نتائج پر چلے گی۔ہر وزیر اور سیکرٹری کو اپنے کیے ہوئے وعدوں کا عوام کو حساب دینا ہوگا۔کارکردگی کے معاہدے میں درج ذیل ۴ نکات کو بنیادی حیثیت دی گئی ہے:۱: ہر وزارت کو مالی سال کے آخر تک مکمل کرنے والے منصوبوں، پالیسیوں اور عوامی سروس کے اہداف دیے گئے ہیں۔۲: ہر تین ماہ بعد وزیراعظم دفتر تمام وزارتوں کی پیش رفت کا جائزہ لے گا۔ اگر کوئی وزارت ہدف سے پیچھے رہی تو اس سے وضاحت طلب کی جائے گی۔۳: مقررہ اہداف حاصل نہ کرنے والی وزارتوں اور اعلیٰ افسران سے وزیراعظم خود بازپرس کریں گے۔ اچھی کارکردگی دکھانے والوں کی حوصلہ افزائی کی جائے گی۔۴: شہریوں کو بروقت، آسان اور بدعنوانی سے پاک

سروس دینا، ڈیجیٹل گورننس کو فروغ دینا اور سرکاری اخراجات میں شفافیت لانا اس معاہدے کا اہم حصہ ہے۔
وزیراعظم بالیندر شاہ نے وزراء اور بیوروکریسی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: عوام نے اس حکومت کو تبدیلی اور بہتر حکومت کے لیے مینڈیٹ دیا ہے۔ اب بہانوں کی کوئی گنجائش نہیں۔کام بولے گا۔جو وزارت عوام کو بہتر سہولت دے گی اسے سراہا جائے گا اور جو ناکام ہوگی اس سے سخت پوچھ گچھ ہوگی۔چیف سیکرٹری نے وزیراعظم کو یقین دہانی کرائی کہ تمام سرکاری ملازمین ان اہداف کو حاصل کرنے کے لیے پوری لگن سے کام کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ اب سرکاری دفاتر میں کام کی نئی ثقافت متعارف کرائی جائے گی جس میں وقت کی پابندی اور فیصلوں میں تیزی کو ترجیح دی جائے گی۔

کھگراج بھٹہ سدورپشچم کے نئے وزیراعلیٰ مقرر، اسمبلی سے اعتماد کا ووٹ بھی حاصل کرلیا

احمد رضا ابن عبدالقادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
سدورپشچم

نیپالی کمیونسٹ پارٹی (این سی پی) کے پارلیمانی رہنما کھگراج بھٹہ کو سدورپشچم صوبے کا پانچواں وزیراعلیٰ مقرر کر دیا گیا ہے۔صوبائی چیف ناظر میاں نے آئین کی دفعہ ۱۶۸(۲) کے تحت ان کی تقرری کی۔کھگراج بھٹہ نے تقرری کے فوراً بعد صوبائی اسمبلی سے ۳۱ ووٹ حاصل کر کے بھاری اکثریت سے اعتماد کا ووٹ بھی جیت لیا۔سدورپشچم صوبے میں سابق وزیر اعلیٰ کمل بہادر شاہ کے استعفے کے بعد سیاسی بحران پیدا ہو گیا تھا۔ استعفے کے بعد نیپالی کمیونسٹ پارٹی کے پارلیمانی رہنما کھگراج

بھٹہ نے سی پی این-یو ایم ایل کی حمایت سے نئی حکومت بنانے کا دعویٰ پیش کیا۔دعویٰ جمع ہوتے ہی صوبائی چیف ناظر میاں نے آئینی شق کے تحت انہیں وزیر اعلیٰ نامزد کر دیا۔وزیر اعلیٰ بننے کے بعد کھگراج بھٹہ نے صوبائی اسمبلی میں اعتماد کا ووٹ لیا۔ انہوں نے ۳۱ ووٹ حاصل کر کے واضح اکثریت ثابت کی۔
اگرچہ سدورپاسچیم اسمبلی کی کل ۵۳ نشستیں ہیں، لیکن اس وقت کچھ معطلیوں اور خالی نشستوں کی وجہ سے اراکین کی تعداد کم ہے۔ تاہم حکومت بنانے اور اکثریت ثابت کرنے کے لیے درکار ۲۷ یا اس سے زائد ارکان کی حمایت کھگراج بھٹہ کے پاس موجود ہے۔
حلف اٹھانے کے بعد کھگراج بھٹہ نے کہا کہ ان کی ترجیح ترقی، گڈ گورننس اور عوامی فلاح ہوگی۔انہوں نے یقین دہانی کرائی کہ صوبے میں جاری ترقیاتی منصوبوں کو تیز کیا جائے گا اور شہریوں کو براہ راست ریلیف دیا جائے گا۔

Weekly The
NEPAL URDU TIMES
Reg.No: 5310 -2082/2083 - www.nepalurdutimes.com
ہفت روزہ
نیپال اردو ٹائمز

آرمی چیف جنرل سگدل اور بھارتی آرمی چیف جنرل دھیرج کے درمیان ملاقات، باہمی تعاون بڑھانے پر اتفاق

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
کاٹھمانڈو

نیپالی فوج کے سربراہ جنرل اشوک راج سگدل اور بھارتی آرمی چیف جنرل دھیرج سیٹھ کے درمیان سموار کو کاٹھمانڈو میں اہم دو طرفہ ملاقات ہوئی ہے۔ بھارتی فوج کے سربراہ اپنے ۴ روزہ سرکاری دورے پر نیپال پہنچے ہیں۔ آرمی ہیڈ کوارٹرز میں ہونے والی اس ملاقات میں دونوں فوجی سربراہان نے باہمی دلچسپی کے امور، دفاعی تعاون اور دونوں ممالک کے روایتی فوجی تعلقات کو مزید مضبوط بنانے پر تبادلہ خیال کیا۔ جنرل دھیرج سیٹھ نیپالی آرمی چیف جنرل اشوک راج سگدل کی سرکاری دعوت پر نیپال پہنچے۔ آرمی ہیڈ کوارٹرز پہنچنے پر انہیں "گارڈ آف آنر" پیش کیا گیا۔ اس کے بعد دونوں فوجی سربراہان نے بند کمرے میں تفصیلی ملاقات کی۔ ترجمان نیپالی فوج کے مطابق ملاقات میں درج ذیل امور پر بات چیت ہوئی:

سرحدی سلامتی، انسداد دہشت گردی، ڈیزاسٹر مینجمنٹ اور تربیتی پروگراموں میں تعاون بڑھانے پر اتفاق۔ دونوں ممالک کی فوجوں کے درمیان گورکھا بھرتی، باہمی فوجی اعزازات اور تاریخی تعلقات کو مزید مستحکم کرنے پر زور۔ مستقبل میں "سوریہ کیرن" جیسی مشترکہ فوجی مشقوں کا دائرہ بڑھانے اور نوجوان افسران کے تبادلے پر گفتگو۔ خطے میں امن، استحکام اور انسانی امداد کے شعبے میں مل کر کام کرنے پر اتفاق۔ جنرل سگدل نے کہا کہ نیپال اور بھارت کے فوجی تعلقات صدیوں پرانے ہیں۔ یہ تعلقات دونوں ممالک کی دوستی کی بنیاد ہیں۔ جنرل سیٹھ نے نیپالی فوج کے کردار کو سراہتے ہوئے کہا کہ بھارت نیپالی فوج کے ساتھ تعاون کو اپنی ترجیح سمجھتا ہے اور اسے مزید وسعت دی جائے گی۔

وزیر اعظم بالیندر شاہ کو ترکی کی باضابطہ دعوت

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
کاٹھمانڈو

وزیر اعظم بالیندر شاہ کو ترکی کی طرف سے باضابطہ دعوت نامہ موصول ہوا ہے۔ یہ دعوت دو طرفہ دورے کے لیے نہیں ہے بلکہ موسمیاتی تبدیلی پر اقوام متحدہ کی ۳۱ویں موسمیاتی کانفرنس میں شرکت کے لیے ہے۔ وزیر اعظم شاہ کو غیر ملکی دورے کے لیے موصول ہونے والی یہ دوسری باضابطہ دعوت ہے۔ اس سے قبل بھارتی وزیر اعظم نریندر مودی نے بھی انہیں بھارت آنے کی دعوت دی تھی۔ ہندوستان کی دعوت کے جواب میں نیپال کی وزارت خارجہ نے وزیر اعظم شاہ کی جانب سے آگاہ کیا ہے کہ وہ مناسب وقت پر ہندوستان کا دورہ کریں گے۔ تاہم نیپال نے ابھی تک ترک صدر کی دعوت کا جواب نہیں دیا ہے۔ ترکی اس سال ۹ نومبر سے ۲۰ نومبر تک اقوام متحدہ کی موسمیاتی کانفرنس کی میزبانی کر رہا ہے۔

سرحدی سلامتی، انسداد دہشت گردی، ڈیزاسٹر مینجمنٹ اور تربیتی پروگراموں میں تعاون بڑھانے پر اتفاق۔ دونوں ممالک کی فوجوں کے درمیان گورکھا بھرتی، باہمی فوجی اعزازات اور تاریخی تعلقات کو مزید مستحکم کرنے پر زور۔ مستقبل میں "سوریہ کیرن" جیسی مشترکہ فوجی مشقوں کا دائرہ بڑھانے اور نوجوان افسران کے تبادلے پر گفتگو۔ خطے میں امن، استحکام اور انسانی امداد

یہ بات وزارت خارجہ کے اقوام متحدہ ڈویژن کے پرنسپل جوائنٹ سکریٹری کرشنا پرساد ڈھکال نے قومی اسمبلی کی ترقیاتی اقتصادی امور اور گڈ گورننس کمیٹی کے اجلاس میں بتائی۔ ڈھکال نے کمیٹی کے اجلاس کو بتایا کہ ترکیئے کے صدر کی طرف سے موصول ہونے والا دعوت نامہ وزیر اعظم کے دفتر اور وزرا کی کونسل کو بھیج دیا گیا ہے۔ تاہم ابھی تک اس بارے میں کوئی فیصلہ نہیں ہوا ہے کہ وزیر اعظم کانفرنس میں شرکت کریں گے یا نہیں۔ وزیر اعظم شاہ ستمبر اکتوبر میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے ۸۱ویں اجلاس میں بھی شرکت نہیں کریں گے۔ ان کی جگہ وزیر خارجہ ششیر کھنال کو بھیجا جانا طے ہے۔ ترکیئے نے آب و ہوا کے خطرے سے دوچار پہاڑی ملک نیپال کو خصوصی اہمیت دیتے ہوئے دعوت دی ہے۔ نیپال بین الاقوامی فورمز پر اس مسئلے کو اٹھاتا رہا ہے، خاص طور پر پہاڑی ممالک میں جہاں آب و ہوا کی تبدیلی کی وجہ سے گلیشیر تیزی سے پگھل رہے ہیں۔

جین زی مومنٹ کا تنظیم نو کا اعلان، جعلی حکومت کے خلاف فیصلہ کن تحریک شروع کرنے کا عزم

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز

کاٹھمانڈو جنجی مومنٹ نے اپنی تنظیم نو کا باضابطہ اعلان کرتے ہوئے 'جعلی حکومت کے خلاف فیصلہ کن تحریک' شروع کرنے کے عزم کا اظہار کیا ہے۔ نوجوان کارکنان نے موجودہ نظام کو 'جعلی دور' قرار دیتے ہوئے اس کے خلاف منظم احتجاج کے لیے صف بندی کر لی ہے۔ جین زی یعنی جنریشن زیڈ کے مختلف نوجوان گروہوں اور کارکنان نے مشترکہ اجلاس کے بعد اعلان کیا کہ وہ دوبارہ متحد ہو کر ملک بھر میں فیصلہ کن تحریک چلائیں گے۔ رہنماؤں کا کہنا ہے کہ حکومت عوامی مطالبات کو نظر انداز کر رہی ہے اس لیے اب خاموشی اختیار نہیں کی جائے گی۔ نیپال میں جین زی مومنٹ کا آغاز گزشتہ برس ۲۰۲۵ میں ہوا تھا۔ اس وقت حکومت نے اچانک ۲۶ بڑے سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر پابندی عائد کر دی تھی۔ نوجوانوں نے اپنی ڈیجیٹل آزادی پر حملہ قرار دیا اور بدعنوانی، بیروزگاری اور اقربا پروری کے خلاف ملک گیر احتجاج شروع کر دیا۔ اس احتجاج کے نتیجے میں: سابقہ حکومت کو شدید دباؤ کا سامنا کرنا پڑا۔ ملک میں "عبوری حکومت" قائم ہوئی۔ سیاسی نظام میں بڑے پیمانے پر اصلاحات کا مطالبہ زور پکڑ گیا۔ ریاستی طاقت کے استعمال سے کئی ہلاکتیں ہوئیں اور سینکڑوں نوجوان گرفتار کیے گئے: تنظیم نو کے بعد رہنماؤں نے ۳ بنیادی مطالبات دہرائے: ۱: تحریک کے دوران گرفتار کیے گئے تمام نوجوانوں اور مظاہرین کو فوری اور غیر مشروط طور پر رہا کیا جائے۔ ۲: حکومت نیپال اور احتجاجی جماعتوں کے درمیان ماضی میں طے پانے والے ۱۰ نکاتی معاہدے پر مکمل عمل کیا جائے۔ ۳: ملک سے بدعنوانی کا خاتمہ کیا جائے اور نوجوانوں کو روزگار اور تعلیم کے یکساں مواقع فراہم کیے جائیں۔

جین زی مومنٹ کے رہنماؤں نے کہا کہ اگر ریاست نے ان کے آئینی اور جائز مطالبات کو پس پشت ڈالا تو وہ پورے ملک میں پرامن لیکن انتہائی سخت احتجاجی پروگراموں کا آغاز کر دیں گے

تین سابق وزرائے اعظم کے ذاتی سیکریٹریوں کے خلاف اثاثہ جات کی تحقیقات شروع۔

نیپال اردو ٹائمز
محمد رضوان احمد مصباحی

کاٹھمنڈو، ۲۰ اگست: نیپال کے اختیار درویوگ انوسندھان آیوگ (CIAA) نے سابق وزرائے اعظم کے پی شرما اولی، شیر بہادر دیوبا اور پشپ کمل دہال 'پرچنڈ' کے سابق ذاتی سیکریٹریوں کے خلاف مبینہ منی لانڈرنگ اور غیر معمولی مالی لین دین سے متعلق تحقیقات آگے بڑھا دی ہیں۔ آیوگ نے اولی کے سابق ذاتی سیکریٹری راجیش بجراچاریہ، شیر بہادر دیوبا کے سابق ذاتی سیکریٹری بھانو دیوبا اور پشپ کمل دہال کی بیٹی و سابق ذاتی سیکریٹری گنگا دہال کے مالی معاملات کی چھان بین شروع کی ہے۔ تحقیقاتی حکام کے مطابق تینوں افراد کے بینک کھاتوں، حصص، جائیداد، گاڑیوں، قرضوں، بیرونِ ملک سفر، خاندانی اثاثوں اور کمپنیوں میں سرمایہ کاری سمیت مختلف مالی تفصیلات جمع کی جا رہی ہیں۔ اس سلسلے میں نیپال راشٹر بینک، مالپوت دفاتر اور دیگر ۲۰ سے زائد سرکاری و متعلقہ اداروں کو تفصیلات فراہم کرنے کے لیے خطوط بھیجے گئے ہیں۔ آیوگ کے ایک اہلکار کے مطابق ابتدائی تحقیقات میں بعض ایسے بینکنگ لین دین سامنے آئے ہیں جنہیں معمول سے ہٹ کر سمجھا جا رہا ہے۔ اسی بنیاد پر تینوں افراد سے جلد ہی بیان لینے کی تیاری کی جا رہی ہے ذرائع کے مطابق شیر بہادر دیوبا کے سابق ذاتی سیکریٹری بھانو دیوبا سے ۱۳ صفحات پر مشتمل ایک تفصیلی فارم بھی پُر کروایا گیا ہے، جس میں ان کے بینک کھاتوں، حصص، جائیداد، گاڑیوں، قرضوں، بیرونِ ملک سفر اور خاندان کے افراد کے اثاثوں سمیت مختلف معلومات طلب کی گئی ہیں۔ پشپ کمل دہال کی بیٹی گنگا دہال کے مالی معاملات بھی تحقیقاتی افسران کی توجہ کا مرکز ہیں۔ گزشتہ سال بھادرو کے واقعات کے دوران دہال کے للت پور واقع گھر میں آتش زنی اور توڑ پھوڑ ہوئی تھی۔ تحقیقاتی حکام کے مطابق اس واقعے کے دوران گھر سے نقدی اور سونا لوٹے جانے کی اطلاعات سامنے آئی تھیں۔ تحقیقاتی ادارے کے مطابق بعض مقامات سے جلی ہوئی رقم کے ممکنہ آثار ملنے کے بعد راکھ کے نمونے لیبارٹری بھیجے گئے تھے۔ رپورٹ میں نقدی کے باقیات کی موجودگی کی نشاندہی ہونے کے بعد مزید تحقیقات کے لیے معاملہ اختیار آیوگ کو بھیجا گیا۔ تاہم پشپ کمل دہال نے اس معاملے میں غیر قانونی نقدی ملنے کی اطلاعات کی تردید کرتے ہوئے کہا تھا کہ ان کے خاندان کی آمدنی کا کوئی غیر قانونی ذریعہ نہیں ہے۔ آیوگ گنگا دہال کے شوہر جیون آچاریہ کے اثاثوں کی بھی چھان بین کر رہا ہے، جو کوشی صوبائی حکومت میں وزیر رہ چکے ہیں۔ راجیش بجراچاریہ کا نام پہلے بھی مختلف معاملات میں آیا: کے پی شرما اولی کے سابق ذاتی سیکریٹری راجیش بجراچاریہ کے خلاف بھی پہلے سے مختلف معاملات میں سوالات اٹھتے رہے ہیں۔ دربار مارگ کی سرکاری زمین کو یتی گروپ کو لیز پر دینے کے معاملے کی تحقیقات کے دوران ان کا نام سامنے آیا تھا۔ تحقیقاتی حکام کے مطابق بجراچاریہ نے یتی گروپ سے بالکوٹ میں تقریباً چار کروڑ روپے مالیت کی زمین حاصل کی تھی، جبکہ مالپوت دفتر میں اس لین دین کی رقم تقریباً ۹۶ لاکھ روپے ظاہر کی گئی تھی۔ آیوگ نے ان سے بھی ۱۳ صفحات پر مشتمل اثاثہ جات کا فارم پُر کروایا ہے۔ اسی طرح جعلی بھوٹانی پناہ گزین بنا کر نیپالی شہریوں کو امریکہ بھیجنے والے مبینہ گروہ کی تحقیقات میں بھی بجراچاریہ کا نام سامنے آیا تھا۔ اس معاملے میں گرفتار ایک ملزم نے ان پر ایک کروڑ روپے نقد رقم دینے کا الزام عائد کیا تھا، تاہم بجراچاریہ سے اس حوالے سے رابطہ نہیں ہو سکا۔ بھانو دیوبا نے تحقیقات سے لاعلمی ظاہر کی دوسری جانب شیر بہادر دیوبا کے سابق ذاتی سیکریٹری بھانو دیوبا نے کہا ہے کہ کسی بھی تحقیقاتی ادارے نے اب تک ان سے اس معاملے میں پوچھ گچھ نہیں کی۔ اسی طرح گنگا دہال نے بھی کہا کہ انہیں ابھی بیان کے لیے طلب نہیں کیا گیا، تاہم اگر ریاستی ادارے تحقیقات کرنا چاہتے ہیں تو انہیں جلد از جلد تحقیقات مکمل کرنی چاہییں۔ سیاسی قیادت کے اثاثے بھی زیرِ بحث: نیپال میں گزشتہ سال کے سیاسی احتجاج اور اس کے بعد پیدا ہونے والے حالات کے تناظر میں سابق اعلیٰ سیاسی عہدیداروں کے اثاثوں کی شفافیت کا معاملہ ایک مرتبہ پھر اہم بحث بن گیا ہے۔ بالندر شاہ کی قیادت والی حکومت نے ۲۰۰۶-۰۷ کی سیاسی تبدیلی کے بعد سرکاری عہدوں پر فائز رہنے والے افراد کے اثاثوں کی چھان بین کے لیے سابق سپریم کورٹ جج راجندر کمار بھنڈاری کی سربراہی میں ایک کمیشن بھی تشکیل دیا تھا۔ تقریباً ۱۰ ہزار افراد نے اپنی جائیداد اور اثاثوں کی تفصیلات جمع کرائی تھیں، تاہم سپریم کورٹ کے حکم کے بعد اس عمل کو روک دیا گیا۔

یہ تحقیقات محض تین افراد کے مالی معاملات تک محدود نہیں سمجھی جانی چاہییں۔ اگر ریاست واقعی بدعنوانی اور غیر شفاف مالی لین دین کے خلاف سنجیدہ ہے تو تحقیقات سیاسی وابستگی سے بالاتر، شواہد پر مبنی اور مکمل شفافیت کے ساتھ ہونی چاہییں۔ کسی شخص کے خلاف الزام کو جرم ثابت ہونے سے پہلے حتمی حقیقت قرار دینا بھی درست نہیں۔ اصل اہمیت اس بات کی ہے کہ تحقیقاتی ادارے ثبوت سامنے لائیں، متعلقہ افراد کو صفائی کا مکمل موقع دیں اور اگر غیر قانونی اثاثے یا آمدنی ثابت ہو تو قانون کے مطابق کارروائی کریں۔

باڑا میں ۳ سالہ معصوم بچی زیادتی کے بعد قتل، وین ڈرائیور اور معاون گرفتار

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
مدھیش پردیش

باڑا کے جیت پور سمرا نگر پالیکا-ابھکتی نگر میں ۳ سالہ معصوم بچی گریما چودھری سے مبینہ زیادتی کے بعد قتل کا دل دہلا دینے والا واقعہ پیش آیا ہے۔ پولیس نے واقعے میں ملوث ہونے کے الزام میں میجک گاڑی کے ڈرائیور اور معاون کو گرفتار کر لیا ہے۔ ضلع پولیس دفتر بارا کے مطابق متاثرہ بچی گریما چودھری جیت پور سمرا-۱ دس دھوری کی رہائشی من متی چودھری کی بیٹی تھی۔ بچی ۱۶ اگست سے لاپتا تھی۔ تلاش کے دوران ۱۸ اگست کو مقامی شخص ویر بہادر روکا کے ایک منزلہ خالی مکان سے بچی کی لاش برآمد ہوئی۔

پولیس نے فوری تحقیقات کے بعد ۲ افراد کو گرفتار کیا: ۱: سمن تھاپا۔ عمر ۱۶ سال، میجک گاڑی کا معاون، رہائشی جیت پور سمرا ۲: پروگریس چودھری- عمر ۲۴ سال، میجک گاڑی کا ڈرائیور، پولیس کی ابتدائی تفتیش کے مطابق سمن تھاپا نے چاکلیٹ کا لالچ دے کر بچی کو بہلایا پھسلایا اور اسے سنسان مقام پر لے گیا۔ وہیں مبینہ زیادتی کے بعد بچی کو قتل کر دیا گیا۔ ڈی ایس پی نریندر کنور کے مطابق دونوں ملزمان کے خلاف زیادتی اور قتل کا مقدمہ درج کیا گیا ہے۔ ضلع عدالت بارا نے مزید تفتیش کے لیے دونوں کو ۴ روزہ عدالتی مہلت دے کر پولیس کی تحویل میں رکھنے کی اجازت دی ہے۔ واقعے کے بعد جیت پور سمرا میں شدید غم و غصہ ہے۔ شہریوں نے مظاہرے کر کے معصوم بچی کے لیے انصاف اور ملزمان کو سخت سزا دینے کا مطالبہ کیا۔

تین سالہ گریما کا معاملہ ایوان نمائندگان میں بھی اٹھا۔ باڑا کے رکن پارلیمان رہبر انصاری نے اجلاس میں اسپیکر کے توسط سے وزیر داخلہ کی توجہ مبذول کرائی۔ انہوں نے کہا پولیس کی مبینہ غفلت کے باعث یہ واقعہ پیش آیا۔ حکومت واقعے کی شفاف تحقیقات کرے، ذمہ داروں کو سخت سزا دے اور بچوں کے تحفظ کے لیے مؤثر اقدامات کرے

نیپال میں قدرتی آفات کا قہر، چار دن میں جاجرکوٹ اضلاع میں ۲۱ افراد ہلاک

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
جاجرکوٹ

نیپال میں قدرتی آفات کے باعث گزشتہ چار دنوں کے دوران رولپا اور جاجرکوٹ اضلاع میں مجموعی طور پر ۲۱ افراد ہلاک ہو گئے۔ مسلسل بارش کے بعد مختلف علاقوں میں ہونے والی لینڈ سلائیڈنگ کے نتیجے میں ایک شخص اب بھی لاپتہ ہے، جبکہ ۱۱ افراد کے زخمی ہونے کی بھی اطلاع ہے۔ یہ معلومات قومی ڈیزاسٹر مینجمنٹ اتھارٹی نے دی ہے۔ اتھارٹی کے مطابق مسلسل بارش کے بعد رولپا ضلع کی تھواڑ، سنچھہری اور لنگری نگر پالیکاؤں میں شدید لینڈ سلائیڈنگ کے واقعات پیش آئے۔ ان حادثات میں اب تک ۱۷ افراد ہلاک ہو چکے ہیں۔ صرف تھواڑ میں ہونے والی لینڈ سلائیڈنگ میں ۱۲ افراد کی جان چلی گئی۔ ایک شخص لاپتہ ہے، جبکہ دو افراد شدید زخمی ہوئے ہیں۔ اسی طرح سنچھہری میں چار اور لنگری میں ایک شخص ہلاک ہوا ہے۔ اس کے علاوہ جاجرکوٹ ضلع کی بھری میونسپلٹی میں ہونے والی لینڈ سلائیڈنگ میں مزید چار افراد ہلاک ہوئے ہیں۔ اتھارٹی کی ترجمان شانتی مہت نے بتایا کہ امدادی اور راحتی کارروائیوں کے لیے مقامی اداروں، ریڈ کراس اور سکیورٹی اہلکاروں کو بھی تعینات کیا گیا ہے۔ لینڈ سلائیڈنگ کے واقعات کا جائزہ لینے کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی ہے۔ یہ کمیٹی بھری میونسپلٹی اور باجورا کی تریوینی میونسپلٹی میں ہونے والی لینڈ سلائیڈنگ کا بھی جغرافیائی و ارضیاتی مطالعہ کرے گی۔ اتھارٹی نے کمیٹی کو آئندہ تین دن کے اندر متاثرہ مقامات پر پہنچنے کی ہدایت دی ہے۔ اتھارٹی نے کہا کہ ہمالیائی اور پہاڑی علاقوں کے متعدد مقامات پر مسلسل بارش کے باعث زمین کمزور اور دلدلی ہو گئی ہے، جس سے لینڈ سلائیڈنگ کے واقعات اور خطرات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اس کے علاوہ دیگر علاقوں میں سیلاب اچانک آنے والے سیلاب ملبے کے بہاؤ اور آبی جماؤ جیسی قدرتی آفات کا خطرہ بھی برقرار ہے۔ اتھارٹی نے مانسون کے دوران لوگوں سے اضافی احتیاط برتنے کی اپیل کی ہے

ایل پی جی کی سپلائی کو معمول پر لانے کا مطالبہ، کاٹھمانڈو میں طلباء کا احتجاج

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی نمائندہ نیپال اردو ٹائمز

کاٹھمانڈو ایل پی جی گیس کی سپلائی کو معمول پر لانے کا مطالبہ کرتے ہوئے طلبا نے منگل کو کاٹھمانڈو میں مظاہرہ کیا- طویل مدت سے جاری گیس کی قلت کے باعث طلبا کو مشکلات کا سامنا ہے۔ نیپال اسٹوڈنٹس یونین نے کاٹھمنڈو میں تری چندر کیمپس کے سامنے احتجاج کیا۔ مظاہرین نے الزام لگایا کہ حکومتی پالیسیوں کی وجہ سے گیس کی قلت پیدا ہوئی ہے اور مطالبہ کیا کہ گیس کی فروخت اور تقسیم میں فوری نرمی کی جائے۔ احتجاج میں شریک طلبا نے گیس کے خالی سلنڈر اٹھا رکھے تھے اور نعرے بازی کی۔ طلبا رہنماوں نے کہا کہ کاٹھمندو میں پڑھنے والے طلبا اور معاشی طور پر کمزور طبقوں سے تعلق رکھنے والے افراد کو گیس کی قلت ہوٹلوں میں جا کر کھانا کھانے اور گاڑیوں کا کرایہ ادا کرنے سے بھی قاصر رہنے جیسے سنگین مسائل کا سامنا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پہلے ڈیلرز کے ذریعے گیس کی ہموار طریقے سے تقسیم ہوتی تھی لیکن حکومت کی جانب سے اپنی سطح پر گیس کی تقسیم کی کوشش کے بعد شدید قلت لمبی قطاریں اور عوام کو بہت سے مسائل کا سامنا ہے

Published By: Ulama Foundation Nepal, Bhairahwa, Rupandehi Lumbini Pradesh Nepal, Reg: 372860
Email:- weeklynepalurdutimes@gmail.com, Web site: www.nepalurdutimes.com, Contact:- +9779701714929, +977 9817619786, +9779821442810

ایران میں معیشت کی تباہی کے بعد عوامی تحریک کے احیاء کا اندیشہ

تہران:(ایجنسیاں) ایرانی قیادت کو معاشی حالات کی ابتر ہوتی صورتحال کے پس منظر میں بڑھتے ہوئے دباؤ کا سامنا ہے۔ امریکی صدر ڈونالڈ ٹرمپ کی طرف سے جن نئی امریکی پابندیوں کا اشارہ دیا گیا ہے، خدشہ ہیکہ وہ اس بحران کو مزید گہرا کردیں گی اور ایران کے استحکام کیلئے خطرہ بننے والی ایک نئی احتجاجی لہر کو بھڑکا دیں گی۔ ٹرمپ نے جمعہ کو ایران کے خلاف "ایک سخت معاشی ضرب" لگانے کا عزم ظاہر کیا ہے۔ یہ اعلان امریکی وزیر خزانہ اسکاٹ بیسنٹ کے اس بیان کے ایک دن بعد سامنے آیا جس میں انہوں نے کہا تھا کہ واشنگٹن آنے والے ہفتے کے دوران تہران کے خلاف "غیر معمولی" اقدامات کرے گا تاہم ابھی تک اس کی تفصیلات ظاہر نہیں کی گئیں۔ رائٹرز نے تین ایرانی عہدیداروں کے حوالے سے بتایا ہیکہ قیادت کو اندرونی سطح پر بڑھتے ہوئے دباؤ کا سامنا ہے جو وسیع پیمانے پر بدامنی کی شکل اختیار کر سکتا ہے۔ حالانکہ حکام نے تقریباً چھ ماہ سے جاری جنگ کے دوران اپنی استقامت اور آبنائے ہرمز کو عملی طور پر بند رکھنے کی صلاحیت پر زور دیا ہے۔ ان عہدیداروں میں دو سیاسی امور سے باخبر ذرائع اور ایک سابق عہدیدار شامل ہیں۔ انہوں نے کہا کہ مقتدر حلقوں میں تشویش صرف معیشت کی ابتر حالت تک محدود نہیں ہے بلکہ اس بات کا خطرہ بھی ہیکہ روزمرہ کے مصائب نئی عوامی بغاوت میں تبدیل ہو جائیں کیونکہ قوتِ خرید کم ہو چکی ہے، قیمتیں آسمان کو چھو رہی ہیں اور اقتصادی سرگرمیوں کے وسیع شعبے شدید متاثر ہوئے ہیں۔ ایران پہلے ہی بلند شرحِ گرانی، کرنسی کی قدر میں کمی، توانائی کی قلت، معاشی پابندیوں اور ساختی خرابیوں کا شکار ہوتے ہوئے جنگ میں داخل ہوا تھا۔ جنگ کے جاری رہنے کے ساتھ ہی ملک پر مزید بوجھ بڑھ گئے ہیں جن میں انفراسٹرکچر کو پہنچنے والے نقصانات، تجارت میں تعطل، پیداوار میں کمی اور بحالی کی بلند لاگت شامل ہیں۔ امریکی حملوں کی وجہ سے کارخانوں، بجلی گھروں، نقل و حمل کے نیٹ ورکس اور دیگر اہم تنصیبات کو نقصان پہنچا ہے جس سے ایک ایسی معیشت پر دباؤ مزید بڑھ گیا ہے جو پہلے ہی متواتر بحرانوں کی لپیٹ میں تھی۔ تعمیراتی شعبہ ان تباہ کاریوں کے اثرات کی عکاسی کرتا ہے۔ اصفہان سے تعلق رکھنے والے ایک سیول انجینئر اور دو بچوں کے باپ آرشیا نے تصدیق کی کہ تعمیراتی منصوبے بڑی حد تک معطل یا ملتوی ہو چکے ہیں جبکہ لاگت میں اضافہ اور روزگار کے مواقع میں کمی واقع ہوئی ہے۔ آرشیا نے کہا کہ "میں پریشان ہوں۔ اگر ٹرمپ مزید پابندیاں عائد کرتے ہیں تو عام لوگ کیسے زندہ رہیں گے؟ میں نہیں چاہتا کہ میرے ملک کو عسکری یا معاشی سزا دی جائے۔ ہم پہلے ہی مشکلات کا سامنا کر رہے ہیں"۔ بندر عباس میں ۵۳ سالہ محسن کو خلیجی ممالک کے ساتھ اپنی چھوٹی درآمدی و برآمدی کمپنی بند کرنے پر مجبور ہونا پڑا اور وہ اپنے دس ملازمین کو تنخواہیں دینے کے قابل نہ رہنے پر انہیں فارغ کرنے پر مجبور ہو گئے۔ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق معاشی بحران کا دائرہ وسیع ہو چکا ہے۔ جولائی کے دوران ایران میں سالانہ مہنگائی کی شرح ۶۶ فیصد تک پہنچ گئی جبکہ سالانہ بنیادوں پر صارفین کی قیمتوں میں ۸۷ء۹ فیصد اضافہ ہوا اور اشیائے خوروخ و نوش کی مہنگائی ۱۲۸ فیصد پر جا پہنچی۔

غزہ میں اسرائیلی ڈرون حملہ، حماس کے پانچ افراد جاں بحق

غزہ:(ایجنسیاں) غزہ شہر کی بندرگاہ کے قریب اسرائیلی ڈرون حملے میں کم از کم پانچ افراد جاں بحق ہوگئے۔ اسرائیلی فوج نے دعویٰ کیا ہے کہ حملے میں حماس کے متعدد اہم ارکان کو اس وقت نشانہ بنایا گیا جب وہ شمالی غزہ کے علاقے الشاطئ میں ایک اجلاس میں شریک تھے۔ العربیہ کے نامہ نگار کے مطابق حملے کے نتیجے میں کم از کم پانچ افراد کی ہلاکت کی تصدیق ہوئی ہے، تاہم اسرائیلی فوج نے نشانہ بنائے گئے افراد کے نام یا ان کی ہلاکتوں کی مکمل تفصیلات جاری نہیں کیں۔ اسرائیلی فوج نے اپنے بیان میں کہا کہ جن افراد کو نشانہ بنایا گیا وہ غزہ میں موجود اسرائیلی فوجیوں کے خلاف کارروائیوں کی منصوبہ بندی کر رہے تھے۔ فوج کے مطابق یہ حملہ اسرائیلی فورسز کو لاحق فوری خطرے کو ختم کرنے کے لیے کیا گیا۔ اسرائیلی فوج نے کہا کہ جنوبی کمانڈ سے وابستہ اس کی فورسز جنگ بندی یا طے شدہ انتظامات کے مطابق علاقے میں تعینات ہیں، تاہم اسرائیلی فوجیوں کے لیے کسی بھی فوری خطرے کی صورت میں کارروائی جاری رکھی جائے گی۔ حملے کے بعد اسرائیلی وزیر دفاع یسرائیل کاٹز نے بھی کہا کہ اسرائیل غزہ میں ان تمام سرگرمیوں کے خلاف کارروائی جاری رکھے گا جنہیں وہ اپنی سلامتی کے لیے خطرہ سمجھتا ہے۔ کاٹز کے مطابق اسرائیلی حکومت کی پالیسی میں حماس کے ارکان کو نشانہ بنانا، اسرائیلی فوجیوں کو لاحق خطرات کا خاتمہ اور ۷ اکتوبر کے حملوں میں ملوث افراد کا تعاقب شامل ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسرائیلی فوج اپنے اہلکاروں کے تحفظ اور جنوبی اسرائیل کی آبادی کے لیے سلامتی یقینی بنانے کے لیے غزہ میں کارروائیاں جاری رکھے گی۔ غزہ میں یہ حملہ ایسے وقت میں ہوا ہے جب علاقے میں جنگ بندی اور امن منصوبے پر عمل درآمد کو لے کر صورتحال انتہائی نازک ہے۔ امن منصوبے کے اگلے مرحلے، سیکورٹی انتظامات اور حماس کے ہتھیاروں کے مستقبل سمیت کئی اہم معاملات پر فریقین کے درمیان اختلافات برقرار ہیں۔ حالیہ حملہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ زمینی سطح پر کشیدگی مکمل طور پر ختم نہیں ہوئی، جبکہ جنگ بندی کے باوجود اسرائیل اور حماس کے درمیان ایک دوسرے پر حملوں اور خلاف ورزیوں کے الزامات کا سلسلہ جاری ہے۔ اسرائیل کا کہنا ہے کہ وہ اپنی فوج اور شہریوں کو لاحق خطرات کے خلاف کارروائی کا حق محفوظ رکھتا ہے، جبکہ غزہ میں کسی بھی نئی فوجی کارروائی سے امن عمل کے مستقبل اور جنگ بندی کے استحکام پر خدشات مزید بڑھ سکتے ہیں۔

امریکہ کے مایہ ناز بحری بیڑے پر امریکی فوجی خودکشی کیوں کرنا چاہتے ہیں

نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
سید ظہیر احمد فنا

یو ایس ایس ابراہم لنکن کا معاملہ:
امریکی فوج سے متعلق رپورٹ کرنے والے اداروں کے مطابق یو ایس ایس ابراہم لنکن (CVN-72) نامی جنگی جہاز پر تعینات چند سیلرز (ملاحوں) نے مبینہ طور پر سمندر میں چھلانگ لگا کر خودکشی کی کوشش کی۔
چند عملے کے اراکین نے جہاز پر موجود عملے کی ذہنی صحت کے بارے میں شدید تحفظات کا اظہار کیا ہے، جبکہ امریکی وزیر دفاع پینٹاگون نے اس نوعیت کی خبروں کو مکمل طور پر حقائق کے برعکس قرار دیتے ہوئے مسترد کر دیا ہے۔
جہاز پر مسائل اور دباؤ:
رپورٹ کے مطابق اس بحری جہاز پر تعینات ہزاروں امریکی فوجی عملے کو خوراک کی قلت، ذہنی صحت کے شدید مسائل، اور تنہائی کا سامنا ہے جس کی وجہ سے امریکی قانون سازوں نے بھی تشویش کا اظہار کیا ہے۔
جہاز پر موجود مشینوں کی مسلسل آواز، شور اور ارتعاش (vibration) کی وجہ سے عملے کو ذہنی سکون کا کوئی موقع نہیں ملتا۔
سیلرز کو بنیادی ضروریات کی کمی، پینے کے پانی کی آلودگی، اور ناقص کھانوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔
قانونی اور سیاسی ردعمل:
کانگریس کے اراکین نے اس صورتحال پر تشویش ظاہر کی ہے اور یو ایس ایس ابراہم لنکن کا دورہ کرنے کی اجازت طلب کی ہے۔
وائٹ ہاؤس اور ترجمان پینٹاگون نے اس بات پر زور دیا ہے کہ امریکی فوج کسی بھی خطرے سے نمٹنے کے لیے پوری طرح تیار ہے۔

ٹرمپ کا امریکہ۔ جنوبی کوریا کی فوجی مشقوں میں 'بڑی کمی' کا اعلان۔

نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
سید ظہیر احمد فنا

اصل وجہ: امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے شمالی کوریا کے رہنما کم جونگ ان کے ساتھ اپنے اچھے تعلقات

اور ایران کو جوہری ہتھیاروں سے پاک کرنے کی امریکی کوششوں میں شامل ہونے سے جنوبی کوریا کے انکار کا حوالہ دیتے ہوئے یہ اعلان کیا۔
فوجی مشقیں: یہ اعلان امریکہ اور جنوبی کوریا کی سالانہ فوجی مشقوں کے آغاز سے چند گھنٹے قبل سامنے آیا، تاہم جنوبی کوریا نے کہا ہے کہ مشقیں شیڈول کے مطابق جاری رہیں گی

ڈاکٹروں نے ایک شخص کے مثانے سے ۳ کلو وزنی پتھری نکال لی

کولمبو:(ایجنسیاں) سری لنکا میں ڈاکٹروں نے ایک شخص کے مثانے سے ۳ء۱ کلوگرام (۶ء۸ پونڈ) وزنی پتھری نکال لی ہے، جس کے بارے میں ان کا خیال ہے کہ یہ اپنی نوعیت کی اب تک ریکارڈ پر موجود سب سے بڑی پتھری ہے۔ یہ آپریشن گذشتہ ہفتے ملک کے مشرق میں واقع شہر ٹرنکومالی کے ایک ہسپتال میں کیا گیا۔
۵۵ سالہ مریض فالج کے بعد ہسپتال میں داخل ہوا تھا۔ تاہم علاج کے دوران ڈاکٹروں نے دیکھا کہ اسے پیشاب کرنے میں دشواری ہو رہی ہے، جس کے بعد انھیں اس کے مثانے میں پتھریوں کی موجودگی کا پتہ چلا۔
سرجری کے دوران ڈاکٹروں نے مثانے کی پتھری نکال دی۔ اس کا وزن حمل کی مکمل مدت کے بعد پیدا ہونے والے بچے کے برابر تھا اور اس کا حجم تقریباً شتر مرغ کے انڈے جتنا تھا۔
'امکان ہے یہ پتھری مریض کے مثانے میں پانچ سے ۱۰ برس سے موجود تھی'
سرجری کی سربراہی کرنے والے ڈاکٹر پر اہالاہان بالاکرشنن نے بی بی سی سنہالہ کو بتایا کہ 'دستیاب ریکارڈ کے مطابق یہ اب تک دستاویزی شکل میں درج اور سرجری کے ذریعے نکالی جانے والی سب سے بڑی مثانے کی پتھری ہے۔' انھوں نے مزید کہا کہ مریض کی صحت 'بہت بہتر' ہے۔
ڈاکٹروں کے مطابق مریض اب بھی ہسپتال میں ہے اور دیگر طبی پیچیدگیوں کے لیے ان کا علاج جاری ہے۔
ڈاکٹر بالاکرشنن نے مزید بتایا کہ امکان ہے کہ یہ پتھری مریض کے مثانے میں پانچ سے ۱۰ برس سے موجود تھی۔ مثانے میں پتھری کیسے بنتی ہے؟
مثانے کی پتھری اس وقت بنتی ہے جب پیشاب میں موجود معدنیات اکٹھی ہو کر جم جاتی ہیں اور ٹھوس گانٹھوں کی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔
یہ عموماً اس وقت بنتی ہیں جب مثانہ مکمل طور پر خالی نہیں ہو پاتا، جس کے نتیجے میں پیشاب گاڑھا ہو جاتا ہے اور اس میں موجود معدنیات جم کر پتھری کی شکل اختیار کر سکتی ہیں۔ ریت کے ذروں جتنی چھوٹی مثانے کی پتھریاں خود بخود خارج ہو سکتی ہیں۔ لیکن ایک سینٹی میٹر سے بڑی پتھریاں اکثر پیشاب کے بہاؤ میں رکاوٹ بنتی ہیں اور طبی مداخلت کی ضرورت پیش آتی ہے۔
چار سینٹی میٹر سے بڑی مثانے کی پتھری کو دیوہیکل پتھری تصور کیا جاتا ہے۔
گنیز ورلڈ ریکارڈز کے مطابق مثانے کی سب سے بڑی پتھری ۲۰۰۳ میں برازیل میں ایک مریض سے نکالی گئی تھی۔
اس کا وزن ۹ء۱ کلوگرام (۲ء۴ پونڈ) تھا اور اس کی لمبائی ۹ء۱۷ سینٹی میٹر (سات انچ) تھی۔
گذشتہ ہفتے سری لنکا میں نکالی جانے والی مثانے کی پتھری کی لمبائی تقریباً ۱۷ سینٹی میٹر تھی۔
سری لنکا میں ڈاکٹروں نے ایک شخص کے مثانے سے ایک بڑے سائز کی پتھری نکال لی ہے جس کا وزن ایک نومولود بچے کے برابر ہے۔

حوثی باغیوں نے سعودی عرب کی جیزان ریفائنری کو ڈرون سے بنایا نشانہ

صنعاء/ریاض:(ایجنسیاں) یمن کے ایران نواز حوثی باغیوں نے سعودی عرب کے جنوبی بحیرۂ احمر کے ساحل پر واقع جیزان میں سعودی آرامکو کی تیل ریفائنری کو ڈرون سے نشانہ بنانے کا دعویٰ کیا ہے۔ حوثی میڈیا کے مطابق یہ حملہ یمن کے صعدہ اور حجہ صوبوں میں فضائی حدود کی مبینہ خلاف ورزی کے جواب میں کیا گیا۔ حوثی خبر رساں ایجنسی 'سبا' نے ایک فوجی ذرائع کے حوالے سے بتایا کہ گروپ نے "کئی ڈرونز" کے ذریعے جیزان میں واقع آرامکو ریفائنری کو نشانہ بنایا۔ تاہم، حملے سے ہونے والے نقصان یا کسی کے جانی نقصان کی فی الحال کوئی اطلاع نہیں ہے۔ یہ حملہ ایسے وقت میں ہوا ہے جب حوثیوں نے سعودی عرب کے خلاف اپنے حملے تیز کرنے کے ساتھ ساتھ بحری ناکہ بندی کا بھی اعلان کیا ہے۔ سعودی عرب طویل عرصے سے یمن کی بین الاقوامی سطح پر تسلیم شدہ حکومت کی حمایت کرتا رہا ہے اور ماضی میں حوثی ٹھکانوں کے خلاف فوجی مہم بھی چلا چکا ہے۔
حوثیوں نے حالیہ دنوں میں سعودی تیل بردار جہازوں (آئل ٹینکرز) اور یمنی سرکاری افواج کو بھی نشانہ بنایا ہے۔ یہ گروپ اس سے قبل بھی سعودی عرب کی تیل کی تنصیبات اور ہوائی اڈوں پر متعدد حملے کر چکا ہے۔ اقوامِ متحدہ کے سکریٹری جنرل انٹونیو گوٹیریس کے ترجمان نے ان حملوں کی خبروں پر "گہری تشویش" کا اظہار کیا۔ انہوں نے کہا کہ اس نوعیت کے حملوں سے یمن وسیع تر علاقائی تنازعہ میں مزید الجھ سکتا ہے۔ اقوامِ متحدہ نے خبردار کیا کہ خطے میں پہلے سے جاری کشیدگی کے دوران ایسے حملوں سے علاقائی تجارت اور توانائی کی فراہمی متاثر ہونے کا خطرہ بڑھ سکتا ہے۔ قابلِ ذکر ہے کہ حوثی باغیوں نے گزشتہ ماہ ایران کے ایک طیارے کے یمن کے دارالحکومت صنعاء میں اترنے کا بھی خیر مقدم کیا تھا۔ اس کے بعد سے خطے میں ایک دوسرے کے خلاف حملوں کا سلسلہ تیز ہو گیا ہے

دوطرفہ تعلقات مستحکم کرنے سعودی۔ سوڈان رابطہ کونسل کا قیام

ریاض:(ایجنسیاں) سعودی وزیر خارجہ شہزادہ فیصل بن فرحان اور سوڈانی ہم منصب محی الدین ابراہیم نے پیر کے روز دوطرفہ رابطہ کونسل کے قیام کے سلسلے میں دستخط کیے ہیں۔ وزیر خارجہ فیصل بن فرحان نے اس سلسلے میں کہا رابطہ کونسل کا قیام ہماری ان کوششوں کا حصہ ہے جو دونوں ملک باہمی تعلقات اور تعاون کو گہرا کرنے کیلئے کر رہے ہیں۔ یہ رابطہ کونسل ایک اداراتی

پلیٹ فارم کے طور پر ان تعلقات کو مزید مضبوط کرے گی۔ سعودی وزارت خارجہ نے اس میں اضافہ کرتے ہوئے کہا ہیکہ رابطہ کونسل ایک اداراتی فریم ورک پیش کرے گی۔ جو دونوں ملکوں کے مختلف شعبوں اور فورمز کو باہم قریب لائے گی تاکہ نظر آنے والے نتائج سامنے آسکیں۔ رابطہ کونسل مختلف منصوبوں اور مقاصد میں تعاون بڑھانے کا باعث بنے گی اور قیادت کی خواہش کے مطابق تعلقات کو مضبوط تر کرنے کا کام کرے گی۔ اس سے پہلے دونوں ملکوں کے وزرائے خارجہ نے ایک اجلاس کی مشترکہ طور پر صدارت کی۔ جس میں سیاسی مشاورتی کمیٹی کی چیزوں کا فالو اپ کیا گیا۔ سوڈان اور سعودی عرب کے تعلقات کو فروغ دینے کیلئے مختلف امور کا جائزہ لیا گیا۔ نیز علاقائی سطح پر ہونے والے واقعات اور پیشرفت پر بھی تبادلہ خیال کیا گیا۔ فریقین نے تعلقات کو مضبوط تر کرنے اور تعاون بڑھانے پر اتفاق کیا۔

کردستان ریجنل گورنمنٹ کے وزیر اعظم کے دفتر پر حملہ

بغداد:(ایجنسیاں) شمالی عراق میں کردستان ریجنل گورنمنٹ کے وزیر اعظم کے دفتر کو ۲ ڈرونز نے نشانہ بنایا۔ کردستان ریجن سیکوریٹی کونسل کے مطابق حملے میں کسی جانی نقصان کی اطلاع نہیں ملی، ڈرون حملہ ایرانی حدود سے کیا گیا۔ وزیر اعظم کردستان ریجن مسرور بارزانی نے کہا کہ غیر ذمہ دارانہ اور ناقابلِ قبول حملوں کی مذمت کرتا ہوں، ایسے حملے خطہ کی سلامتی و استحکام کے لیے براہ راست خطرہ ہیں۔ مسرور بارزانی کا کہنا ہے کہ میرے دفتر اور ریجن کی سیکوریٹی و انٹیلی جنس ایجنسی کے سربراہ کی رہائشگاہ کو بھی نشانہ بنایا گیا۔

خطے کا سکیورٹی نظام تبدیل ہوتے دیکھ رہے ہیں: باقر قالیباف

تہران:(ایجنسیاں) ایرانی پارلیمنٹ کے سپیکر محمد باقر قالیباف نے کہا ہے کہ '۴۰ روزہ جنگ کے بعد ہم خطے کا سکیورٹی نظام تبدیل ہوتے دیکھ رہے ہیں' ایرانی مسلح افواج کے چیف آف سٹاف علی عبداللہی نے خلیجی ممالک کو امریکہ کے ساتھ فوجی تعاون کے حوالے سے خبردار کیا ہے
ایرانی وزارتِ خارجہ کے ترجمان اسماعیل بقائی نے متحدہ عرب امارات کے اس دعوے کو مسترد کر دیا ہے کہ ایران نے ان کے ملک پر میزائل داغے ہیں
متحدہ عرب امارات کا کہنا ہے کہ اس نے ایران کے ساتھ تمام تجارتی اور مالیاتی لین دین کو اگلے نوٹس تک معطل کر دیا ہے

Published By: Ulama Foundation Nepal, Bhairahwa, Rupandehi Lumbini Pradesh Nepal, Reg: 372860
Email:- weeklynepalurdutimes@gmail.com, Web site: www.nepalurdutimes.com, Contact:- +91 8795979383, +977 9817619786, +9779821442810

ہفت روزہ
نیپال اردو ٹائمز

Weekly The
NEPAL URDU TIMES
Reg.No: 5310 -2082/2083 - www.nepalurdutimes.com

ہفت روزہ
نیپال اردو ٹائمز

۱۵۰۱ویں سالانہ جلوسِ محمدی کے موقع پر عظیم الشان یک روزہ انقلابی مشاورتی مجلس

پریس ریلیز
نیپال اردو ٹائمز

آج مورخہ ٦ ربیع النور ۱۴۴۸ھ بمطابق ۲۰ اگست ۲۰۲٦ء بروز جمعرات، ۱۵۰۱ویں سالانہ جلوسِ محمدی کے انعقاد کے سلسلے میں ایک اہم مشاورتی اجلاس مرچیا کی جامع مسجد کے صحن میں منعقد ہوا۔

اس بابرکت اجلاس میں مرچیا، مضافات اور قرب و جوار کے ائمہ کرام، صاحبِ اثر و رسوخ شخصیات، اور مساجد و مدارس کے ذمہ داران (صدور و سکرٹریز) نے بڑی تعداد میں شرکت فرمائی۔ تمام شرکاء نے اپنے قیمتی وقت کا التزام کرتے ہوئے عمدہ مشوروں سے نوازا اور میٹنگ کو کامیاب بنانے میں کلیدی کردار ادا کیا۔

خصوصی طور پر اس مشاورتی میٹنگ کے نظم و نسق اور انتظام و انصرام میں ہمدردِ قوم و ملت، خطیبِ اہل سنت، حضرت مولانا عبد القیوم صاحب قبلہ (نائب صدر علماء کونسل نیپال) نے مرکزی اور محوری کردار ادا کیا۔ حضرت موصوف نے ملک کے موجودہ نازک حالات کے پیشِ نظر امسال کے جلوس کو پرامن اور باہدف بنانے کے لیے چند ضروری نکات اور ہدایات پر تبادلۂ خیال کی خاطر قوم کے باشعور اور درد مند حضرات کو مدعو فرمایا تھا، جس پر سبھی نے یک زبان ہو کر لبیک کہا اور اجلاس میں شرکت کی۔

اس مشاورتی مجلس میں چند نہایت اہم اور ضروری امور پر تفصیلی گفتگو ہوئی، جن پر سختی اور پابندی کے ساتھ عمل کرنے کی اپیل کی گئی:

اول: جلوسِ محمدی انتہائی سادگی، ادب اور احترام کے ساتھ نکالا جائے، اور ڈی جے یا ہر قسم کے باجوں سے مکمل طور پر پرہیز کیا جائے۔

دوم: جلوس کی نظم و ضبط کو برقرار رکھنے کے لیے کم سن بچوں اور لڑکیوں کو اس میں قطعاً شریک نہ کیا جائے۔

سوم: اس عظیم الشان موقع پر پیغمبرِ آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی جانب سے انسانیت کی خدمت کے جذبے کے تحت "بلڈ ڈونیشن (عطیۂ خون)" کیمپ کا انعقاد کیا جائے۔ تمام صحت مند حضرات اپنے نبی اکرم ﷺ کی محبت میں عطیۂ خون پیش کریں، تاکہ مسلمانوں کے خلاف پھیلائی جانے والی منفی پروپیگنڈوں اور بیانیے کا کافور کیا جاسکے، نیز پورے ملک میں امن و محبت کا ایک مثبت پیغام جائے اور مسلمانوں کی حب الوطنی کا عملی و حکمت عملی کی سطح پر ثبوت پیش کیا جاسکے۔ اس تمام تر پروگرام کو علماء کونسل نیپال کی سرپرستی اور ماتحتی میں انجام دینے پر تمام شرکاء نے متفقہ طور پر اتفاقِ رائے کا اظہار کیا۔

تمام علمائے کرام اور بیدار مغز ذمہ داران سے پرخلوص گزارش ہے کہ وہ اپنے اپنے علاقوں میں بھی اسی نہج اور طرزِ عمل کو اپناتے ہوئے "بلڈ ڈونیشن" کے پروگراموں کا انعقاد کریں اور ملک و ملت کی فلاح کے لیے مثبت اقدامات اٹھائیں۔

بارگاہِ رب العزت میں دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ تمام شریکِ اجلاس علمائے کرام کو اجرِ عظیم سے نوازے۔ اللھم آمین

اسماء علمائے کرام و شرکائے اجلاس:
سرپرستِ اجلاس: خطیبِ اہل سنت حضرت مولانا عبد القیوم اویسی صاحب قبلہ
حضرت مولانا اختر حسین مصباحی (امام، مہیشپور)
حضرت مولانا نصیر الدین (امام، مہیشپور)
حضرت مولانا احمد رضا (مہیشپور)
حضرت مولانا رکن الدین (امام، مرچیا)
حضرت مولانا علی حسن (مہیشپور)
حضرت مولانا محمد علی اکبر (امام، پھولبریا)
حضرت مولانا عبد الوکیل (اورنگ)
حضرت مولانا رحمت اللہ قادری امام و خطیب: پریاگپور، سرہا (نیپال)
و دیگر باشعور ذمہ داران مساجد و مدارس

رپورٹر:
ابو ارشد مصباحی، مہوتری

تمام عالم اسلام کو ماہ ربیع النور مبارک ہو

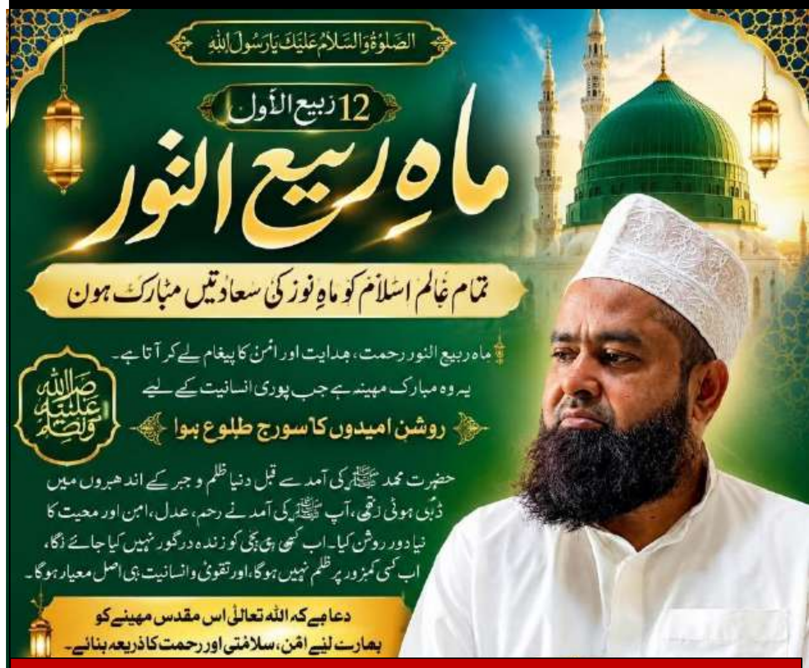

حاجی مجیب الرحمن نظامی نواسہ بانی مدارس و مکاتب کثیرہ حاجی امراؤ شاہ رحمۃ اللہ علیہ

تمام عالم اسلام کو ماہ نور کی سعادتیں مبارک ہو
ہر سال جیسے ہی ماہ نور کا چاند طلوع ہوتا ہے پوری دنیا میں پیغمبر امن و سلام کے ماننے والے عشاق کی خوشیوں کی انتہا نہیں رہتی اور اپنے محسن و مربی کی آمد کا چرچہ شروع کرتے ہیں یقینا ماہ ربیع النور ہم سب کے لیے عیدوں کی عید ہے

ماہ ربیع الاول کا پیغام امن و سلامتی ہے پیغمبر اسلام ﷺ کی آمد سے قبل جس طرح سے دنیا ظلم و جبر کے پنجے میں جکڑی ہوئی تھی اس کا اندازہ ایسے ہی لگایا جاسکتا ہے کہ ہر طرف طاقت کا زور تھا لوگوں کے حالات جانوروں جیسے تھے، بچیوں کو زندہ درگور کیا جارہا تھا، باپ بیٹے کا امتیاز نہ تھا، پڑوسیوں کے حقوق پامال کئے جارہے تھے، زمانہ جاہلیت میں ظلم کا ایسا ننگا ناچ بھی دنیا نے دیکھا جب بیٹا ماں سے شادی کرتا اور تو اور مکہ کی پاک زمین پر بتوں کی پوجا کی جارہی تھی۔

لیکن جیسے بارہ ربیع النور کے صبح صادق کو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی گود میں مصطفیٰ کریم ﷺ کی آمد ہوئی منادی نے اعلان کردیا کہ ظلم و جبر کی جگہ اب رحم و کرم کا بادل برسنے والا ہے اللہ نے اپنا آخری پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اس خاک دان گیتی پر جلوہ گر فرمایا ہے، اب کسی بچی کو دفن نہیں کیا جائے گا، اب کسی باپ کو ستایا نہیں جائے گا، اب طاقت کا زور نہیں بلکہ تقویٰ کا زور چلے گے۔

پیغمبر امن سلام کی آمد سے پوری دنیا میں انقلاب برپا ہوا، پیغمبر اسلام ﷺ فقط قوم مسلم کے لیے نہیں آئے تھے بلکہ آپ کی آمد تو سارے جہان کے لیے رحمت بن کر آئی ہے، اللہ نے اپنے پیارے نبی کو اس دنیا میں بھیج کر جو انسانیت پر احسان عظیم کیا ہے ہم اسی احسان عظیم کی یاد میں ہر سال آمد مصطفیٰ ﷺ کے موقع پر خوشیاں مناتے ہیں اور ہم اپنے رب کا شکر ادا کرتے ہیں جس نے ہمیں امت محمدیہ میں پیدا فرمایا اور ہمیں ان کا امتی بنایا۔

اس مبارک مہینے کی آمد پر میں نواسہ حاجی امراؤ شاہ علیہ الرحمہ تمام عالم اسلام کو مبارک باد پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس مقدس ساعت کو ہمارے لیے امن و سکون کا دن بنائے، پوری دنیا میں امن و سلامتی پیدا فرمائے اور غزہ و فلسطین کے مسلمانوں کی غیب سے مدد فرمائے۔ آمین یارب العالمین

جلوس میلاد مصطفیٰ ﷺ کے آداب وہدایات اور منتظمین سے چند ضروری گزارشات *

مہراج گنج (محمد رمضان امجدی)
ماہ ربیع الاول اور جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے پیش نظر تنظیم المکاتب والمساجد ضلع مہراج گنج کے عہدے داران و ممبران کی ایک نشست جی ایم کار سروس سینٹر گبڑوا مہراج گنج میں منعقد ہوئی جس میں جشن عید میلاد منانے اور جلوس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم نکالنے کے لیے مختلف ہدایات جاری کیے گئے۔ اس موقع پر نوری دارالافتاء مہراج گنج کے صدر مفتی نے کہا کہ جلوسِ میلادِ مصطفیٰ ﷺ کا مقام تمام دنیوی جلوسوں سے ممتاز اور جداگانہ ہے۔ یہ محض کسی تقریب یا تفریح کا جلوس نہیں، بلکہ اس عظیم ہستی کی ولادتِ باسعادت کی خوشی اور محبت کا اظہار ہے جو سراپا رحمت، امن و سلامتی اور ہدایت بن کر دنیا میں تشریف لائے۔ اس لیے اس جلوس میں شریک ہر شخص کو چاہیے کہ اپنے قول و عمل سے اس کی عظمت، وقار اور پاکیزگی کو نمایاں کرے اور کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے میلادِ پاک کی خوشی اور اس مقدس اجتماع کی شان متاثر ہو۔ لہٰذا جلوس میں شرکت کرنے والے حضرات درج ذیل امور کا خصوصی خیال رکھیں:

(۱) غسل و طہارت کے بعد صاف ستھرے اور پاکیزہ کپڑے زیب تن کر کے جلوس میں شریک ہوں۔ حتی الامکان لباس اسلامی وضع کا ہو اور خوشبو وغیرہ کا بھی اہتمام کیا جائے۔ چوں کہ یہ حضورِ اکرم ﷺ کی ولادتِ باسعادت کی خوشی کا اجتماع ہے، اس لیے ظاہری صفائی کے ساتھ دل و باطن کی پاکیزگی کا بھی خیال رکھا جائے۔

(۲) جلوس کے دوران فضول، لغو، فحش اور دل آزاری والی باتوں سے مکمل اجتناب کریں۔ جب تک جلوس میں رہیں، اپنی زبان کو ذکرِ الٰہی، درود و سلام اور نعتِ پاک سے تر رکھنے کی کوشش کریں۔ کسی شخص سے جھگڑا، گالی گلوچ، طنز یا بدکلامی ہرگز نہ کریں۔

(۳) جلوس کے دوران حتی الامکان سڑک کے ایک ہی کنارے کو استعمال کیا جائے، تاکہ عام راہ گیروں اور دیگر گاڑیوں کی آمد و رفت میں رکاوٹ نہ ہو۔ خصوصاً ایمبولینس، فائر بریگیڈ، پولیس اور دیگر ہنگامی گاڑیوں کو فوراً راستہ دیا جائے۔ کسی شاہراہ، گلی یا چوراہے کو بلا ضرورت جام نہ کیا جائے۔ یاد رکھیں کہ دوسروں کو تکلیف پہنچانا میلادِ مصطفیٰ ﷺ کی روح کے خلاف ہے۔

(۴) نعرہ لگاتے وقت اچھل کود، شور و ہنگامہ، موٹر سائیکلوں کی خطرناک ڈرائیونگ یا کسی بھی غیر سنجیدہ حرکت سے مکمل پرہیز کریں۔ نعرۂ رسالت محبت و عقیدت کا اظہار ہے، اسے ادب، وقار اور احترام کے ساتھ بلند کیا جائے۔

(۵) ہر شریکِ جلوس اپنے گفتار و کردار سے یہ باور کرانے کی کوشش کرے کہ یہ پیغمبرِ امن و سلامتی، رحمتِ عالم ﷺ کی ولادتِ باسعادت کا جلوس ہے۔ کسی راہ گیر، دکاندار، ڈرائیور یا کسی بھی دوسرے شخص کو تکلیف نہ پہنچائیں۔ کسی کی چیز کو نقصان نہ پہنچائیں، راستے میں گندگی نہ پھیلائیں اور کسی کے ساتھ بدسلوکی نہ کریں۔

(٦) دورانِ جلوس پان، گٹکا، تمباکو، سگریٹ، بیڑی اور ہر قسم کی نشہ آور یا مضر اشیا سے اپنے منہ اور جسم کو پاک رکھیں۔ خاص طور پر جلوس جیسے مقدس اجتماع میں ایسی چیزوں کا استعمال اس کے وقار کے خلاف ہے۔

سے انسانیت کی خدمت کے جذبے کے تحت "بلڈ ڈونیشن (عطیۂ خون)" کیمپ کا انعقاد کیا جائے۔ تمام صحت مند حضرات اپنے نبی اکرم ﷺ کی محبت میں عطیۂ خون پیش کریں، تاکہ مسلمانوں کے خلاف پھیلائی جانے والی منفی پروپیگنڈوں اور بیانیے کا کافور کیا جاسکے، نیز پورے ملک میں امن و محبت کا ایک مثبت پیغام جائے اور مسلمانوں کی حب الوطنی کا عملی و حکمت عملی کی سطح پر ثبوت پیش کیا جاسکے۔ اس تمام تر پروگرام کو علماء کونسل نیپال کی سرپرستی اور ماتحتی میں انجام دینے پر تمام شرکاء نے متفقہ طور پر اتفاقِ رائے کا اظہار کیا۔
تمام علمائے کرام اور بیدار مغز ذمہ داران

(۷) شیرینی، کھانا یا دیگر تبرکات تقسیم کرتے وقت چھینا جھپٹی اور بدنظمی سے مکمل اجتناب کیا جائے۔ منتظمین بھی حتی الامکان منظم طریقے سے تقسیم کا انتظام کریں، تاکہ کسی کو تکلیف نہ ہو اور سڑک پر ٹریفک بھی متاثر نہ ہو۔ تبرک کو احترام سے لیا اور استعمال کیا جائے۔

(۸) جلوس کے دوران جہاں کسی ضرورت مند، غریب، مسکین، معذور یا پریشان حال شخص پر نظر پڑے، اس کی مدد کریں۔ صدقہ و خیرات، کھانا کھلانا اور ضرورت مندوں کی حاجت پوری کرنا بھی محبتِ رسول ﷺ کا حسین مظہر ہے۔

(۹) جلوس کے راستے میں کاغذ، پلاسٹک، پانی کی بوتلیں، کھانے کے لفافے یا دیگر اشیا نہ پھینکیں۔ جہاں تک ممکن ہو صفائی کا اہتمام کریں اور واپسی پر بھی راستہ صاف رکھنے میں تعاون کریں۔ پاکیزگی ایمان کا حصہ ہے اور رسولِ اکرم ﷺ نے صفائی اور دوسروں کو تکلیف سے بچانے کی تعلیم دی ہے۔

(۱۰) جلوس کی مصروفیت کی وجہ سے نماز ہرگز قضا نہ ہونے دیں۔ اگر دورانِ جلوس نماز کا وقت ہوجائے تو نماز کی ادائیگی کا مناسب انتظام کیا جائے۔ میلادِ مصطفیٰ ﷺ کی خوشی کا سب سے خوب صورت اظہار یہی ہے کہ ہم حضور ﷺ کی تعلیمات پر عمل کرنے والے بنیں۔

(۱۱) جلوس میں بچوں، بزرگوں اور کمزور افراد کو ہجوم میں بے احتیاطی سے نہ آنے دیں۔ والدین اپنے بچوں کی نگرانی کریں اور منتظمین بھی ہجوم کو منظم رکھنے کا اہتمام کریں، تاکہ کسی کو حادثے یا تکلیف کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

(۱۲) جلوس کے انتظامات میں متعلقہ انتظامیہ اور منتظمین کی ہدایات پر عمل کریں۔ ٹریفک کے نظم، راستوں کی پابندی اور دیگر ضروری انتظامات میں تعاون کریں۔ کسی انتظامی اہل کار سے بدتمیزی یا مزاحمت نہ کریں۔

(۱۳) اس اجتماع میں اپنی نمود و نمائش، مقابلہ بازی، غیر ضروری اخراجات یا ایسی حرکات سے بچیں جن کا مقصد صرف دوسروں پر برتری جتانا ہو۔ اصل مقصد محبتِ رسول ﷺ، اظہارِ تشکر، ذکر و درود اور سیرتِ طیبہ کے پیغام کو عام کرنا ہے۔

تمام شرکائے جلوس یہ عہد کریں کہ وہ اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ولادتِ باسعادت کی خوشی میں نکلنے والے اس مقدس جلوس کو محبت، ادب، نظم و ضبط، پاکیزگی اور امن و سلامتی کا نمونہ بنائیں گے۔ ہماری ہر حرکت سے یہ پیغام ظاہر ہونا چاہیے کہ ہم اس نبیِ رحمت ﷺ کے امتی ہیں جنہوں نے انسانیت کو محبت، اخوت، رحم، عفو، امن اور حسنِ اخلاق کا درس دیا ہے۔

جلوسِ کے منتظمین کے لیے ضروری ہدایات

جلوسِ میلادِ مصطفیٰ ﷺ ایک دینی و ایمانی اجتماع ہے، اس لیے اس کے انتظام و انصرام کی ذمہ داری بھی بڑی اہم ہے۔ منتظمین کی ذمہ داری صرف جلوس کو چلانا نہیں، بلکہ اس کے ادب، وقار، نظم، امن اور شرعی حدود کی حفاظت بھی ہے۔ چند اہم گزارشات پیشِ خدمت ہیں:

(۱) جلوس کو تہذیب، شائستگی، سادگی اور وقار کے ساتھ نکالنے کا اہتمام کریں۔ غیر ضروری نمائش، فضول خرچی اور ایسی سرگرمیوں سے اجتناب کریں جو جلوس کے دینی مقصد اور وقار کے خلاف ہوں۔

(۲) بہت بھاری ساؤنڈ سسٹم، ڈی جے اور غیر ضروری صوتی آلات استعمال نہ کیے جائیں جلوس کی اصل زینت بلند آواز نہیں، بلکہ بلند کردار ہے؛ اور محبتِ رسول ﷺ کا سب سے خوب صورت ثبوت یہ ہے کہ ہمارے عمل سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔

(۳) آواز اتنی رکھی جائے کہ لوگوں کے لیے باعثِ اذیت نہ بنے۔ مقامی قوانین اور انتظامیہ کی مقرر کردہ صوتی حدود کی بھی پابندی کی جائے۔

(۴) لاؤڈ اسپیکر پر نعتِ پاک، درود و سلام، ذکر، دینی کلام اور بامعنی و مہذب اشعار ہی پیش کریں، میوزک سے بالکل اجتناب کریں۔

(۵) علما و مشائخ کو جلوس میں پیش پیش رکھیں ان کی ہدایت اور نگرانی ہی میں کام کریں۔

یاد رکھیں! جلوس کی کامیابی صرف اس بات میں نہیں کہ اس میں کتنے لوگ شریک ہوئے، بلکہ اس میں ہے کہ وہ کتنے ادب، نظم، امن، پاکیزگی اور محبت کے ساتھ شریک ہوئے۔ ہماری کوشش ہونی چاہیے کہ جلوس گزرنے کے بعد لوگ یہ کہیں کہ یہ واقعی اس نبیِ رحمت ﷺ کے ماننے والوں کا جلوس تھا، جن کی تعلیمات میں انسانوں کو راحت پہنچانا اور تکلیف سے بچانا شامل ہے۔

* نیپال اردو ٹائمز: ایک کامیاب صحافتی سفر کی روشن مثال *

محمد علی شیر قادری نظامی سکونت: روضہ شریف، مہوتری نیپال

الحمدللہ! زندگی میں بعض کامیابیاں محض منزلوں کے حصول کا نام نہیں ہوتیں بلکہ وہ تاریخ کا عنوان، قوموں کے لیے حوصلے کا سرچشمہ اور آنے والی نسلوں کے لیے روشن مثال بن جاتی ہیں۔ نیپال اردو ٹائمز کا اپنے مسلسل اشاعتی سفر میں سوویں شمارے تک پہنچنا بھی ایسی ہی ایک درخشاں اور یادگار کامیابی ہے، جو اخلاص، استقامت، بصیرت، خدمت اور مسلسل جدوجہد کی حسین داستان سناتی ہے۔ آج کا یہ مبارک دن صرف ایک اخبار کی کامیابی کا دن نہیں بلکہ نیپال میں اردو زبان، دینی و عصری شعور، سماجی بیداری اور مثبت صحافت کی ایک عظیم کامیابی کا جشن ہے۔ صحافت اگر دیانت، امانت اور احساسِ ذمہ داری کے ساتھ انجام دی جائے تو وہ محض خبروں کی ترسیل نہیں رہتی بلکہ معاشروں کی تعمیر، قوموں کی فکری رہنمائی اور نسلوں کی اخلاقی تربیت کا مؤثر ذریعہ بن جاتی ہے۔ نیپال اردو ٹائمز نے اپنے آغاز ہی سے اسی اعلیٰ مقصد کو اپنا شعار بنایا۔ اس نے خبر کو ذمہ داری، قلم کو امانت اور صحافت کو خدمتِ خلق کا مقدس فریضہ سمجھتے ہوئے اپنے صفحات کو علم، حکمت، اعتدال اور خیر خواہی کی خوشبو سے معطر رکھا۔ نیپال کی سرزمین پر اس اخبار نے واقعی موسم بہار کی نرم و دل آویز ہوا کی مانند علم و ادب کے گلشن کو تازگی بخشی ہے۔ اس نے دینی پیغام کو حکمت کے ساتھ عام کیا، عصری شعور کو فروغ دیا، سماجی مسائل کو اجاگر کیا، ملی اتحاد کو مضبوط بنایا، اردو زبان و ادب کی شمع کو روشن رکھا اور ملکی و عالمی خبروں کو دیانت داری اور ذمہ داری کے ساتھ قارئین تک پہنچایا۔ اس کے صفحات ہمیشہ امید، محبت، اخوت، رواداری، اعتدال اور تعمیری فکر کے امین رہے ہیں، اور یہی وہ اوصاف ہیں جو کسی بھی صحافتی ادارے کو دوام عطا کرتے ہیں۔ آج کے برق رفتار دور میں، جب مطبوعہ صحافت کو بے شمار معاشی اور فنی چیلنجز درپیش ہیں، کسی ہفت روزہ اخبار کا پابندیِ وقت، اعلیٰ معیار اور مسلسل استقامت کے ساتھ سو شمارے مکمل کرنا معمولی کارنامہ نہیں بلکہ یہ اس حقیقت کا روشن ثبوت ہے کہ جس ادارے کی بنیاد اخلاص پر رکھی جائے، جس کے کارکن خدمت کو اپنا سرمایہ سمجھیں اور جس کے قارئین اس کا سرمایۂ افتخار بن جائیں، وہاں کامیابی خود راستہ تلاش کر لیتی ہے۔ علامہ اقبال نے کیا خوب فرمایا ہے: نہیں ہے ناامید اقبال اپنی کشتِ ویراں سے ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی یہ شعر گویا نیپال اردو ٹائمز کے اس مبارک سفر کی بھی ترجمانی کرتا ہے، جس نے امید، محنت اور استقامت کے بیج بوئے اور آج سو خوش رنگ پھولوں کی صورت میں اپنی کامیابیوں کی خوشبو پورے معاشرے میں بکھیر دی۔ اس تاریخی کامیابی کے پس منظر میں صرف ایک فرد کی کوشش نہیں بلکہ ایک پورے قافلے کی خاموش قربانیاں، بے لوث خدمات اور مسلسل محنت شامل ہے۔ اس مبارک موقع پر نیپال اردو ٹائمز کے معزز بانی، مدیر، مجلسِ ادارت، کارکنان، قلم کاروں، معاونین، سرپرستوں، اشتہار دہندگان، ممبران اور خصوصاً ان وفادار قارئین کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں جنہوں نے ہر مشکل مرحلے پر اس ادارے کا ہاتھ تھاما، اس پر اعتماد کیا، اس کی حوصلہ افزائی کی اور اپنی دعاؤں، محبتوں اور تعاون سے اسے اس باوقار منزل تک پہنچایا۔ حقیقت یہی ہے کہ ادارے عمارتوں سے نہیں بلکہ مخلص انسانوں، سچے قلموں اور باوفا قارئین سے زندہ رہتے ہیں، اور نیپال اردو ٹائمز اس حقیقت کی روشن مثال ہے۔ سوواں شمارہ ماضی کی کامیابیوں کا محض جشن نہیں بلکہ مستقبل کی نئی ذمہ داریوں کا پیغام بھی ہے۔ یہ سنگِ میل اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ ادارہ پہلے سے زیادہ علمی وقار، صحافتی دیانت، فکری وسعت اور ملی خدمت کے جذبے کے ساتھ آگے بڑھے، تاکہ آنے والی نسلیں بھی اسے نیپال میں اردو صحافت کی ایک معتبر، باوقار اور روشن روایت کے طور پر یاد رکھیں بارگاہِ رب العزت میں خلوصِ دل کے ساتھ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نیپال اردو ٹائمز کو مزید عزت، استحکام، ترقی اور قبولیتِ عامہ سے نوازے، اس کے صفحات کو ہمیشہ حق، صداقت، علم، حکمت اور خیر کا ترجمان بنائے، اس کے قلم کو قوتِ تاثیر عطا فرمائے، اس کے ذمہ داران، مدیران، قلم کاروں، معاونین، کارکنان، ممبران اور تمام قارئین کو دین و دنیا کی بے شمار بھلائیاں، صحت، عافیت، اخلاص، استقامت اور مزید خدمتِ دین، ملت، وطن اور زبانِ اردو کی توفیق عطا فرمائے، اور اس مبارک سفر کو سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں کامیاب شماروں تک اپنی خصوصی رحمتوں اور برکتوں کے ساتھ جاری رکھے۔ آمین یارب العالمین۔

چراغِ علم جو جلتا ہے تو راہیں سنورتی رہتی ہیں،
قلم اگر سچ لکھتا ہے تو قومیں نکھرتی رہتی ہیں۔
مبارک ہو تمہیں سو منزلوں کا یہ حسین حاصل،
یہی دعا ہے کہ یہ سفر یونہی صدیوں تک چلتا رہے۔

5
ہفت روزہ
نیپال اردو ٹائمز
Weekly The
NEPAL URDU TIMES
Reg.No: 5310 -2082/2083 - www.nepalurdutimes.com

دیوان گنج سے پورے نیپال کے لیے ایک بڑا سبق

ڈاکٹر سالم انصاری
جھاپا نیپال

دیوان گنج، سنسری

میں پیش آنے والا حالیہ سانحہ صرف ایک مقامی تنازع یا دو گروہوں کے درمیان جھڑپ کا معاملہ نہیں ہے، بلکہ یہ پورے نیپال، خصوصاً سرحدی اور کثیر مذہبی معاشرے کے لیے ایک سنجیدہ لمحۂ فکریہ ہے۔ اس واقعے کے دوران اور اس کے بعد مسلمانوں اور مجموعی طور پر تمام شہریوں کی جانب سے جس صبر، تحمل، حکمت اور ذمہ داری کا مظاہرہ کیا گیا، وہ قابلِ تعریف ہے۔ خصوصاً علماء، دانشوروں، سماجی کارکنوں اور مقامی ذمہ دار افراد نے لوگوں کو اشتعال کے بجائے امن، قانون اور باہمی احترام کی طرف متوجہ کرنے میں جو کردار ادا کیا، وہ قابلِ ذکر ہے۔ اس واقعے کے قانونی اور حکومتی پہلوؤں پر میں زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہتا، کیونکہ حکومت اور متعلقہ ادارے اس معاملے پر اپنی ذمہ داری پوری کر رہے ہیں۔ البتہ اس موقع پر ہمیں بحیثیت معاشرہ کچھ بنیادی باتوں پر سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔

اگر اس واقعے کی ابتدائی جڑوں کو دیکھا جائے تو بلند آواز میں DJ یا ساؤنڈ سسٹم کا استعمال ایک اہم سبب کے طور پر سامنے آتا ہے۔ یہاں سوال صرف DJ کا نہیں بلکہ غیر ضروری اور حد سے زیادہ بلند آواز کے استعمال کا ہے۔ دنیا بھر میں Noise Pollution یعنی صوتی آلودگی کو ایک سنجیدہ مسئلہ سمجھا جاتا ہے اور نیپال میں بھی شور کی سطح، اوقات اور مختلف سرگرمیوں کے حوالے سے ریاستی قوانین اور ضوابط موجود ہیں۔ اس لیے ہمیں یہ سمجھنا ہوگا کہ مذہبی، ثقافتی یا سماجی سرگرمی کی آزادی کا مطلب یہ نہیں کہ ہم دوسروں کے سکون، صحت اور بنیادی حقوق کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنی سرگرمی جاری رکھیں۔

یہاں سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہمیں صرف دوسروں کے عمل پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے بلکہ اپنے معاملات کا بھی احتساب کرنا چاہیے۔ اگر ہم DJ کی بلند آواز کو مسئلہ سمجھتے ہیں تو ہمیں اپنی شادی بیاہ کی تقریبات میں رات گئے تک بلند آواز میں DJ بجانے کے عمل پر بھی غور کرنا چاہیے۔ اگر کسی دوسرے مذہب کے جلوس یا تہوار میں بلند آواز ہمیں تکلیف دیتی ہے تو ہمیں اپنے مذہبی جلسوں، میلاد، محافل، اجتماعات اور دیگر پروگراموں میں بھی آواز کی شدت اور اوقات کا خیال رکھنا چاہیے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ دوسرے لوگ ہمارے حقوق اور مذہبی جذبات کا احترام کریں تو ہمیں بھی دوسروں کے آرام، سکون اور حقوق کا احترام کرنا ہوگا۔ یہی ایک مہذب اور ذمہ دار معاشرے کی علامت ہے۔

اسلام ہمیں صرف عبادات کا حکم نہیں دیتا بلکہ حسنِ معاشرت، اعتدال اور حقوق العباد کی بھی تعلیم دیتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاغْضُضْ مِن صَوْتِكَ یعنی "اپنی آواز کو پست رکھو" (سورۃ لقمان:۱۹)۔ اس آیت سے ہمیں آواز کے استعمال میں اعتدال اور تہذیب کا ایک اہم اصول ملتا ہے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو اس انداز میں بلند آواز سے قرآن پڑھنے سے منع فرمایا جس سے دوسرے نمازیوں کو خلل یا تکلیف پہنچے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں ایک نیک اور مقدس عمل بھی اس طریقے سے نہیں ہونا چاہیے جس سے دوسروں کو بلاوجہ اذیت پہنچے۔

اسلامی فقہ کا ایک معروف اصول ہے: "لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ" یعنی نہ خود نقصان پہنچاؤ اور نہ دوسرے کو نقصان پہنچاؤ۔ یہ اصول ہماری پوری اجتماعی زندگی پر لاگو ہوتا ہے۔ پڑوسی کو تکلیف دینا، اس کی نیند خراب کرنا، بیمار یا بزرگ کے آرام میں خلل ڈالنا یا ایسی آواز پیدا کرنا جس سے لوگوں کو بلاوجہ اذیت ہو، اسلامی اخلاق کے مطابق درست رویہ نہیں ہے۔ ہمیں اپنے آپ سے یہ سوال کرنا چاہیے کہ کیا میری خوشی کسی دوسرے کے لیے تکلیف بن رہی ہے؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو ہمیں اپنے طرزِ عمل پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔

اذان کے معاملے میں بھی ہمیں ایک متوازن اور علمی موقف اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ اذان اسلام کا عظیم شعار ہے اور اسے عام شور یا موسیقی کے برابر قرار دینا درست نہیں۔ لیکن لاؤڈ اسپیکر خود اذان نہیں بلکہ اذان کی آواز کو زیادہ لوگوں تک پہنچانے کا ایک ذریعہ ہے۔ اس لیے اگر ٹیکنالوجی کا استعمال ضرورت سے تجاوز کرکے دوسروں کے لیے غیر ضروری تکلیف کا باعث بن جائے تو ہمیں اعتدال کا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ مقصد لوگوں کو نماز کی طرف متوجہ کرنا ہے، کسی بیمار، بچے، بزرگ، طالب علم یا پڑوسی کے سکون کو بلاوجہ متاثر کرنا نہیں۔ اسی طرح اگر ریاست شور کی سطح کے حوالے سے عمومی ضابطے بناتی ہے تو ان کا اطلاق تمام مذاہب، عبادت گاہوں، ثقافتی پروگراموں، شادی بیاہ، سیاسی جلسوں اور دیگر سرگرمیوں پر یکساں ہونا چاہیے۔

یہاں ریاست کی ذمہ داری بھی بہت اہم ہے۔ نیپال میں ماحول کے تحفظ اور آلودگی کے کنٹرول کے لیے قانونی نظام موجود ہے اور شور کی آلودگی کے حوالے سے بھی سرکاری معیار اور ضوابط موجود ہیں۔ ریاست کو چاہیے کہ ان قوانین کو کسی خاص مذہب یا طبقے کے خلاف استعمال کرنے کے بجائے سب پر یکساں طور پر نافذ کرے۔ مسجد، مندر، چرچ، گرجاگھر، مذہبی جلوس، شادی، سیاسی جلسہ یا ثقافتی پروگرام—اگر کسی سرگرمی سے مقررہ حد سے زیادہ شور پیدا ہوتا ہے تو قانون سب کے لیے برابر ہونا چاہیے۔ یہی قانون کی حکمرانی، مساوات اور شہری انصاف کا تقاضا ہے۔

اس معاملے میں علماء اور دانشوروں کا کردار بھی انتہائی اہم ہے۔ علماء کو صرف اس وقت عوام کو نصیحت نہیں کرنی چاہیے جب کسی دوسرے مذہب یا گروہ کی طرف سے شور کیا جائے، بلکہ اپنے لوگوں کو بھی یہ سمجھانا چاہیے کہ پڑوسی کے حقوق اسلام کا بنیادی حصہ ہیں۔ مسجد اللہ کا گھر ہے، لیکن مسجد کے اردگرد رہنے والے لوگ بھی اللہ کے بندے ہیں اور ان کے آرام، سکون اور حقوق کا خیال رکھنا بھی ہماری دینی ذمہ داری ہے۔ اسی طرح شادی، میلاد، جلسہ، محفل یا کسی بھی مذہبی پروگرام کے منتظمین کو چاہیے کہ ساؤنڈ سسٹم کا استعمال ضرورت کے مطابق کریں اور رات کے اوقات میں خاص احتیاط برتیں۔

دیوان گنج کا واقعہ ہمیں یہ بھی سکھاتا ہے کہ ایک چھوٹا سا تنازع اگر بروقت حکمت، گفتگو اور انتظامی مداخلت سے حل نہ ہو تو وہ بہت بڑی صورت اختیار کر سکتا ہے۔ اس لیے کسی بھی معمولی اختلاف کو مذہبی یا اجتماعی تصادم میں تبدیل ہونے سے روکنا ہم سب کی ذمہ داری ہے۔ اگر کسی کو شکایت ہے تو اس کا حل قانون، انتظامیہ، مقامی مذاکرات اور باہمی گفتگو کے ذریعے تلاش کیا جانا چاہیے، نہ کہ اشتعال، افواہ، نفرت یا تشدد کے ذریعے۔

مسلمانوں کے لیے بھی اس واقعے میں ایک بڑا سبق ہے کہ ہمیں ردِ عمل کے بجائے مثال بننے کی ضرورت ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے مذہبی حقوق کا احترام ہو تو ہمیں دوسروں کے حقوق کا بھی احترام کرنا ہوگا۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری اذان اور مذہبی پروگراموں میں کوئی غیر ضروری مداخلت نہ کرے تو ہمیں بھی دوسروں کے آرام اور قانونی حقوق کا خیال رکھنا ہوگا۔ اگر ہم دوسروں سے قانون کی پابندی کا مطالبہ کرتے ہیں تو ہمیں خود بھی قانون کی پابندی کرنی ہوگی۔ یہی ہمارے موقف کو اخلاقی اور دینی قوت فراہم کرے گا۔

آخر میں، دیوان گنج کا سانحہ ہمیں صرف یہ سوال نہیں پوچھتا کہ غلطی کس کی تھی؟ بلکہ اس سے بڑا سوال یہ ہے کہ ہم سب اپنی اپنی جگہ کیا بہتر کر سکتے ہیں تاکہ دوبارہ ایسا واقعہ نہ ہو؟ ہمیں حکومت سے شفاف تحقیقات، قانون کی یکساں عمل داری اور شہریوں کے جان ومال کے تحفظ کا مطالبہ کرنا چاہیے، لیکن ساتھ ہی ہمیں اپنے معاشرے کے اندر بھی اصلاح کا عمل شروع کرنا ہوگا۔ ہمیں شادیوں، میلاد، جلسوں، مذہبی اجتماعات اور دیگر پروگراموں میں غیر ضروری بلند آواز سے بچنا ہوگا، لاؤڈ اسپیکر کو ضرورت کے مطابق استعمال کرنا ہوگا اور رات کے اوقات میں دوسروں کے آرام کا خاص خیال رکھنا ہوگا۔

نیپال کسی ایک مذہب، ذات یا برادری کا ملک نہیں بلکہ ہم سب کا مشترکہ وطن ہے۔ یہاں ہندو بھی محفوظ ہوں، مسلمان بھی؛ بدھ بھی محفوظ ہوں، عیسائی بھی؛ پہاڑ، پہاڑیاں اور ترائی کے تمام شہری برابر عزت، امن اور تحفظ کے ساتھ زندگی گزار سکیں۔ ہمیں ایسا نیپال بنانا ہے جہاں کسی کی عبادت دوسرے کے لیے خوف نہ بنے، کسی کی خوشی دوسرے کے لیے اذیت نہ بنے اور کسی کا اختلاف تشدد کا سبب نہ بنے۔ امن صرف حکومت کی ذمہ داری نہیں بلکہ ہر شہری کی ذمہ داری ہے۔ اور اگر ہم واقعی امن چاہتے ہیں تو ہمیں دوسروں کے شور پر اعتراض کرنے سے پہلے اپنے شور کا بھی جائزہ لینا ہوگا۔ یہی انصاف ہے، یہی حکمت ہے، یہی حسنِ معاشرت ہے اور یہی ایک ذمہ دار شہری اور ذمہ دار مسلمان کا طرزِ عمل ہونا چاہیے۔

ڈاکٹر سلیم انصاری
جھاپا نیپال

اداریہ

Editorial

موہن بھاگوت کا بیان: امتِ مسلمہ کے لیے لمحۂ فکریہ!

ایڈیٹر کے قلم سے۔۔۔۔۔

دنیا کا دستور ہے کہ جب تک انسان اپنے گھر کے معاملات خود سنبھالتا ہے، اپنے خاندان کی بات سنتا ہے اور باہمی اعتماد کے ساتھ زندگی گزارتا ہے، گھر ایک جنت نما ماحول پیش کرتا ہے۔ لیکن جب گھر کے اندرونی معاملات میں باہر کے لوگ مداخلت شروع کر دیں اور اپنے مفادات کے لیے اختلافات کو ہوا دی جائے تو وہی گھر، جو کبھی امن وسکون کا گہوارہ تھا، انتشار اور خلفشار کا شکار ہو جاتا ہے۔

تاریخ اس حقیقت کی گواہ ہے کہ جب بیرونی قوتوں نے برصغیر کے سماجی اور مذہبی اختلافات کو اپنے مفادات کے لیے استعمال کیا تو مختلف مذاہب اور طبقات کے درمیان موجود فطری فاصلے مزید بڑھائے گئے۔ نتیجتاً وہ معاشرہ، جہاں مختلف مذاہب کے لوگ صدیوں سے ایک دوسرے کے ساتھ زندگی گزارتے آئے تھے، رفتہ رفتہ باہمی بداعتمادی اور اختلافات کی لپیٹ میں آتا چلا گیا۔

آج ایک بار پھر ہندوستانی تنظیم آر ایس ایس کے سربراہ موہن بھاگوت کا عید میلاد النبی ﷺ اور مسلمانوں کے باہمی معاملات سے متعلق بیان بحث کا موضوع بنا ہوا ہے۔ سوال یہ نہیں کہ کسی شخص نے کیا کہا، بلکہ اصل سوال یہ ہے کہ ہمارے مذہبی اور داخلی معاملات میں بیرونی تنظیموں کو بولنے کی ضرورت کیوں پیش آ رہی ہے؟

مسلمانوں کے درمیان فقہی اور فروعی مسائل موجود ہیں اور یہ کوئی نئی بات نہیں۔ صدیوں سے علماءِ امت نے ان مسائل پر علمی گفتگو کی ہے۔ اختلافِ رائے کو علمی دائرے میں رکھتے ہوئے باہمی احترام کے ساتھ آگے بڑھنا ہی امت کی روایت رہی ہے۔ لیکن جب انہی اختلافات کو سیاسی یا تنظیمی مفادات کے لیے استعمال کیا جائے تو معاملہ تشویش ناک ہو جاتا ہے۔

یہی وہ مقام ہے جہاں امتِ مسلمہ کو سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی بیرونی قوت ہمارے اختلافات کو موضوع بنا کر ایک طبقے کو دوسرے کے مقابل کھڑا کرنے کی کوشش کرے تو ہمیں جذبات کے بجائے حکمت، بصیرت اور اتحاد کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔ ہمیں یہ سمجھنا ہوگا کہ ہر بیان کا جواب بیان سے دینا ضروری نہیں؛ بعض اوقات خاموشی، تدبر اور اتحاد ہی سب سے مؤثر جواب ہوتا ہے۔

نیپال کے مسلمانوں کے لیے یہ معاملہ مزید اہم ہے۔ ہمارا ملک ایک جمہوری ریاست ہے اور یہاں رہنے والے تمام شہریوں کو آئین اور قانون کے دائرے میں اپنے مذہبی و شہری حقوق حاصل ہیں۔ الحمدللہ نیپال میں مسلمانوں کے درمیان باہمی تعلقات اور مذہبی معاملات کو سنبھالنے کے لیے ہمارے اپنے علماء، دینی ادارے اور ذمہ دار شخصیات موجود ہیں۔ ہمیں اپنے مسائل کے حل کے لیے کسی بیرونی تنظیم یا بیرونی نظریے کی ضرورت نہیں۔

ہمیں خاص طور پر اس بات سے محتاط رہنا ہوگا کہ کہیں کوئی بیرونی بیان ہمارے درمیان موجود معمولی اختلافات کو نفرت اور تصادم کا ذریعہ نہ بنا دے۔ آج اگر ہمیں عید میلاد النبی ﷺ کے نام پر تقسیم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تو کل کسی دوسرے فروعی مسئلے کو بنیاد بنایا جا سکتا ہے۔ اس لیے اصل ضرورت یہ ہے کہ ہم اختلاف کو اختلاف ہی رہنے دیں، اسے دشمنی نہ بننے دیں۔

نیپال اردو ٹائمز کا واضح موقف ہے کہ ہم اپنے ملک کے آئین، قانون اور جمہوری اصولوں کا احترام کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ ساتھ ہی ہم ہر ایسی کوشش سے خبردار رہنے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں جو نیپال کے پرامن معاشرے میں مذہبی نفرت یا باہمی کشیدگی پیدا کرنے کا سبب بن سکتی ہے۔

ہم علمائے کرامِ نیپال، دینی و سماجی رہنماؤں اور تمام باشعور مسلمانوں سے اپیل کرتے ہیں کہ ایسے بیانات کو جذباتی ردِ عمل کے بجائے حکمت اور اتحاد کے ساتھ دیکھیں۔ اپنے اختلافات کو خود علمی اور دینی طریقے سے حل کریں اور کسی بھی بیرونی قوت کو ہمارے درمیان نفرت کا بیج بونے کا موقع نہ دیں۔

جلوس محمدی ﷺ کے آداب

ثاقب رضا علیمی ماتریدی بانکے نیپال گنج

ماہ ربیع النور کی بارہویں تاریخ آتے ہی ہر عاشقِ رسول ﷺ کا دل غنچے کی مانند کھل اٹھتا ہے کیوں کہ اسی مبارک دن میں سرکارِ دو عالم، رحمتِ عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ولادتِ باسعادت ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ ہر عاشقِ رسول ﷺ اس دن اپنی محبت و عقیدت کے اظہار کے لیے جلوس کا اہتمام کرتا ہے، جسے ہم جلوسِ عید میلاد النبی ﷺ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

لیکن جب ہم اس جلوس میں شریک ہوتے ہیں تو بعض اوقات ہم سے ایسی باتیں اور ایسے اعمال بھی صادر ہو جاتے ہیں جو جلوس کے ادب، شائستگی اور محبتِ رسول ﷺ کے تقاضوں کے خلاف ہوتے ہیں۔

چوں کہ اس جلوس کا بنیادی مقصد سرکارِ دو عالم ﷺ سے اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کرنا ہے، اور محبت اطاعت و اتباع کے بغیر کامل نہیں ہوتی، اس لیے آیئے ہم جلوسِ محمدی ﷺ کے چند اہم آداب سیکھیں اور عہد کریں کہ ہمارا یہ جلوس واقعی محبتِ رسول ﷺ کا آئینہ دار ہوگا۔

: جلوس کا انداز باوقار اور مثالی ہو

جلوس ایسا ہونا چاہیے کہ اگر کوئی غیر مسلم بھی اسے دیکھے تو رسولِ اکرم ﷺ کے ماننے والوں کے حسنِ اخلاق، نظم و ضبط، پاکیزگی، شائستگی اور باوقار انداز کو دیکھ کر اسلام کی طرف مائل ہو، نہ کہ ہمارے چلنے پھرنے، شور شرابے یا نامناسب حرکات کی وجہ سے اسلام سے بدظن ہو۔

لہٰذا یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ جلوسِ محمدی ﷺ کو نہایت ادب، وقار اور حسنِ انتظام کے ساتھ نکالیں اور اسے دوسروں کے لیے ایک بہترین نمونہ بنائیں۔

۲: نماز کو ہر حال میں مقدم رکھیں

اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ جب مسجد سے نماز کے لیے اذان دی جائے تو تمام مصروفیات چھوڑ کر نماز کی طرف متوجہ ہوں، کیوں کہ نماز ہر عاقل و بالغ مسلمان پر فرض ہے، جبکہ جلوس میں شرکت فرض نہیں۔ لہٰذا کسی غیر فرض کام کی وجہ سے فرض نماز کو ترک کرنا ہرگز مناسب نہیں۔ جلوس محبت کا سب سے خوب صورت تقاضا یہی ہے کہ ہم اپنے محبوب ﷺ کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے نماز کی پابندی کریں۔

۳: گانے بجانے اور نامناسب آوازوں سے اجتناب کریں

جلوس میں ڈی جے کا استعمال گانوں کے انداز پر ہرگز نہ کیا جائے۔ اسی طرح میوزک، ڈھول باجے اور دیگر ایسی چیزوں سے بھی اجتناب کیا جائے جو جلوس کے تقدس، وقار اور ادب کے خلاف ہوں۔ نعتِ رسول ﷺ محبت و عقیدت کے ساتھ پڑھی جائے اور اس کے لیے ایسا انداز اختیار کیا جائے جو حضورِ اکرم ﷺ کی عظمت و تعظیم کے شایانِ شان ہو۔

۴: درود و سلام اور نعت رسول ﷺ کا اہتمام کریں

جلوس میں نعت رسول ﷺ پڑھتے ہوئے چلیں، سرکارِ دو عالم ﷺ پر کثرت سے درود و سلام بھیجیں اور اپنے لبوں کو ذکرِ رسول ﷺ سے تر رکھیں۔ جلوس کو شور و شرابے، ناچ گانے، اچھل کود اور غیر مناسب حرکات سے محفوظ رکھیں کیوں کہ محبتِ رسول ﷺ کا تقاضا وقار، ادب اور عاجزی ہے۔

۵: نعرے بھی باادب اور پُرامن ہوں

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ مکرم ﷺ کی محبت و عقیدت کے اظہار کے لیے نعرے لگائے جائیں، لیکن نعرے لگاتے وقت بھی ادب، شائستگی اور امن و سکون کا خیال رکھا جائے۔ ایسے اشتعال انگیز نعروں سے مکمل اجتناب کیا جائے جن سے کسی فرد، جماعت یا مذہب کی دل آزاری ہو یا معاشرے میں انتشار اور نفرت پیدا ہو۔

۶: صفائی کا خاص خیال رکھیں

جلوس کے دوران صفائی کا خاص اہتمام کریں اور راستوں، سڑکوں اور عوامی مقامات پر گندگی نہ پھیلائیں۔ اس عمل کے ذریعے دنیا کو یہ پیغام دیں کہ اسلام پاکیزگی اور صفائی کو پسند کرتا ہے۔ ہمارے پیارے نبی ﷺ کا فرمان ہے: "اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْإِيْمَانِ" یعنی: پاکیزگی ایمان کا نصف حصہ ہے۔ لہٰذا صفائی کا خاص خیال رکھنا بھی ہمارے دینی شعور اور حسنِ اخلاق کا حصہ ہونا چاہیے۔

۷: تصاویر اور ویڈیوز بنانے سے حتی الامکان اجتناب کریں

جلوس میں غیر ضروری طور پر تصاویر اور ویڈیوز بنانے میں مشغول ہونے سے پرہیز کریں۔ اس کے بجائے ادب و احترام کے ساتھ نظریں جھکائے ہوئے لبوں پر درود و سلام کا ورد جاری رکھیں اور اپنے دل کو محبتِ رسول ﷺ سے منور کریں۔ ہم جلوس میں یادگار تصاویر بنانے کے لیے نہیں، بلکہ محبت و عقیدت کے اظہار اور دینی جذبات کو تازہ کرنے کے لیے شریک ہوتے ہیں۔

۸: دوسرے مسلمانوں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آئیں

جلوس میں شریک تمام مسلمانوں کے ساتھ محبت، اخوت اور حسنِ سلوک سے پیش آئیں۔ ایک دوسرے کو گالی دینے، بدزبانی کرنے، لڑائی جھگڑا کرنے اور کسی کی دل آزاری سے مکمل اجتناب کریں۔ یاد رکھیں بدزبانی اور بدسلوکی محبت رسول ﷺ کے دعوے کے شایانِ شان نہیں۔ اگر ہم واقعی رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتے ہیں تو ہمارے اخلاق و کردار میں بھی اس محبت کی جھلک نظر آنی چاہیے۔

۹: لنگرِ رسول ﷺ اور غرباء کا خاص خیال رکھیں

جلوس کے موقع پر لنگر کا اہتمام کریں اور بالخصوص غریبوں، محتاجوں اور ضرورت مندوں کا خصوصی خیال رکھیں۔ محبتِ رسول ﷺ کا ایک خوب صورت مظہر یہ بھی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ محبت، ہمدردی اور خیر خواہی کا معاملہ کریں۔

۱۰: لنگر، شیرینی اور شربت کی تقسیم میں صفائی کا خیال رکھیں۔

جہاں لنگر، شیرینی، شربت یا دیگر اشیائے خورد و نوش تقسیم کی جائیں، وہاں صفائی کا خصوصی اہتمام کریں۔ کھانے پینے کی اشیا کو ضائع نہ کریں اور شیرینی و دیگر نعمتوں کا احترام ملحوظ رکھیں۔ یہ بھی ہماری ذمہ داری ہے کہ تقسیم کے بعد وہاں کچرا نہ پھیلنے دیں اور جگہ کو صاف ستھرا رکھیں۔

۱۱: نظم و ضبط کے ساتھ جلوس میں چلیں

حتی الامکان پیدل جلوس میں شرکت کریں اور باقاعدہ ترتیب و نظم کے ساتھ چلیں۔ ایک دوسرے کو دھکا دینے، آگے نکلنے کی کوشش کرنے اور بدانتظامی سے مکمل اجتناب کریں۔ یاد رکھیں کہ ایک منظم، پُرامن اور باوقار جلوس ہی محبتِ رسول ﷺ کے خوب صورت پیغام کو مؤثر انداز میں پیش کر سکتا ہے۔

۱۲: بچوں کو سیرتِ رسول ﷺ سے روشناس کرائیں

جلوس عید میلاد النبی ﷺ میں شرکت سے قبل اپنے بچوں کو نبیِ کریم ﷺ کی ولادتِ باسعادت، حیاتِ طیبہ، اخلاقِ کریمانہ اور سیرت مبارکہ کے بارے میں ضرور بتائیں تاکہ ان کے دلوں میں بھی محبتِ رسول ﷺ پیدا ہو اور ان کا دینی تعلیم و سیرتِ نبوی ﷺ سے تعلق مزید مضبوط ہو۔ صرف جلوس میں شرکت کافی نہیں، بلکہ ضروری ہے کہ ہماری نئی نسل رسول اللہ ﷺ کی سیرت، اخلاق اور تعلیمات سے بھی واقف ہو اور اپنی زندگی کو آپ ﷺ کی مبارک تعلیمات کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرے۔ اللہ کریم عمل کی توفیق بخشے آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

Published By: Ulama Foundation Nepal, Bhairahwa, Rupandehi Lumbini Pradesh Nepal, Reg: 372860
Email:- weeklynepalurdutimes@gmail.com, Web site: www.nepalurdutimes.com, Contact:- +91 8795979383, +977 9817619786, +9779821442810

تعلیمی ترقی کے باوجود اخلاقی پستی: ایک لمحۂ فکریہ

از: محمد شمیم احمد نوری مصباحی خادم: دارالعلوم انوارِ مصطفیٰ سہلاؤ شریف، باڑمیر (راجستھان)

آج کا انسان علم و فن کی حیرت انگیز ترقی کے دور میں سانس لے رہا ہے۔ وہ سمندر کی گہرائیوں کو ناپ رہا ہے، آسمان کی وسعتوں کو مسخر کر رہا ہے، مصنوعی ذہانت سے ایسے کام لے رہا ہے جن کا تصور چند دہائیاں پہلے محض تخیل سمجھا جاتا تھا۔ ایک کلک پر دنیا بھر کی معلومات اس کی انگلیوں پر موجود ہیں، علاج کے نئے طریقے دریافت ہو رہے ہیں، مواصلات نے فاصلے مٹا دیے ہیں اور تعلیمی اداروں کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔

لیکن اس شاندار ترقی کے پردے کے پیچھے ایک سوال مسلسل ہمارا تعاقب کر رہا ہے:
کیا ہماری تعلیمی ترقی کے ساتھ ہماری اخلاقی ترقی بھی ہوئی ہے؟

اگر تعلیم انسان کو جھوٹ، ظلم، خیانت، بددیانتی، بدنگاہی، تکبر، خود غرضی اور بے حیائی سے نہ روک سکے؛ اگر اعلیٰ ڈگریاں رکھنے والا شخص اپنے معاملات میں دیانت دار نہ ہو؛ اگر علم میں اضافہ ہو مگر دل میں خدا کا خوف، مخلوق کے لیے ہمدردی اور والدین کے لیے احترام پیدا نہ ہو تو ہمیں اپنی تعلیمی ترجیحات پر ازسرِنو غور کرنے کی ضرورت ہے۔

یہی وہ مقام ہے جہاں تعلیم اور تربیت کے فرق کو سمجھنا ضروری ہو جاتا ہے۔
تعلیم کیا ہے اور تربیت کیا؟
تعلیم انسان کو معلومات دیتی ہے، جبکہ تربیت ان معلومات کو صحیح سمت میں استعمال کرنے کا شعور عطا کرتی ہے۔ تعلیم انسان کو یہ بتاتی ہے کہ کیا ہے؛ تربیت اسے یہ سکھاتی ہے کہ کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں کرنا چاہیے۔
تعلیم انسان کو طاقت دیتی ہے، تربیت اس طاقت کے استعمال کا سلیقہ سکھاتی ہے۔
تعلیم انسان کو بولنا سکھاتی ہے، تربیت یہ بتاتی ہے کہ کب، کہاں اور کیسے بولنا ہے۔
تعلیم انسان کو کامیابی کا راستہ دکھاتی ہے، تربیت اسے یہ سمجھاتی ہے کہ کامیابی حاصل کرتے ہوئے کسی کا حق نہیں مارنا۔
اسی لیے اسلام نے علم کے ساتھ عمل اور اخلاق کو بنیادی اہمیت دی ہے۔ قرآنِ کریم نے انسان کی کامیابی کو محض معلومات کے حصول سے وابستہ نہیں کیا، بلکہ ایمان، عملِ صالح اور حق و صبر کی تلقین کو کامیابی کا معیار قرار دیا:
﴿وَالْعَصْرِ ○ إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ ○ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾
یعنی انسان خسارے میں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے، نیک عمل کیے اور حق و صبر کی تلقین کرتے رہے۔
یہی اسلامی تصورِ تعلیم ہے: علم جو ایمان سے جڑے، ایمان جو عمل میں ظاہر ہو، اور عمل جو اخلاق و کردار کو سنوار دے۔

ڈگریوں کا اضافہ، کردار کا زوال:

آج ہمارے معاشرے میں تعلیمی اداروں کی کمی نہیں۔ اسکول، کالج، یونیورسٹیاں، کوچنگ سینٹرز، آن لائن کورسز اور مختلف تعلیمی ذرائع عام ہو چکے ہیں۔ لوگ اعلیٰ ڈگریاں حاصل کر رہے ہیں، بیرونِ ملک جا رہے ہیں، جدید علوم پڑھ رہے ہیں اور بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہو رہے ہیں۔
یہ سب بلاشبہ قابلِ قدر ہے۔
لیکن اسی معاشرے میں جھوٹ، رشوت، دھوکہ دہی، ملاوٹ، جعل سازی، وعدہ خلافی، غیبت، بہتان، قطع رحمی اور بدنگاہی بھی بڑھ رہی ہو تو یہ سوال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ ہم نے تعلیم سے کیا حاصل کیا؟
ایک ڈاکٹر اگر مریض کو صرف آمدنی کا ذریعہ سمجھے، ایک تاجر ناپ تول میں کمی کرے، ایک ملازم اپنے فرائض میں خیانت کرے، ایک استاد تعلیم کو فقط ملازمت سمجھے، ایک طالب علم نقل کو کامیابی کا ذریعہ بنائے اور ایک صاحبِ اختیار اپنی طاقت کو ذاتی مفاد کے لیے استعمال کرے تو ان سب کے پاس علم تو ہو سکتا ہے، مگر علم کی روح کہاں ہے؟
علم اگر انسان کو انسان نہ بنا سکے تو اس علم کے مقصد پر غور کرنا ضروری ہے۔

ہمارا تعلیمی نظام اور تربیت کا فقدان:

یہ کہنا درست نہیں کہ جدید تعلیم ہی اخلاقی پستی کی ذمہ دار ہے۔ مسئلہ تعلیم نہیں بلکہ تعلیم کے ساتھ تربیت کے رشتے کا کمزور ہونا ہے۔
ہم بچوں سے یہ تو پوچھتے ہیں کہ "کتنے نمبر آئے؟"
لیکن یہ پوچھنے میں کوتاہی کرتے ہیں کہ "آج تم نے کسی کی مدد کی یا نہیں؟"
ہم یہ تو ضرور پوچھتے ہیں کہ "کون سی پوزیشن حاصل کی؟"
مگر یہ کبھی نہیں پوچھتے کہ "تم نے آج سچ بولا یا نہیں؟"
ہم بچے کے مستقبل کے لیے بہترین اسکول تلاش کرتے ہیں، لیکن اس کے کردار کی تعمیر کے لیے اتنی ہی فکر نہیں کرتے۔
ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا بچہ ڈاکٹر، انجینئر، پروفیسر، افسر یا کامیاب تاجر بنے؛ لیکن کیا ہم یہ بھی چاہتے ہیں کہ وہ دیانت دار، بااخلاق، باحیا، رحم دل اور اللہ سے ڈرنے والا انسان بنے؟
اگر جواب ہاں ہے تو پھر ہمیں تعلیم کے ساتھ تربیت کو بھی اپنی ترجیحات میں اولین مقام دینا ہوگا۔

گھر پہلی درس گاہ، والدین پہلے مربی:

بچے کی پہلی یونیورسٹی گھر ہے اور اس کے پہلے استاد والدین ہیں۔
اسکول چند گھنٹے بچے کو تعلیم دیتا ہے، مگر گھر کا ماحول اس کی شخصیت کو مسلسل تشکیل دیتا رہتا ہے۔ بچہ والدین کی گفتگو سنتا ہے، ان کے معاملات دیکھتا ہے، ان کے رویے سے سیکھتا ہے اور ان کے طرزِ زندگی کو اپناتا ہے۔
اگر والدین بچے کو سچ بولنے کی نصیحت کریں مگر خود فون پر جھوٹ بولیں، اگر اسے دوسروں کا حق ادا کرنے کا درس دیں مگر خود کسی کا حق روکیں، اگر اسے نماز کی تلقین کریں مگر خود نماز سے غافل رہیں تو بچے کے ذہن میں الفاظ نہیں بلکہ عمل اثر انداز ہوگا۔
اس لیے تربیت کا پہلا اصول یہ ہے کہ "بچوں کو صرف نصیحت نہ کیجیے بلکہ اپنے کردار سے مثال پیش کیجیے"۔

موبائل، انٹرنیٹ اور نئی نسل:

آج کے دور کا سب سے بڑا چیلنج یہ ہے کہ بچہ صرف گھر اور اسکول سے نہیں سیکھ رہا، بلکہ اس کی جیب میں ایک ایسی دنیا موجود ہے جو ہر وقت اسے متاثر کر رہی ہے۔
موبائل فون خود کوئی برائی نہیں۔ یہی موبائل قرآنِ کریم پڑھنے، دینی و علمی معلومات حاصل کرنے، دنیا بھر کے اساتذہ سے استفادہ کرنے اور مفید علوم سیکھنے کا ذریعہ بھی بن سکتا ہے۔ لیکن یہی موبائل بے حیائی، جھوٹ، افواہ، فحش مواد، فضول مشاغل اور گمراہ کن نظریات کا دروازہ بھی بن سکتا ہے۔ اصل مسئلہ آلہ نہیں، استعمال کا طریقہ ہے۔ لہٰذا والدین کو چاہیے کہ بچوں کے ہاتھ میں موبائل دینے سے پہلے انہیں موبائل کے آداب سکھائیں۔ انہیں یہ شعور دیں کہ ہر چیز جو اسکرین پر دکھائی دیتی ہے، دیکھنے کے قابل نہیں؛ ہر خبر آگے بڑھانے کے قابل نہیں؛ ہر شخص کی نقل اتارنے کے قابل نہیں؛ اور ہر رجحان اختیار کرنے کے قابل نہیں۔

سوشل میڈیا اور اخلاقی ذمہ داری:

سوشل میڈیا نے انسان کی زبان کو ایک نئی طاقت دے دی ہے۔ پہلے ایک شخص کی بات چند افراد تک پہنچتی تھی، آج ایک پوسٹ چند لمحوں میں ہزاروں لوگوں تک پہنچ سکتی ہے۔
اس لیے سوشل میڈیا کا اخلاقی استعمال پہلے سے کہیں زیادہ ضروری ہے۔
غیبت، بہتان، تمسخر، بدگمانی اور کسی کی عزت مجروح کرنا صرف اس لیے جائز نہیں ہو جاتا کہ یہ کام موبائل کی اسکرین کے پیچھے بیٹھ کر کیا گیا ہے۔
قرآنِ کریم فرماتا ہے ﴿وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا﴾
"اور تم میں سے کوئی دوسرے کی غیبت نہ کرے۔"
اسی طرح اللہ تعالیٰ نے خبر کی تحقیق کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: ﴿فَتَبَيَّنُوا﴾
یعنی تحقیق کر لیا کرو۔
لہٰذا ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ کسی خبر کو آگے بڑھانے سے پہلے اس کی صحت جانچے۔ ممکن ہے ایک غلط پیغام کسی بے گناہ انسان کی عزت، کسی خاندان کے سکون یا کسی ادارے کی ساکھ کو نقصان پہنچا دے۔

اخلاقی پستی کا ایک بڑا سبب: مادہ پرستی:
آج کامیابی کا معیار بڑی حد تک مال و دولت، عہدہ، مکان، گاڑی، لباس اور ظاہری شان بن گیا ہے۔
ہم نے بچوں کو یہ بتانا کم کر دیا ہے کہ اچھا انسان کون ہوتا ہے، اور یہ بتانا زیادہ شروع کر دیا ہے کہ کامیاب انسان کون ہوتا ہے۔
اسلام دولت حاصل کرنے سے منع نہیں کرتا، بلکہ حلال کمائی، سخاوت اور معاشی خود کفالت کی ترغیب دیتا ہے؛ لیکن مال کو مقصدِ زندگی بنا دینا انسان کو اندر سے کھوکھلا کر دیتا ہے۔
اگر دولت ہمارے ہاتھ میں ہو تو نعمت ہے، مگر اگر دولت ہمارے دل پر قابض ہو جائے تو آزمائش ہے۔

فحاشی اور حیا کا بحران:

اخلاقی پستی کی ایک خطرناک علامت حیا کا کمزور ہونا ہے۔
اسلام نے حیا کو ایمان سے جوڑا ہے۔ قرآنِ کریم نے مردوں اور عورتوں دونوں کو نگاہوں کی حفاظت کا حکم دیا: ﴿قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ﴾
اور فرمایا: ﴿وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ﴾
آج ضرورت ہے کہ حیا کو محض لباس کے مسئلے تک محدود نہ سمجھا جائے۔ حیا نگاہ میں بھی ہے، گفتگو میں بھی، لباس میں بھی، سوشل میڈیا کے استعمال میں بھی، تنہائی میں بھی اور عوامی زندگی میں بھی۔
والدین، اساتذہ، علماء اور معاشرے کے ذمہ دار افراد کو نئی نسل کے اندر حیا اور پاکیزگی کا شعور حکمت و محبت کے ساتھ پیدا کرنا ہوگا۔

نوجوانوں کو موردِ الزام نہیں، رہنمائی کی ضرورت ہے:

اکثر ہم نوجوان نسل کو دیکھ کر کہتے ہیں: "آج کے بچے خراب ہو گئے ہیں۔"
لیکن ہمیں یہ بھی سوچنا چاہیے کہ انہیں کس نے پالا؟ ان کے سامنے کون سے نمونے پیش کیے؟ انہیں کس نے وقت دیا؟ ان کے سوالات کا جواب کس نے دیا؟ انہیں زندگی کا مقصد کس نے سمجھایا؟
نوجوانوں میں توانائی ہے، صلاحیت ہے، جذبہ ہے اور کچھ کر گزرنے کی قوت ہے۔ ضرورت صرف یہ ہے کہ اس قوت کو صحیح سمت دی جائے۔
انہیں صرف روکنے کے بجائے متبادل فراہم کرنا ہوگا۔
صرف یہ نہ کہیں کہ موبائل کم استعمال کرو؛ بلکہ انہیں کتاب، کھیل، مطالعہ، علمی نشست، دینی مجلس، خدمتِ خلق اور مثبت سرگرمیوں کی طرف بھی متوجہ کریں۔
صرف یہ نہ کہیں کہ غلط صحبت سے بچو؛ بلکہ اچھی صحبت کی اہمیت بھی سمجھائیں۔
صرف گناہ سے ڈرائیں نہیں؛ اللہ وحدہ لاشریک اور رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور خشیت الٰہی بھی دل میں پیدا کریں۔

علماء و اساتذہ کی ذمہ داریاں:
علماء اور اساتذہ معاشرے کے فکری معمار ہیں۔ ان کی ذمہ داری صرف کتاب پڑھانا نہیں بلکہ انسان بنانا بھی ہے۔
دینی خطابات اور تعلیمی مجالس میں موجودہ دور کے مسائل پر قرآن و سنت کی روشنی میں رہنمائی کی ضرورت ہے۔ نوجوانوں کے سوالات کو سننا، ان کی ذہنی الجھنوں کو سمجھنا اور ان کے ساتھ محبت و حکمت سے گفتگو کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔
استاد اگر صرف مضمون پڑھا دے تو وہ معلّم ہے، لیکن اگر وہ طالب علم کے اندر سچائی، دیانت، محنت، نظم، احترام اور ذمہ داری پیدا کر دے تو وہ حقیقی مربی ہے۔
ایک اچھا استاد اپنے شاگرد کو صرف امتحان پاس کرنے کے قابل نہیں بناتا، بلکہ زندگی کا امتحان پاس کرنے کے قابل بناتا ہے۔

والدین کے لیے لمحۂ فکریہ:

والدین کو اپنی ترجیحات پر نظر ثانی کرنا ہوگی۔
بچے کو اچھا لباس دینا ضروری ہے، مگر اچھا کردار دینا اس سے زیادہ ضروری ہے۔
اچھی تعلیم دینا ضروری ہے، مگر اچھی تربیت اس سے زیادہ ضروری ہے۔
اسے دنیا میں کامیاب بنانا ضروری ہے، مگر آخرت میں کامیابی کا راستہ دکھانا اس سے بھی زیادہ ضروری ہے۔
گھر میں نماز کا ماحول قائم کیجیے، قرآن کی تلاوت کا معمول بنائیے، بچوں کے ساتھ دینی و اخلاقی گفتگو کیجیے، ان کے دوستوں اور مشاغل سے واقف رہیے اور سب سے بڑھ کر انہیں اپنا وقت دیجیے۔
اولاد کو صرف چیزیں نہیں، اپنا وقت دیجیے؛ کیونکہ بچے کی شخصیت مہنگے تحفوں سے نہیں، والدین کی توجہ اور محبت سے بنتی ہے۔

نوجوانوں کی اپنی ذمہ داری:

نوجوان یہ نہ سمجھیں کہ ہر خرابی کا ذمہ دار معاشرہ ہے۔
ان کے پاس عقل، ارادہ اور اختیار ہے۔ انہیں اپنے وقت کی قدر کرنی ہوگی۔ اپنی نگاہ، زبان، موبائل، دوستوں اور مشاغل کی نگرانی خود کرنی ہوگی۔
انہیں یہ طے کرنا ہوگا کہ وہ سوشل میڈیا کے صارف بنیں گے یا اس کے غلام؟
وہ دوسروں کی زندگی دیکھتے رہیں گے یا اپنی زندگی بنائیں گے؟
وہ ہر روز چند گھنٹے اسکرین پر گزاریں گے یا اپنے مستقبل کی تعمیر پر؟
انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ جوانی زندگی کا وہ سرمایہ ہے جس کا حساب ضرور ہوگا۔

ہمیں کس قسم کی تعلیم درکار ہے؟

ہمیں ایسی تعلیم چاہیے جو انسان کو ڈاکٹر بنائے تو رحم دل ڈاکٹر، تاجر بنائے تو دیانت دار تاجر، استاد بنائے تو مخلص استاد، افسر بنائے تو عادل افسر، صحافی بنائے تو ذمہ دار صحافی اور عالم بنائے تو بااخلاق عالم بنائے۔
ہمیں ایسی تعلیم چاہیے جس کے نتیجے میں طالب علم صرف یہ نہ جانے کہ دنیا میں کامیابی کیسے حاصل کرنی ہے، بلکہ یہ بھی جانے کہ:
حق کیا ہے؟ باطل کیا ہے؟
حلال کیا ہے؟ حرام کیا ہے؟
انسان کا حق کیا ہے؟ اللہ کا حق کیا ہے؟
اور زندگی کا مقصد کیا ہے؟
یہی وہ مقام ہے جہاں جدید علوم اور اسلامی اخلاق ایک دوسرے کے معاون بن سکتے ہیں۔

اصلاح کا آغاز کہاں سے ہو؟

اصلاح کا آغاز حکومت سے، ادارے سے، معاشرے سے یا دوسرے شخص سے کرنے کے بجائے اپنے آپ سے ہونا چاہیے۔
ہم خود سے سوال کریں کہ کیا ہم سچ بولتے ہیں؟
کیا ہمارے معاملات پاکیزہ ہیں؟
کیا ہم والدین کے حقوق ادا کرتے ہیں؟
کیا ہم اپنی اولاد کو وقت دیتے ہیں؟
کیا ہم اپنی نگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں؟
کیا ہمارا موبائل ہمارے لیے علم و خیر کا ذریعہ ہے؟
کیا ہم سوشل میڈیا پر کسی کی عزت مجروح تو نہیں کرتے؟ کیا ہم کسی کا حق تو نہیں مارتے؟ کیا ہم اپنی تعلیم کو اپنے کردار میں تبدیل کر رہے ہیں؟
اگر ہر فرد اپنے گریبان میں جھانکنے لگے تو معاشرتی اصلاح کا سفر خود بخود شروع ہو جائے گا۔

ہماری اجتماعی ذمہ داری:

آج ضرورت ہے کہ گھر، مدرسہ، اسکول، کالج، مسجد، میڈیا اور معاشرے کے تمام ذمہ دار طبقات مل کر تعلیم و تربیت کے مشترکہ منصوبے پر کام کریں۔
اسکولوں میں اخلاقی تربیت کو اہمیت دی جائے۔ مدارس میں جدید معاشرتی مسائل سے آگاہی پیدا کی جائے۔ مساجد میں نوجوانوں کے لیے علمی و تربیتی پروگرام ہوں۔ والدین کے لیے تربیتی نشستیں منعقد کی جائیں۔ میڈیا اور سوشل میڈیا کے ذریعے مثبت اور اصلاحی مواد کو فروغ دیا جائے۔
اور سب سے اہم بات یہ کہ ہم اپنے قول سے زیادہ اپنے عمل کے ذریعے اصلاح کی کوشش کریں۔
ہمیں صرف عالم نہیں، باعمل انسان بھی چاہیے: ہمیں علم کے خلاف نہیں بلکہ بے روح علم کے خلاف آواز اٹھانی ہے۔
ہمیں ترقی سے کوئی شکایت نہیں؛ شکایت اس ترقی سے ہے جو انسان کو اس کے خالق سے دور کر دے۔
ہمیں ٹیکنالوجی سے کوئی دشمنی نہیں؛ دشمنی اس استعمال سے ہے جو انسان کا وقت، حیا، سکون اور کردار چھین لے۔
ہمیں جدید تعلیم سے کوئی اختلاف نہیں؛ اختلاف اس تصورِ تعلیم سے ہے جس میں ڈگری تو ہو مگر دیانت نہ ہو، معلومات تو ہوں مگر شعور نہ ہو، ذہانت تو ہو مگر انسانیت نہ ہو۔
یاد رکھیے!
قومیں صرف یونیورسٹیوں سے نہیں بنتیں، کردار سے بنتی ہیں۔
نسلیں صرف کتابوں سے نہیں سنورتیں، تربیت سے سنورتی ہیں۔
معاشرہ صرف قوانین سے نہیں بدلتا، انسانوں کے بدلنے سے بدلتا ہے۔
آج ہمیں ایسی نسل تیار کرنے کی ضرورت ہے جو علم میں آگے ہو، کردار میں بلند ہو، فکر میں متوازن ہو، ایمان میں مضبوط ہو، معاملات میں دیانت دار ہو، والدین کی خدمت گزار ہو، انسانیت کی خیر خواہ ہو اور اپنے رب کے حضور جواب دہی کا احساس رکھنے والی ہو۔
اگر ہماری درس گاہیں علم دیں، گھر تربیت دیں، مسجد ایمان دے، استاد کردار بنائے، والدین نمونہ پیش کریں اور نوجوان مقصدِ زندگی سمجھ لیں تو یقیناً ہمارے معاشرے کی سمت بدل جا سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسا علم عطا فرمائے جو نافع ہو، ایسا عمل عطا فرمائے جو مقبول ہو، ایسا اخلاق عطا فرمائے جو دلوں کو جیت لے، اور ہماری نئی نسل کو ایمان، علم، حیا، کردار اور انسانیت کا پیکر بنائے۔

والد کی خوشی بیٹے کی کامیابی پر

استاذ الاساتذہ ادیب شہیر علامہ شمیم احمد نوری مصباحی حفظہ اللہ کا اپنے صاحبزادے کے تکمیل حفظ قرآن کی ساعت سعید کے انتظار میں لکھی ہوئی تحریر قارئین کی نظر کرتے ہیں

الحمدللہ ثم الحمدللہ! ایک خواب کی تعبیر، ایک دعا کی قبولیت!
آج دل بے اختیار مسرور بھی ہے، نم دیدہ بھی؛ زبان پر شکر کے کلمات بھی ہیں اور دل میں دعاؤں کا ایک جہان بھی!
الحمدللہ رب العالمین!
یہ میرے ربِّ کریم کا فضلِ عظیم، اس کا بے پایاں کرم اور اس کی خاص عنایت ہے کہ فقیر زادہ، عزیزم توصیف رضا برکاتی ان شاء اللہ نصف اکتوبر تک حفظِ قرآنِ کریم کی تکمیل کی عظیم سعادت سے مشرف ہونے جا رہا ہے۔ اس کے بعد اکتوبر کے آخری ایام میں کسی مناسب تاریخ کو اسے سند و دستارِ حفظِ قرآن سے سرفراز کیا جائے گا۔
یہ لمحہ میرے لیے فقط ایک تعلیمی مرحلے کی تکمیل نہیں، بلکہ ایک ایسی نعمت کی خوش خبری ہے جس پر جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ ایک باپ کے لیے اس سے بڑھ کر سعادت اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس کی اولاد کے سینے میں کلامِ الٰہی محفوظ ہو جائے!
یارب العالمین! تیرے فضل کا شکر کیسے ادا کریں؟
تو نے ہمت بخشی، توفیق عطا کی، راستہ دکھایا، اور اپنے پاک کلام کی حفاظت کے لیے جہاں دنیا بھر میں بہت سے خوش نصیبوں کا انتخاب فرمایا وہیں ہمارے بچے کا سینہ بھی اس عظیم سعادت کے لیے منتخب فرمایا۔
فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ۔
اس خوشی کے موقع پر دل کی گہرائیوں سے اپنے عزیز از جان بیٹے حافظ توصیف رضا برکاتی کے اساتذۂ کرام بالخصوص محب گرامی مکارم الاخلاق حضرت مولانا حافظ و قاری اقبال حسین صاحب مصباحی (پرنسپل) اور توصیف بابو کے استاذ خاص پیکر شفقت حضرت حافظ و قاری علی اصغر صاحب اعظمی مصباحی مدرس مدرسۃ المدینہ فیضانِ صدیق اکبر اعظم گڑھ و دیگر سبھی اساتذۂ کرام کی خدمت میں بھی ہدیۂ تشکر پیش کرتا ہوں، جن کی مخلصانہ محنت، مسلسل توجہ، شفقت، تربیت، تعلیمی لگن اور شبانہ روز جدوجہد نے اس سفر کو آسان بنایا۔
بلاشبہ حفظِ قرآن صرف بچے کی محنت کا نتیجہ نہیں ہوتا؛ اس کے پیچھے والدین کی دعائیں، اساتذہ کی محنت، ادارے کی تربیتی فضا اور سب سے بڑھ کر اللہ رب العزت کی توفیق و عنایت کارفرما ہوتی ہے۔
میں اپنے رب کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے ایسے مخلص اساتذہ عطا فرمائے جن کی محنتوں کے ثمرات ہمارے بچوں کی علمی و دینی زندگی میں نمایاں ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام اساتذۂ کرام کو دنیا و آخرت میں بہترین جزائے خیر عطا فرمائے، ان کے علم و عمل میں برکت دے اور ان کی محنتوں کو صدقۂ جاریہ بنائے۔ آمین یارب العالمین بجاہ سیدالمرسلین (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)
فی الحال عزیزم توصیف رضا برکاتی مدرسۃ المدینہ فیضانِ صدیق اکبر اعظم گڑھ میں تحفیظِ قرآنِ کریم کے ساتھ عصری تعلیم (آٹھویں کلاس) بھی حاصل کر رہے ہیں۔
میری دلی آرزو اور ربّ کریم کی بارگاہ میں عاجزانہ دعا ہے کہ قرآنِ کریم ان کے سینے میں ہمیشہ محفوظ رہے، ان کی زندگی قرآن کے نور سے منور ہو، وہ حافظِ قرآن کے ساتھ عاملِ قرآن بھی بنیں، علمِ دین و دنیا دونوں میں کمال حاصل کریں اور مستقبل میں دین و ملت، والدین، اساتذہ اور معاشرے کے لیے باعثِ خیر و افتخار ثابت ہوں۔
اے میرے رب!
جس طرح تو نے انہیں اپنے کلام کو سینے میں محفوظ کرنے کی سعادت عطا فرمائی ہے، اسی طرح انہیں اس کلام کا ادب، فہم، عمل اور پیغامِ ہدایت دوسروں تک پہنچانے کی توفیق بھی عطا فرما۔ انہیں مزید علوم دینیہ و عصریہ کی تحصیل کی توفیق سعید عطا فرما،
اور انہیں والدین کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک، اساتذہ کے لیے سرمایۂ افتخار اور ملتِ اسلامیہ کے لیے نفع بخش فرد بنا دے۔
احباب و متعلقین سے مؤدبانہ درخواست ہے کہ اس خوش آئند سفر کی تکمیل، عزیزم کی استقامت، علمی ترقی اور روشن مستقبل کے لیے خصوصی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

اللہ تعالیٰ اس سعادت کو شرف قبولیت عطا فرمائے، اسے ہمارے لیے دنیا و آخرت کی بھلائی کا ذریعہ بنائے اور تمام بچوں کو حفظِ قرآن و علمِ دین کی دولت سے مالامال فرمائے۔

العارض: محمد شمیم احمد نوری مصباحی
خادم: دارالعلوم انوارِ مصطفیٰ سہلاؤ شریف، باڑمیر (راجستھان)
ساکن: بھوانی پور (سمرہنا)
پوسٹ: اسکا بازار، ضلع سدھارتھ نگر (یوپی)

Published By: Ulama Foundation Nepal, Bhairahwa, Rupandehi Lumbini Pradesh Nepal, Reg: 372860
Email:- weeklynepalurdutimes@gmail.com, Web site: www.nepalurdutimes.com, Contact:- +91 8795979383, +977 9817619786, +9779821442810

تابش ردولوی
محلہ۔پورہ بساون
پوسٹ۔ردولی
ضلع۔ایودھیا
(یو۔پی) پن۔

ایسا نہیں کہ جُھک کے اُٹھانا پڑا مجھے
ملنا تھا ، مِل گیا ہے زمانہ پڑا مجھے

بوسیدہ ہو نہ جائیں محبت کے بام و در
بچّوں کا جھوٹا جان کے کھانا پڑا مجھے

برسوں کما کے لوٹا تھا بچّوں کے واسطے
' میں کون ہوں ' یہ گھر کو بتانا پڑا مجھے

دیوار چھُو رہی تھی پڑوسی کی جھوپڑی
جلتا ہُوا چراغ بجھانا پڑا مجھے

میں جانتا ہوں یا تو مری ذمے داریاں
کتنوں کا بارِ فکر اُٹھانا پڑا مجھے

بڑھنے لگیں جو اپنوں کی بے اعتنائیاں
خود اپنی اعتنا کو جگانا پڑا مجھے

دھوکہ ضرور دے گی کسی روز زندگی
یہ جانتے ہوئے بھی نبھانا پڑا مجھے

کوئی کہے نہ مجھ کو سُخن کا فلک نشیں
یہ سوچ کر زمین پہ آنا پڑا مجھے

دیکھی ہیں جب سے اپنوں کے ماتھے پہ سلوٹیں
تابش خود اپنے قد کو گھٹانا پڑا مجھے

* تاج وتخت سے دلوں کی قلمرو تک: * برصغیر کی تاریخی، صوفیانہ اور علمی میراث کا سبق

* بختیار برکاتی
دارالحکومت دہلی ہند *

تاریخ محض سنین، جنگوں اور فاتحین کے ناموں کا مجموعہ نہیں ہوتی، بلکہ یہ قوموں کے عروج وزوال، انسانی نفس کی حقیقت، فکری بالیدگی اور قدرتی نظامِ الٰہی کو سمجھنے کا روشن آئنہ ہوتی ہے۔ جب ہم برصغیر میں تقریباً آٹھ صدیوں (ترائن کی جنگ ۱۱۹۲ء تا جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء) پر محیط مسلم دورِ حکومت کا تعق کے ساتھ مطالعہ کرتے ہیں، تو ہمارے سامنے ایک انتہائی متوازن اور ہمہ جہت حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے۔ یہ وہ تاریخی سبق اور تحریری وفکری سرمایاہ ہے جو موجودہ مادّہ پرست، عدم برداشت اور انتشار زدہ دور میں نئی نسل کے لیے مشعلِ راہ بن سکتا ہے۔

۱. تاج وتخت کا عروج وزوال: سیاسی، انتظامی اور فانی حقیقت

اس طویل دور کی سیاسی بنیاد سلاطینِ دہلی (خاندانِ غلامان، خلجی، تغلق، سید، لودھی) اور عظیم الشان مغل شہنشاہوں (بابر تا اورنگزیب) کے ارد گرد گھومتی ہے۔ چوہان راجپوتوں کے اخلاق وبسالت (پرتھیوی راج چوہان) کے بعد، سلاطین اور مغلوں نے ایک مرکزی نظامِ حکومت، معاشی استحکام، دفاعی اصلاحات اور وسیع وعریض حدود قائم کر کے برصغیر کو دنیا کا سب سے ثروت مند خطہ بنادیا۔ لال قلعے، تاج محل، اور آگرہ و تارگڑھ کے قلعے اسی ظاہری طاقت اور معمارانہ جاہ وجلال کے مظہر تھے۔

اس سیاسی وانتظامی طاقت کے زیرِ سایہ ایک نایاب قلمی وانتظامی سرمایاہ بھی وجود میں آیا:

* تاریخی تواریخ: قاضی منہاج سراج کی طبقاتِ ناصری، ضیاء الدین برنی کی تاریخِ فیروز شاہی اور علامہ ابوالفضل کی اکبر نامہ و آئینِ اکبری نے اس دور کی سیاسی، معاشی اور جغرافیائی حقیقتوں کو قلمبند کیا۔

* سوانح و خود نوشت (Autobiography): ظہیر الدین محمد بابر کی تزکِ بابری اور جہانگیر کی تزکِ جہانگیری نے نہ صرف حکمرانی بلکہ ہندوستان کے جغرافیے، پودوں، جانوروں اور معاشرتی زندگی کا شاہکار ریکارڈ چھوڑا۔

* قانونی و فلسفیانہ تدوین: اورنگزیب عالمگیر کی زیرِ سرپرستی مرتب کردہ فتاویٰ عالمگیری نے عدالتی نظام تشکیل دیا، جبکہ شہزادہ دارا شکوہ نے ۵۰ سے زائد اپنشادوں کا سنسکرت سے فارسی میں ترجمہ (سرّ اکبر) کر کے آفاقی فلسفیانہ علوم کے راستے کھولے۔

تاریخ کا فیصلہ:

جن بادشاہوں کے ایک اشارے پر ملائک صفت افواج حرکت میں آتی تھیں اور جن کے حکم پر عظیم الشان محلات بنتے تھے، ان کی سلطنتیں بالآخر مٹ گئیں۔ آج وہ محلات اور قلعے یا تو آثارِ قدیمہ کا خاموش حصہ بن چکے ہیں یا سیاحوں کی تفریح کا ذریعہ۔ اقتدار، حکومت اور زر و سیم کی یہ فانی حقیقت بتاتی ہے کہ محض ظاہری طاقت اور مادی وسائل کو کبھی ثبات حاصل نہیں ہو سکتا۔

۲. صوفیائے کرام: دلوں کی پائیدار قلمرو اور علمی واخلاقی تحائف

سیاسی اقتدار کی اس فانی حقیقت کے متوازی، قدرت نے ایک ایسا آفاقی نظام قائم رکھا جہاں خدا کے مقبول بندوں نے بغیر فوج، خزانے اور پہرے داروں کے انسانوں کے دلوں پر حکومت کی۔ یہ مبارک سفر ۱۲ویں صدی کے آخر میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کی اجمیر آمد سے شروع ہو کر ۱۸ویں صدی میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی فکری و علمی تجدید پر مکمل ہوتا ہے۔

* محبت، مساوات اور بلا تفریق خدمت: جہاں شاہی درباروں میں جانے کے لیے القابات اور طبقاتی بنیادوں کی ضرورت ہوتی تھی، وہاں درگاہوں اور خانقاہوں کے لنگر خانوں میں راجہ ہو یا پرجا، امیر ہو یا غریب، ہندو ہو یا مسلمان—سب کے لیے ایک ہی دسترخوان بچھتا تھا۔

* روحانی ہیبت اور اخلاقی فتح: جب بھی ظاہری جبر یا توہم پرستی سامنے آئی، صوفیاء نے اپنی روحانی ہیبت، صبر، اور خدمتِ خلق کے ذریعے لوگوں کے قلوب کو تسخیر کیا۔*

عظیم الشان تحریری و تصوفی ورثہ: صوفیاء کا فیض صرف شفاہی روایات تک محدود نہ تھا، بلکہ انہوں نے برصغیر کو ایک زبردست علمی

* واخلاقی سرمایاہ عطا کیا:

ملفوظاتی ادب (Discourse Literature): حضرت امیر حسن سجزیؒ کی مرتب کردہ فوائد الفواد (ملفوظاتِ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ) اور حمید قلندر کی خیر المجالس (ملفوظاتِ حضرت نصیر الدین چراغ دہلیؒ) نے عام انسانوں کی اخلاقی و روحانی تربیت کا نصاب فراہم کیا۔

* سوانح و اصولِ تصوف: میر خورد کی سیر الاؤلیاء اور شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی عوارف المعارف نے خانقاہی نظام کی فکری بنیادوں کو محفوظ کیا۔

* اصلاحی وانقلابی تصانیف:

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مکتوباتِ امامِ ربانی نے مغل دربار کی فکری گمراہیوں کے خلاف سدِ سکندری قائم کی، جبکہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے فتح الرحمن کے ذریعے قرآن کا فارسی ترجمہ کیا اور حجۃ اللہ البالغہ لکھی جس نے حکمت، معیشت اور عمرانیات کا عالمگیر معیار قائم کیا۔

۳. قدرت کا توازن اور موجودہ نسل کے لیے آفاقی اسباق

تاریخ، سیاست اور ادب کے اس عظیم امتزاج کا تعلق کے ساتھ مطالعہ موجودہ نسل کو تین بنیادی اور آفاقی اسباق دیتا ہے:

الف) "کوئی تو ہے جو نظامِ ہستی چلا رہا ہے" بادشاہوں نے دنیا فتح کی، لیکن ان کے نام اور نشان تاریخ کے اوراق میں محصور ہو کر رہ گئے۔ دوسری طرف بے سامان صوفیاء کے درباروں پر صدیاں گزر جانے کے بعد بھی بلا تفریقِ مذہب و ملت کروڑوں انسانوں کا ازدحام اور عقیدت اس بات کا زندہ ثبوت ہے کہ حقیقی عزت، محبت اور بقا صرف ان کے حصے میں آتی ہے جو خالق سے جڑ کر مخلوق کی خدمت کرتے ہیں۔ ظاہری اور باطنی نظام کا یہ توازن بتاتا ہے کہ کائنات کا اصل نظام چلانے والی ذات باری تعالیٰ ہی کی ہے۔

ب) ظاہری و تکنیکی طاقت پر اخلاقی وعلمی سرمائے کی فوقیت

آج کی نسل جو تکنیک، پیسہ، اور ظاہری وسائل کو کامیابی کا واحد معیار مانتی ہے، اسے یہ سمجھنا ہوگا کہ قوموں کی شناخت اور پائیدار بنیادیں محض عمارتوں اور تکنیک سے نہیں بلکہ اخلاق، انصاف، باہمی رواداری اور علمی و تحریری ورثے سے قائم ہوتی ہیں۔ صوفیاء کے ملفوظات نے دلوں کو جوڑا اور سلاطین کے دساتیر نے انتظامیہ کو سنبھالا؛ ان دونوں کا توازن ہی اصل طاقت ہے۔

ج) باہمی رواداری اور گنگا جمنی تہذیب کا پاس اس ۸۰۰ سالہ تاریخ کی سب سے بڑی تہذیبی کامیابی برصغیر کا وہ کثیر الثقافتی اور کثیر المذہبی توازن تھا جسے صوفیاء نے اپنی محبت سے قائم رکھا۔ انہوں نے سنسکرت، فارسی، ہندوی اور مقامی بولیوں کے میلاپ سے ایک نئی شیریں زبان اردو، موسیقی اور مشترکہ تہذیب کا تحفہ دیا۔ تعصب، نفرت اور تشدد کے اس موجودہ دور میں خواجہ غریب نوازؒ کا یہ پیغام ہدایت کا روشن چراغ ہے:

> "آفتاب کی طرح سخاوت، دریا کی طرح فیاضی، اور زمین کی طرح تواضع اختیار کرو۔"

حاصلِ کلام

برصغیر کا یہ ۷۰۰ سے ۸۰۰ سالہ تاریخی سفر "محبت و خدمت" (خواجہ غریب نوازؒ) سے شروع ہو کر "علم، عقل اور تجدید" (شاہ ولی اللہؒ) پر محیط ہے۔ طاقت، قانون اور تاریخ (سلاطین و مغل کتب) نے اگر ریاست کا ظاہری ڈھانچہ بنایا، تو اخلاق، فلسفہ، تصوف اور خدمت (صوفیاء کی تصانیف و احوال) نے اس کی روح کو زندہ رکھا۔ طاقت اور حکومتیں عارضی ہوتی ہیں، لیکن خدمتِ خلق، علم، اور روحانیت کا فیضان ابدی ہوتا ہے۔ یہی وہ متوازن میراث ہے جو آنے والی نسلوں کے مستقبل کو روشن اور پائیدار بنا سکتی ہے۔

اللہ نے جو زندگی دی ہے اس کو غنیمت جانیں: قاری نظام الدین

نیپال اردو ٹائمز نیوز بیورو
پریس ریلیز، سیتامڑھی،

پریہار تھانہ کے تحت واقع مرشد نگر اکڈنڈی گاؤں میں بعد نماز مغرب ماسٹر عبدالغفور مرحوم کی اہلیہ مرحومہ جمیلہ خاتون کے ایصال ثواب کے لیے چہارم کے موقع پر ایک جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انعقاد کیا گیا، جس میں خصوصی کی حیثیت سے تشریف لائے حضرت علامہ مولانا قاری محمد نظام الدین قادری بانی و سربراہ اعلیٰ جامعہ نظامیہ للبنات ملحقہ خانقاہ قادریہ نظامیہ گونر پورہ نیپال نے کہا ہے کہ جب انسان کی زندگی کا وقت ختم ہو جاتا ہے تو وہ دنیا چھوڑ کر چلا جاتا ہے دنیا کی کوئی طاقت نہ تو اس کو زندہ رکھ سکتی ہے اور اگر موت نہ ہو تو نہ کوئی طاقت مار سکتی ہے، اس لیے ہمیں اور آپ کو اللہ نے جو زندگی دی ہے اس کو غنیمت جانیں اور زندگی کو برائی سے روکیں اور اچھائی کا کام کریں تاکہ آپ کے اعمال میں نیکیاں اکٹھا ہو سکے گفتگو جاری رکھتے ہوئے آپ نے کہا کہ آج بہت سارے لوگ ایک دوسرے کو خوش کرنے کے لیے کفار و مشرکین اور مرتد کے لیے بھی دعائے مغفرت کرنے لگتے ہیں جبکہ ان کے لیے دعائے مغفرت کرنا کفر ہے اس عمل سے وہ ایمان سے خارج ہو سکتے ہیں اسی لیے ہوش کے ناخن لیں اور شرعی مسائل کو جانیں اور اپنے ایمان و عقیدہ کو دوست رکھیں مسلک اعلیٰ حضرت پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہیں جبکہ سنی نوری جامع مسجد کے خطیب و امام مولانا محفوظ الرحمن مصباحی نے موت کی سختی کو موضوع سخن بنا کر خطاب کیا، وہیں مدرسہ فیضان اعلیٰ حضرت چاند ٹولہ کے بانی وپرنسپل حضرت حافظ و قاری افروز القادری نے میدان محشر میں حساب و کتاب کا نقشہ پیش کیا اور ایک ایک نیکی کی کیا اہمیت ہوتی ہے اس کو سمجھایا، جبکہ مرحومہ کے پوتے مولانا محمد اشفاق مصباحی نے مرحومہ کی اچھی عادات وخصائل کا ذکر کیا اور بتایا کہ مرحومہ کثرت کے ساتھ روزہ رکھتی تھی اور کھانا بہت ہی کم کھاتی تھی اللہ نے انہیں صحت و تندرستی کے ساتھ لمبی عمر عطا کیا تھا، وہ تقریبا ۹۰ برس کی عمر میں اس دنیا کو چھوڑ کر گئی ہیں مرنے سے پہلے ان کے پاس جو بھی زیورات تھے ان سبھی کو انہوں نے سنی نوری جامع مسجد کی تعمیر جدید کے لیے وقف کر دیا تھا، اللہ تعالیٰ میری دادی کی قبر کو تاحد نظر کشادہ فرمائے، اور ان کی قبر پر رحمتوں غفران کی بارش نازل فرمائے، آمین، مزید انہوں نے کہا کہ ۲۰۱۹ میں یکم ربیع النور شریف کی شب کو میرے دادا جان کا انتقال ہوا تھا اور اس دفعہ ۲۹ صفر کو میری دادی جان کا انتقال ہوا ہے ان شاءاللہ تعالی آئندہ سال سے پہلی ربیع النور شریف کو ان دونوں کے نام سے ایک ساتھ سالانہ ایصال ثواب کا اہتمام نہایت ہی تزک واحتشام کے ساتھ کیا جائے گا، جبکہ مداح رسول کیف رضا متعلم مدرسہ فیضان اعلیٰ حضرت چاند ٹولہ نے ربیع النور شریف کے مناسبت سے بہت ہی عمدہ کلام پیش کیا، پروگرام میں ماسٹر محمد عظیم انصاری ماسٹر عزیز عالم ماسٹر نوشاد عالم محمد اخلاق احمد باسٹر انصار پیارے عبدالقادر انصاری صوفی صابر نسیمی عبدالغنی انصاری محمد ا رمان الیکٹرک فرحان رضا محمد اسد عرف آہل غلام محی الدین افسر، مسعود غازی، عاشق حسین بابا منے صدیقی رضا اللہ پترکار، محمد زبیر انصاری عبدالقیوم، نصیر الحق، محمد سلیمان نینہی شریف، عبدالصمد انصاری محمد ہیرا، محمد عالم انصاری دھبولی، غلام مجتبیٰ انصاری، خدا دین انصاری کے علاوہ کثیر تعداد میں لوگ شریک تھے،

رپورٹ ابوافسر مصباحی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز

علم کی زینت تواضع ہے، انسانیت کی زینت دردِ دل

شرف الدین سید۔
۹۳۴۲۵۲۲۳۴۶

علم انسان کو صرف یہ نہیں بتاتا کہ دنیا میں کیا ہے؛ وہ یہ بھی سکھاتا ہے کہ کتنا کچھ ایسا ہے جسے ہم ابھی نہیں جانتے۔ شاید اسی لیے علم کی اصل زینت غرور نہیں، تواضع ہے؛ اور انسانیت کی اصل پہچان الفاظ نہیں، دردِ دل ہے۔ علم ایک بے کنار سمندر ہے۔ اس کا نہ کوئی آخری کنارہ ہے، نہ کوئی ایسی منزل جہاں پہنچ کر انسان کہہ سکے کہ اب جاننے کو کچھ باقی نہیں۔ وقت کے ساتھ تجربہ بڑھتا ہے، مطالعہ وسیع ہوتا ہے، فکر میں پختگی آتی ہے، مگر ایک سچے صاحبِ علم کے اندر اپنی کم مائیگی کا احساس بھی بڑھتا جاتا ہے۔ وہ جتنا جانتا ہے، اتنا ہی محسوس کرتا ہے کہ اس کے علم کی حدود کتنی مختصر ہیں۔

لیکن المیہ یہ ہے کہ کبھی کبھی چند کتابیں، چند مضامین، چند تعریفیں اور تھوڑی سی شہرت انسان کے اندر حروف کا غرور پیدا کر دیتی ہیں۔ پھر اسے اپنی رائے، اپنی تحریر اور اپنے علم سے باہر کی ہر بات کم تر دکھائی دینے لگتی ہے۔ وہ بھول جاتا ہے کہ اختلافِ رائے جہالت کی علامت نہیں، بلکہ زندہ فکر کی علامت بھی ہو سکتا ہے۔

تحریر کا مقصد اثر پیدا کرنا ضرور ہے، مگر اثر اور غرور میں بہت معمولی سا فاصلہ ہے۔ جب تعریفیں مسلسل ملنے لگیں تو انسان کو اپنے اندر جھانکتے رہنا چاہیے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ جن حروف کو وہ دوسروں کے دل روشن کرنے کے لیے استعمال کر رہا ہے، وہی حروف اس کے اپنے دل کی کھڑکیاں بند کر رہے ہیں؟

علم اگر انسان کو نرم نہیں کرتا تو وہ محض معلومات کا بوجھ ہے۔ تحریر اگر دل میں درد پیدا نہیں کرتی تو وہ صرف لفظوں کی آرائش ہے۔ اور مذہب اگر انسان کو انسان کا احترام نہیں سکھاتا تو اس کی روح کہیں نہ کہیں ہم سے اوجھل ہو گئی ہے۔

ہماری دنیا میں قوانین کم نہیں، ادارے کم نہیں، تحقیق کم نہیں، تعلیم کم نہیں؛ مگر مسائل پھر بھی موجود ہیں۔ قتل کے خلاف قوانین ہیں، سزائیں ہیں، عدالتیں ہیں، پھر بھی قتل ہوتے ہیں۔ بدعنوانی روکنے کے لیے ادارے ہیں، نگرانی ہے، ضابطے ہیں، پھر بھی بدعنوانی زندہ ہے۔ سڑکیں پہلے سے بہتر ہیں، گاڑیاں پہلے سے زیادہ محفوظ ہیں، مگر حادثات کم ہونے کے بجائے کئی جگہ بڑھ رہے ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ قوانین، ادارے یا تعلیم بے فائدہ ہیں۔ اصل سوال یہ ہے کہ ان سب کے باوجود انسان کہاں کھڑا ہے؟

ہم نے نظام تو بنائے، مگر کیا ہم نے انسان بھی بنایا؟ ہم مذہب کے نام پر فخر کرتے ہیں، اپنی تہذیب کو عظیم کہتے ہیں، اپنی سرزمین کو مقدس قرار دیتے ہیں، اپنی جمہوریت کو دنیا کی بڑی جمہوریت کہتے ہیں۔ یہ سب اپنی جگہ قابلِ احترام دعوے ہیں۔ مگر کسی تہذیب کی عظمت کا اصل امتحان اس کے نعروں میں نہیں، اس کے انسانوں کے رویوں میں ہوتا ہے۔

اگر عبادت گاہیں آباد ہوں مگر دل ویران ہوں، اگر زبان پر امن ہو مگر ہاتھ ظلم کے لیے اٹھیں، اگر کتابیں مقدس ہوں مگر انسان بے قدر ہو جائے تو ہمیں ایک لمحے کے لیے رک کر اپنے اندر دیکھنا چاہیے۔

تہذیب وہ نہیں جو ہم اپنے بارے میں کہتے ہیں؛ تہذیب وہ ہے جو ہمارے رویے دوسروں کو محسوس کراتے ہیں۔

آج ہمارے ہاتھ میں ایک عجیب و غریب طاقت ہے: سوشل میڈیا۔ یہاں ہم ایسے لوگوں سے گفتگو کرتے ہیں جنہیں شاید ہم زندگی بھر کبھی نہ دیکھیں۔ نہ ان کی عمر معلوم، نہ ان کا پیشہ، نہ ان کا سماجی مقام، نہ ان کی زبان مکمل طور پر معلوم۔ پھر بھی چند الفاظ کے ذریعے دل ایک دوسرے تک پہنچ جاتے ہیں۔

یہ انسانی تاریخ کا ایک خوبصورت امکان ہے۔ مگر اسی امکان کو ہم نفرت، طنز، تحقیر اور الزام کے لیے بھی استعمال کر رہے ہیں۔ ایک جملہ لکھنے سے پہلے ہم یہ نہیں سوچتے کہ سامنے والا بھی ایک دل رکھتا ہے۔ وہ بھی دکھتا ہے، خوش ہوتا ہے، پریشان ہوتا ہے، تنہا ہوتا ہے اور کبھی کبھی صرف ایک اچھے جملے کا محتاج ہوتا ہے۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ اسکرین کے دوسری طرف بھی ایک انسان موجود ہے۔

اختلاف کیجیے، ضرور کیجیے۔ سوال اٹھائیے، دلیل دیجیے، غلطی کی نشاندہی کیجیے؛ مگر انسان کو اس کی رائے سے الگ کر کے دیکھیے۔ کسی خیال کو رد کرنا آسان ہے، کسی انسان کو رد کرنا خطرناک ہے۔ اختلاف میں بھی شائستگی باقی رہ سکتی ہے اور تنقید میں بھی محبت کی گنجائش نکل سکتی ہے۔ دنیا کو شاید ایک اور بلند آواز کی ضرورت نہیں؛ اسے کچھ نرم دل انسانوں کی ضرورت ہے۔

ایسے انسان، جو اپنے علم پر فخر کرنے کے بجائے دوسروں سے سیکھ سکیں۔ ایسے لکھنے والے، جو اپنی تحریر سے پہلے اپنے دل کو پڑھ سکیں۔

ایسے مذہبی لوگ، جن کے کردار سے مذہب کی خوبصورتی دکھائی دے۔

ایسے دانشور، جو اختلاف کو دشمنی نہ سمجھیں۔

اور ایسے عام انسان، جو کسی اجنبی کے دکھ کو بھی اپنا دکھ سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔

آخرکار ہماری زندگی کا حساب شاید ہماری کتابوں کی تعداد سے نہیں ہوگا، نہ ہماری شہرت کی بلندی سے، نہ ہماری سوشل میڈیا مقبولیت سے۔ اصل سوال یہ ہوگا کہ ہم نے کتنے دلوں کو سکون دیا، کتنے دلوں کو ٹوٹنے سے بچایا اور کتنی جگہوں پر انسان ہونے کا حق ادا کیا۔

اس لیے جو چاہیں لکھیے، جتنا چاہیں لکھیے، اپنے علم کو آگے بڑھائیے، اپنی رائے کا اظہار کیجیے؛ مگر حروف کے غرور میں گرفتار نہ ہوئیے۔

علم ہمیں اونچا اٹھائے تو خوب؛ مگر اتنا بھی نہیں کہ ہمیں اپنے سے نیچے کوئی انسان دکھائی ہی نہ دے۔

آئیے، اپنے الفاظ کو تھوڑا نرم، اپنے اختلاف کو تھوڑا مہذب، اپنے علم کو تھوڑا متواضع اور اپنے دل کو تھوڑا وسیع کر لیں۔ شاید دنیا کو بدلنے کے لیے ہمیشہ بڑے انقلاب کی ضرورت نہیں ہوتی۔ کبھی کبھی ایک نرم لہجہ، ایک معافی، ایک اعتماد، ایک اچھا جملہ اور ایک دردمند دل بھی کسی کی پوری دنیا بدل دیتا ہے۔

علم کی زینت تواضع ہے، اور انسانیت کی زینت دردِ دل۔ باقی سب کچھ عارضی ہے۔

تمام عالم اسلام کو عید میلاد النبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم بہت بہت مبارک ہو ملک وبیرون ملک میں رہنے والے تمام عاشقان رسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کو یوم ولادت پیغمبر امن وسلام بہت بہت مبارک ہو اللہ کریم آمد مصطفیٰ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے صدقے تمام عالم اسلام کی حفاظت فرمائے

منجانب قاضی نیپال فاؤنڈیشن نیپال

Published By: Ulama Foundation Nepal, Bhairahwa, Rupandehi Lumbini Pradesh Nepal, Reg: 372860
Email:- weeklynepalurdutimes@gmail.com, Web site: www.nepalurdutimes.com, Contact:- +91 8795979383, +977 9817619786, +9779821442810

وہ عظیم ہستی ﷺ جن کی آمد سے انسانیت کو زندگی ملی

محمد عادل ارریاوی * خصوصی کالم نگار نیپال اردو ٹائمز

محمد مصطفی آئے بہاروں پر بہار آئی
زمیں کو چومنے جنت کی خوشبو بار بار آئی
و دانائے سبل بختم الرسل مولائے کل جس نے
غبار راہ کو بخشا فروغ وادی سینا
نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقان وہی یسیں وہی طہ

جب دنیا جہالت کے اندھیروں میں بھٹک رہی تھی انسانیت اپنی منزل کھو چکی تھی اور دلوں پر غفلت کے پردے پڑے ہوئے تھے عین اسی وقت رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد نے کائنات کی تقدیر بدل دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو دلوں کو ایمان ملا زندگی کو مقصد ملا اور انسانیت کو وہ نور ملا جس کی روشنی قیامت تک باقی رہنے والی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت تاریخِ انسانی کا وہ عظیم ترین واقعہ ہے جس کا تذکرہ جتنا کیا جائے کم ہے۔

اللہ ربّ العزت نے دنیا میں جتنے بھی انبیاء مبعوث فرمائے ان کو کچھ نہ کچھ ایسی نشانیاں عطا فرمائیں جنہیں دیکھ کر لوگوں کو ان کی سچائی اور حقانیت کا یقین آجائے۔ چنانچہ ان کے دست مبارک سے ایسے محیر العقول مناظر سامنے آئے کہ لوگ حیرت زدہ رہ گئے۔ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے لیے آگ کا گل و گلزار ہو جانا سیدنا حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے لوہے کا موم ہو جانا سید نا حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ہواؤں اور جنات وغیرہ کا مسخر ہو جانا سیدنا حضرت موسی علیہ السلام کے عصائے مبارک کا اژدہا بن جانا سیدنا حضرت صالح علیہ السلام کی دعا سے معجزاتی اونٹنی کا ظاہر ہونا اور سیدنا حضرت عیسی علیہ السلام کے ذریعہ لاعلاج مریضوں کا شفایاب اور مردوں کا زندہ ہو جانا وغیرہ ایسے معجزات ہیں جن کی مثال پیش کرنے سے دنیا عاجز ہے۔

اسی دستور کے موافق ہمارے آقا و مولا حضرت خاتم النبیین سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ ربّ العزت نے بے شمار معجزات عطا فرمائے۔ جو آپ کی رسالت کی سچائی اور حقانیت پر کھلی ہوئی دلیل ہیں۔ تاہم پچھلے انبیاء علیہم السلام کو جو بھی نشانیاں عطا فرمائی گئیں وہ صرف ان کی حیات دنیوی تک محدود تھیں۔ جب وہ حضرات دنیا سے پردہ فرما گئے تو ان کے دست مبارک پر ظاہر ہونے والی نشانیاں بھی لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو گئی لیکن ہمارے آقا سیدنا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ خاتم الانبیاء ہیں اس لئے اللہ ربّ العزت نے آپ کو دونوں طرح کی نشانیاں عطا فرمائیں بہت سی نشانیاں ایسی تھیں جن کا صرف آپ کے دور میں پائے جانے والے خوش نصیب حضرات صحابہ نے مشاہدہ فرمایا۔ جب کہ بعض نشانیاں ایسی ہیں جو تا قیامت اسی آب و تاب اور شان و شوکت کے ساتھ باقی اور برقرار رہیں گی اور ہر زمانے کے لوگ کھلی آنکھوں سے ان کا مشاہدہ کرتے رہیں گے انہی نشانیوں میں سے ایک عظیم نشانی اللہ ربّ العزت کی یہ پاک کتاب قرآن کریم ہے۔

اسی طرح ۱۲ ربیع الاول ہمارے معاشرے ہمارے ملک اور خاص کر بر صغیر میں باقاعدہ ایک جشن اور ایک تہوار کی شکل اختیار کر گئی ہے۔ جب ربیع الاول کا مہینہ آتا ہے تو سارے ملک میں سیرت النبی اور میلاد النبی کا ایک غیر متناہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک تذکرہ اتنی بڑی سعادت ہے کہ اس کے برابر کوئی اور سعادت نہیں ہو سکتی۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں آپ کے مبارک تذکرہ کو اس ماہ ربیع الاول کے ساتھ بلکہ صرف ۱۲ ربیع الاول کے ساتھ مخصوص کر دیا گیا ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ چونکہ ۱۲ ربیع الاول کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی۔ اس لئے آپ کا یوم ولادت منایا جائے گا۔ اور اس میں آپ کی سیرت اور ولادت کا بیان ہو گا۔

لیکن یہ سب کچھ کرتے وقت ہم یہ بات بھول جاتے ہیں کہ جس ذات اقدس کی سیرت کا یہ بیان ہو رہا ہے اور جس ذات اقدس کی ولادت کا یہ جشن منایا جارہا ہے خود اس ذات اقدس کی تعلیم کیا ہے؟ اور اس تعلیم کے اندر اس قسم کا تصور موجود ہے یا نہیں؟

اس میں کسی مسلمان کو شبہ نہیں ہو سکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس دنیا میں تشریف لانا تاریخ انسانیت کا اتنا عظیم واقعہ ہے کہ اس سے زیادہ عظیم اس سے زیادہ پر مسرت اس سے زیادہ مبارک اور مقدس واقعہ اس روئے زمین پر پیش نہیں آیا انسانیت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا نور ملا آپ کی مقدس شخصیت کی برکات نصیب ہوئیں یہ اتنا بڑا واقعہ ہے کہ تاریخ کا اور کوئی واقعہ اتنا بڑا نہیں ہو سکتا اور اگر اسلام میں کسی کے یوم پیدائش منانے کا کوئی تصور ہوتا تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم پیدائش سے زیادہ کوئی دن اس بات کا مستحق نہیں تھا کہ اس کو منایا جائے اور اس کو عید قرار دیا جائے لیکن نبوت کے بعد آپ ۲۳ سال اس دنیا میں تشریف فرما رہے اور ہر سال ربیع الاول کا مہینہ آتا تھا لیکن نہ صرف یہ کہ آپ نے ۱۲ ربیع الاول کو یوم پیدائش نہیں منایا بلکہ آپ کے کسی صحابی کے خیال میں بھی یہ نہیں گزرا کہ ۱۲ ربیع الاول آپ کی پیدائش کا دن ہے۔ اس لئے اس کو کسی خاص طریقے سے منانا چاہئے۔

اس کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ اور تقریباً سوا لاکھ صحابہ کرام کو اس دنیا میں چھوڑ گئے وہ صحابہ کرام ایسے تھے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سانس کے بدلے اپنی پوری جان نچھاور کرنے کے لئے تیار تھے۔ آپ پر جان آپ پر فداکار آپ کے عاشق زار تھے۔ لیکن کوئی ایک صحابی ایسا نہیں ملے گا جس نے اہتمام کر کے یہ دن منایا ہو یا اس دن کوئی جلسہ منعقد کیا ہو۔ یا کوئی جلوس نکالا ہو یا کوئی چراغاں کیا ہو یا کوئی جھنڈیاں سجائی ہوں صحابہ کرام نے ایساں کیوں نہیں کیا؟ اس لئے کہ اسلام کوئی رسموں کا دین نہیں ہے۔ جیسا کہ دوسرے اہل مذاہب ہیں کہ ان کے ہاں چند رسومات ادا کرنے کا نام دین ہے جب وہ رسمیں ادا کر لیں تو بس پھر چھٹی ہو گئی۔ بلکہ اسلام عمل کا دین ہے۔ اور یہ تو جنم روگ ہے کہ پیدائش سے لے کر مرتے دم تک ہر انسان اپنی اصلاح کی فکر میں لگا رہے۔ اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع میں لگا رہے۔

اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بنا کر آپ کی ذات بابرکت میں تمام انبیاء کرام کے اوصاف جمع کر دئے آپ کے اوصاف میں حضرت موسی علیہ السلام کی حکومت حضرت ہارون علیہ السلام کی امامت حضرت نوح علیہ السلام کی محنت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی لینت حضرت سلیمان علیہ السلام کی سطوت حضرت عیسی علیہ السلام کی خاکساری حضرت یعقوب علیہ السلام کا صبر حضرت یوسف علیہ السلام کا عفو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی سبک روی کامل درجہ میں پائی جاتی ہے۔

اللہ ربّ العزت نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری دنیا کے لیے رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیجا اپنا آخری کلام قرآن پاک آپ پر نازل فرمایا یعنی کتاب اللہ بھی ابدی اور رسول اللہ بھی ابدی لہذا آپ کی تعلیم بھی ابدی اور دائمی یعنی ان کو تا قیامت باقی رہنا تھا۔

اگر موجودہ زمانے میں سابقہ انبیاء کرام میں سے کوئی موزوں ہوتے تو ان سب میں زیادہ موزوں آپ ہی ہوتے چونکہ آپ کا اسلام میں اپنے ذاتی کمالات کے علاوہ ہر نبی کا کمال پایا جاتا ہے۔ اور جوں جوں زمانہ ترقی کرتا چلا جائے گا اسی حد تک انسانی زندگی کی استواری کے لئے اس سیرت کی ضرورت شدید سے شدید تر ہوتی چلی جائے گی۔

چنانچہ آپ کے فیض صحبت نے اندھوں کو بینا بیماروں کو تندرست اور مردوں کو زندہ کر دیا کل تک جو رہزن تھے وہ آج اچھے رہرو ہی نہیں بلکہ بہترین رہبر بھی ہو گئے کل تک جن کی زندگی فسق و فجور کی نذر تھی آج وہ اتنے بلند و مقدس مرتبہ پر پہنچ گئے کہ صداقت و پاکیزگی کو ان کے انتساب سے شرف حاصل کرتی ہے کل تک جو مردہ تھے وہ آج زندہ ہی نہیں بلکہ دوسروں کو زندہ کر دینے والے بن گئے۔ ایسے آفتاب کا طلوع جو ہر ذرہ کو آفتاب بنا دے ایسے مسیح کا نزول جو مردہ کو صحیح بنا دے دنیا کی تاریخ میں ایسی نظیر بجز سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کے اور کہیں نہیں مل سکتی ہے؟

اللہ ربّ العزت ہمارے دلوں کو سچی محبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے منور فرما ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت و سیرت پر چلنے والا بنا اور قیامت کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرما۔ آمین یارب العالمین۔

اتحاد ہی میں برکت ہے —— حضرت علامہ نورالہدیٰ نظامی مصباحی علیہ الرحمہ کی یادیں اور مشن

محمد نورالقمر نورانی قادری

اتحاد ہی میں برکت ہے اتحاد ہی میں طاقت ہے اور اتحاد ہی میں قوم وملت کی حقیقی کامیابی پوشیدہ ہے ہماری تاریخ میں ایسے مخلص بے باک اور نڈر علماء گزرے ہیں جنہوں نے اپنی پوری زندگی قوم وملت کو جوڑنے علماء کے درمیان محبت پیدا کرنے اور لوگوں کی خدمت کے لیے وقف کر دی انہی شخصیات میں ایک نمایاں نام حضرت علامہ نورالہدیٰ نظامی مصباحی علیہ الرحمہ کا بھی ہے حضرت علامہ نورالہدیٰ نظامی مصباحی علیہ الرحمہ نے اپنی زندگی میں ہمیشہ اتحاد و اتفاق کی کوشش کی جب تک آپ حیات رہے لوگوں کو قریب لانے، باہمی اختلافات کو کم کرنے اور قوم کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کی فکر میں رہے آپ حق گو بے باک اور نڈر عالم تھے حق بات کہنے میں کسی مصلحت کو خاطر میں نہیں لاتے تھے اور قوم وملت کے مفاد میں اپنی آواز بلند کرنے سے کبھی پیچھے نہیں ہٹے آپ کی زندگی کا ایک اہم مشن علماء کرام سے رابطہ رکھنا تھا آپ علماء کی قدر و منزلت کو سمجھتے تھے اور ان کے درمیان باہمی تعلق اور اتحاد کو قوم کی مضبوطی کا ذریعہ سمجھتے تھے ساتھ ہی آپ کے دل میں عام مسلمانوں کا بھی درد تھا کسی ضرورت مند کی مدد کرنا، کسی پریشان حال کے کام آنا اور لوگوں کی مشکلات کو اپنی مشکلات سمجھنا آپ کی نمایاں خصوصیات میں شامل تھا حضرت کا پیغام صرف باتوں تک محدود نہیں تھا بلکہ آپ عملی زندگی میں بھی اسے نبھاتے تھے۔ آپ کا اندازِ فکر یہ تھا کہ دنیا میں آئے ہیں تو کچھ ایسا کام کر کے جائیں کہ ہمارے جانے کے بعد بھی لوگ ہمیں اچھے لفظوں میں یاد کریں، ورنہ انسان دنیا سے چلا جاتا ہے اور لوگ چند دنوں میں اسے بھول جاتے ہیں آج حضرت علامہ نورالہدیٰ نظامی مصباحی علیہ الرحمہ اس دنیا میں موجود نہیں ہیں، لیکن ان کی خدمات، ان کی حق گوئی، ان کی بے باکی، علماء سے محبت، قوم کا درد اور اتحاد کی کوششیں آج بھی لوگوں کے دلوں میں زندہ ہیں۔ یہی کسی انسان کی حقیقی کامیابی ہے کہ اس کے جانے کے بعد بھی لوگ اسے یاد کریں، اس کا ذکر کریں اور اس کے مشن کو آگے بڑھانے کی کوشش کریں آج ہماری قوم کو پھر ایسے ہی مخلص لوگوں کی ضرورت ہے جو ذاتی مفاد سے اوپر اٹھ کر اتحاد، محبت، خدمت اور اصلاح کی بات کریں۔ ہمیں حضرت علامہ مولانا نورالہدیٰ نظامی مصباحی کی زندگی سے یہ سبق لینا چاہیے کہ اختلافات کے باوجود ایک دوسرے کا احترام کیا جائے، علماء کو متحد رکھا جائے، قوم کے مسائل کو اپنا مسئلہ سمجھا جائے اور جہاں تک ممکن ہو لوگوں کی مدد کی جائے حضرت چلے گئے، مگر ان کا مشن باقی ہے ان کی آواز خاموش ہو گئی، مگر ان کا پیغام باقی ہے ان کی زندگی ختم ہو گئی، مگر ان کی یاد آج بھی زندہ ہے اللہ تعالیٰ حضرت علامہ نورالہدیٰ نظامی مصباحی علیہ الرحمہ کی مغفرت فرمائے، درجات بلند فرمائے اور ہمیں ان کے اتحاد، خدمتِ قوم اور حق گوئی کے مشن کو آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

محمد نورالقمر نورانی قادری
موبائل نمبر ۹۹۱۸۴۸۸۲۵۳

ارباب قلم رشٹرا کی شاندار ماہانہ طرحی نشست

پریس ریلیز
نیپال اردو ٹائمز (نیوز بیورو)

گزشتہ ۱۴ اگست بروز جمعہ بعد نماز مغرب ارباب قلم رشٹرا کی ماہانہ طرحی شعری نشست اجماع اسپورٹنگ کلب چمپا روڈ میں منعقد ہوئی۔ جسکی صدارت گوش بر آواز کے خالق و صحافی مہمان شاعر محترم مشتاق دربھنگوی صاحب نے فرمائی جبکہ نقابت کا فریضہ بحسن و خوبی جناب نوشاد قریشی نے سرانجام دیا، روایت کے مطابق نشست کا آغاز غلام حسین (جگتدل) شمشیر ساحل صاحبان نے ثنائے تاجدار ختم نبوت ﷺ سے کیے۔ مابعد ارباب قلم رشٹرا کی جانب سے دربھنگہ بہار سے تشریف لائے مہمان شاعر مشتاق دربھنگوی صاحب کو ان کی اردو ادب کی بے لوث خدمات پر اور گوش بر آواز ڈائریکٹری کی تحریر کا اعتراف کرتے ہوئے انکی خدمت میں ادارے کے صدر محمد زکریا قادری و ماسٹر کلیم رفیع صاحبان کے ہاتھوں ایوارڈ پیش کیا گیا.
پھر طرحی دور شروع ہوا جن شعراء نے اپنے کلام سے محفل کو زعفران زار کیا انکے اسمائے گرامی ہیں- فیروز انجم، یونس سحر (گھسڑی)، کلیم رفیع، علی شاہد دلکش (کانکی نارہ)، جمشید عادل، بشیر انور، نسیم اشک (جگتدل)، شکیل رشڑوی، معراج بلندی، قیصر امام قیصر (جھارکھنڈ)، شمیم قیصر، عارفہ پروین، عمران رضا قادری، نوشاد قریشی، رحمت علی رضوی، غلام محی الدین شیدا جن کے اشعار سے سامعین خوب خوب محظوظ ہوئے اور جمکر داد و تحسین سے نوازا۔

اخیر میں صدر نشست نے اپنے صدارتی خطبہ میں انتظامیہ کو اس طرح کی نشست منعقد کرنے پر دلی مبارک باد پیش کی اور کہا کہ آج کی نشست کی نوعیت مشاعرے کی صورت لے چکی ہے ایسا بہت کم دیکھنے کو ملتا ہے جہاں اس طرح کی ادبی نشست باقاعدگی سے ہر ماہ مصرعہائے طرح پر انعقاد ہوتی ہے اور ایسی سرگرمی پائی جاتی ہے پھر انہوں نے ارباب قلم رشٹرا کی نذر چار مصرعہ تحریر فرمائی اور بزمان خود عوام و خواص کو پڑھ کر سنایا۔
ملاحظہ فرمائیں۔

جانتے ہیں لوگ جن کو مغربی بنگال میں
ایسے ہی لوگوں سے ہے منسوب اربابِ قلم
اہلِ رشٹرا کو نہ کیوں ہو فخر ایسی بزم پر
نام جس کا ہے بہت ہی خوب اربابِ قلم
(از: مشتاق دربھنگوی)

پھر اپنا مرصع کلام پڑھکر اہلیان ادب کو داد دینے پر مجبور کر دیا۔ جہاں شعراء سامعین کو اپنا گرویدہ بنا رہے تھے وہیں نشست کو کامیاب کرنے میں ادارہ کے صدر محمد زکریا قادری، عابد علی (سیکرٹری اجماع اسپورٹنگ کلب) محمد ابراہیم صاحب سماجی (خدمتگار)، انور علی منا، علی رضا (فیس بک لائیو ٹیلی کاسٹ)، عبدالقیوم انصاری، محمد سلیم، مہتاب عالم، صاحبان کا اہم کردار رہا جس کے سبب بحمد اللہ رب العالمین نشست کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔

جناب کلیم رفیع نے ارباب قلم رشٹرا کی جانب سے مہمانوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے نشست کو آئندہ ماہ یعنی ۲۵ ستمبر بروز جمعہ کے لیے ملتوی کرنے کا اعلان کیا

جس کیلیے مصرعہائے طرح ہیں۔ جی نہ بہلے تو کیا کرے کوئی (یگانہ چنگیزی)
قوافی: دعا، جدا، وفا، ضیا وغیرہ ردیف کرے کوئی
جو گھر سے جاتے ہیں پھر لوٹ کر نہیں آتے (ماہر عبدالحی)
قوافی: مگر، ضرر، شر، در، وغیرہ ردیف نہیں آتے

محمد عربی ﷺ کا پیغام انسانیت کے نام

از * ثناء وقار [کاونسلنگ سائیکالوجسٹ, بین الاقوامی یوتھ رائٹر] نواب پورہ اورنگ آباد مہاراشٹر

ہر وصف ہر کمال میرے مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں ہے, کتنی کشش جمال رسول مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں ہے

اللہ ہم سے صرف عبادت ہی نہیں انسانیت کی بھی تکمیل چاہتا ہے انسان کی تخلیق کا مقصد اللہ تعالی کی عبادت اور انسانیت کی خدمت کرنا ہے انسانوں سے پیار و محبت اور ضرورت مند انسانوں کی مدد کے عمل کو ہر دین اور ہر مذہب میں تحسین کی نظر سے دیکھا جاتا ہے لیکن دین اسلام نے خدمت انسانیت کو بہترین اخلاق اور عظیم عبادت قرار دیا ہے مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور وہ شخص اللہ کو زیادہ محبوب ہے جو اس کی کنبے کے لیے زیادہ مفید ثابت ہو اسلام انسانیت کا علمبردار ہے انسانیت کے وجود کا اگر ہم بغور مطالعہ کریں تو انسانیت کے مفہوم مقام وہ مرتبہ کے بارے میں قرآن کریم کے اندر واضح طور پر آیات موجود ہے جس کا مقصد ہر دور میں انسانیت کے مفہوم کو عام کرنا اور معاشرے میں انسانیت کے کردار کو سامنے لانا ہے سیرت محمدی صلی اللہ علیہ والہ وسلم تمام بنی نوع انسان کے لیے ایک کامل نمونہ ہیں پیغمبر اسلام کی سیرت میں جامعیت ہے اس لیے طبقہ انسانی کے لیے محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سیرت ہدایت کا نمونہ اور نجات کا ذریعہ ہے اسلام میں دو چیزیں ہیں: کتاب اور سنت " کتاب سے مقصود قرآن مجید اور سنت سے مراد احادیث ہیں آج بھی اس کامل تعلیم کی سیرت کو فخر کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کیا جاتا ہے گویا سیرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کا ائینہ خانہ ہے جس میں دیکھکر ہر شخص اپنے جسم وروح, ظاہر و باطن, قول و عمل, زبان و دل, آداب ورسوم, طور و طریق کی اصلاح اور درستی کرتا ہے. ایسی کامل و جامع ہستی جو اپنی زندگی میں ہر نوع اور ہر قسم, ہر گروہ اور ہر صنف انسانی کے لیے ہدایت کی مثالیں اور نظیریں ہیں جو غیظ و غضب اور رحم و کرم, شجاعت اور بہادری, رحم دلی, دین اور دنیا دونوں کے لیے ہم کو اپنی زندگی کے نمونوں سے روشن کیا. ربیع الاول کے مہینہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص نسبت ہے اللہ تعالی کے بعد اس کائنات میں سب سے زیادہ قابل احترام ہستی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے امت مسلمہ ۱۴۰۰ سال سے فائدہ اٹھا رہی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات دو چار سو سال کے لیے نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات تو قیامت تک کے لیے ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں مکمل نظام حیات ہے اس پر عمل پیرا ہونے سے نہ صرف سماجی, معاشی, سیاسی اخلاقی, نفسیاتی, تعلیمی بلکہ زندگی کے ہر شعبے میں ہم عروج حاصل کر سکتے ہیں اور صحت اور توانائی کی دولت سے بھی مستفید ہو سکتے ہیں . حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات تمام عالم کے انسانوں کے لیے باعث رحمت ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات ہمہ پہلو خیر وبرکت کی حامل ہیں اسلام

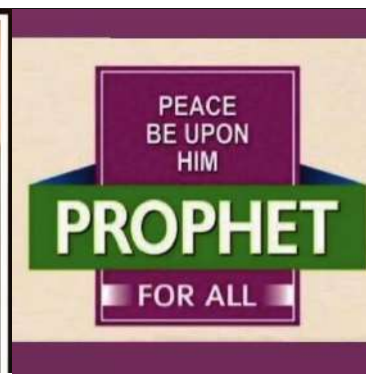

دین فطرت ہے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ہاتھوں دین کی تکمیل ہوئی. تمام عالم کے انسان کے لیے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اچھے کردار کی بہترین مثال ہے بہر حال یہ واضح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام ہدایت کی جو روشنی پھیلی وہ انسانیت کے ہر طبقہ کے لیے مکمل رہنمائی ہے. خواہ وہ بڑے سے بڑا فلاسفی, مفکر سائنس داں یا دانشور ہو یا ایک عام انسان " سورہ الاعراف کی آیت ۱۵۷-۱۵۶ میں پوری نوع انسانی کے لیے بلکہ قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کے اہم پہلو کو نمایاں کیا گیا ہے. رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کا پیغام پورے عالم انسانیت کے لیے مشعل راہ ہے ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمت العالمین بنا کر بھیجا گیا ربیع الاول کے اس بابرکت مہینے میں دوسرے مذاہب کے لوگوں تک محبت, حسن اخلاق, دوستی امن, بھائی چارگی اور خدمت کے ذریعے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور اسلام کا خوبصورت پیغام پہنچیں اس کے لیے وطن عزیز ہندوستان میں ایک بہترین مہم جاری ہے "Prophet for all" " حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت کی مناسبت سے ممبئی کی مختلف ملی اور سماجی تنظیموں بالخصوص اسلام جمخانہ کی جانب سے کئی سالوں سے " پرافیٹ فار آل " مہم کا انعقاد کیا جا رہا ہے اس مہم کا بنیادی مقصد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات جو رحمت, محبت امن, رواداری خدمت انسانیت اور بین المذاہب ہم آہنگی پر مشتمل ہے امسال بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور تعلیمات کو بالخصوص برادران وطن تک پہنچانے کے لیے متعدد پروگرامس منعقد کرنے کا منصوبہ کیا گیا مہم کا شیڈیول : اس طرح سے ہے (۱۴/ اگست یوم تعارف رسول صلی اللہ علیہ وسلم, ۱۵/ اگست یوم نوجوان سفیران,۱۶/ اگست یوم تعارفی مسجد,۱۷/ اگست یوم خاندان و شکر گزاری, ۱۸/ اگست یوم صحت و امید, ۱۹/ اگست یوم بچوں کی ترجیح, ۲۰/ اگست یوم ہمدردی,۲۱/ اگست یوم ہم آہنگی, ۲۲/ اگست یوم سر سبز زمین,۲۳/ اگست یوم تحفہ حیات,۲۴/ اگست یوم خدمت انسانیت, ۲۵/ اگست یوم پیغمبر برائے سبھی, ۲۶/ اگست یوم رحمت برائے سبھی) یہ تمام منصوبہ بندی شہر اورنگ آباد مہاراشٹر میں منعقدہ میٹنگ کے دوران" پرافیٹ فار آل " مہم کے کمیٹی ممبران اور ذمہ داران ' باوقار اشخاص " پروفیسر قاسم امام صاحب, عامر ادریسی صاحب, سعید خانصاحب, اور پرنسپل زیبا ملک صاحبہ نے میٹنگ میں شرکت فرما تمام شرکا کو اس منصوبہ بندی سے آگاہ کیا. میں ثناء وقار اس مبارک مہم کو پروان چڑھانے کے لیے تمام امت مسلمہ اور نوجوانوں سے التجا کرتی ہوں کہ اس مہم میں جوش و خروش کے ساتھ بڑھ چڑھکر حصہ لیں اور امت محمدی ہونے کا ثبوت دیں ہر مسلمان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلی اخلاق کا سفیر بن سکتا ہے اپنے دوستی کو فروغ دیں, غلط فہمیوں کو دور کر کریں اور رحمت, ہمدردی, امن انصاف, انسانیت کی خدمت اور بین المذاہب ہم آہنگی کو عام کیجیے آخر میں ہم " پرافیٹ فار آل" مہم کے تمام کمیٹی ممبران ذمہ دار افراد جو اس مبارک کام کو بخوبی انجام دے رہے ہیں تمام باوقار شخصیات کو مبارکباد پیش کرتے ہے اور اللہ تعالی سے دعا کرتے آپ تمام کے کے اس مبارک مقصد کو اللہ تعالی جزائے خیر عطا فرمائے اور تمام افراد کو اس کا اجر عطا کرے آمین"

کی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے وفا تو نے ' تو ہم تیرے ہیں,
یہ جہاں چیز ہے کیا 'لوح و قلم تیرے ہیں 🌹

استقبالِ ماہِ آمدِ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

محمد حسن علیمی لہرولی، نول پراسی نیپال

ربیع الاول اسلامی سال کا ایک نہایت بابرکت، مقدس اور روح پرور مہینہ ہے۔ یہ وہ مبارک مہینہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی، خاتم النبیین، رحمتِ عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں مبعوث فرما کر انسانوں پر عظیم احسان فرمایا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پوری کائنات کے لیے اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے ظلمتوں میں اجالا ہوا، جہالت کے اندھیرے چھٹے، انسان کو اس کے رب کی معرفت حاصل ہوئی اور زندگی گزارنے کے لیے ایک کامل اور جامع دستورِ حیات عطا ہوا۔ اسی نسبت سے ربیع الاول کا روح پرور مہینہ اہلِ ایمان کے لیے محبت، عقیدت، شکر اور خوشی کا پیغام لے کر آتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل عرب معاشرہ مختلف برائیوں میں مبتلا تھا۔ شرک وبت پرستی عام تھی، کمزوروں پر ظلم کیا جاتا تھا، عورتوں کے حقوق پامال ہوتے تھے، معمولی باتوں پر قبائلی جنگیں برپا ہو جاتی تھیں اور اخلاقی اقدار کمزور پڑ چکی تھیں۔ ایسے ماحول میں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری رسول بنا کر بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دی اور

انہیں سچائی، امانت، عدل، مساوات، رحم، محبت اور حسنِ اخلاق کا درس دیا۔ آپ نے انسان کو یہ حقیقت سمجھائی کہ عزت و فضیلت کا معیار مال، خاندان یا رنگ و نسل نہیں بلکہ تقویٰ اور نیک کردار ہے۔

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین قرار دیا۔ آپ صرف مسلمانوں کے لیے ہی نہیں بلکہ تمام جہانوں کے لیے رحمت بن کر تشریف لائے۔ آپ نے یتیموں، مسکینوں، غلاموں، عورتوں، پڑوسیوں اور معاشرے کے کمزور افراد کے حقوق کی خصوصی تعلیم دی۔ آپ نے دشمنوں کے ساتھ بھی عفو و درگزر، عدل اور حسنِ سلوک کا مظاہرہ فرمایا۔ فتح مکہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ان لوگوں کو بھی معاف فرما دیا جنہوں نے برسوں سے آپ اور صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو اذیتیں دی تھیں۔ یہ آپ کے بے مثال رحم و کرم اور اعلیٰ اخلاق کی روشن دلیل ہے۔

ماہِ ربیع الاول کا استقبال محض ظاہری خوشی یا رسم و رواج کا نام نہیں ہونا چاہیے، بلکہ یہ ہمیں اپنے اعمال کا جائزہ لینے اور اپنی زندگی کو سنتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق بنانے کی دعوت دیتا ہے۔ اس مہینے میں ہمیں چاہیے کہ ہم کثرت سے درود و سلام پڑھیں، قرآنِ کریم کی تلاوت کریں، سیرتِ طیبہ کا مطالعہ کریں اور اپنے بچوں اور نوجوانوں کو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور تعلیمات سے آگاہ کریں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہمیں بتاتی ہے کہ ایک اچھا مسلمان صرف عبادات ہی نہیں کرتا بلکہ اپنے اخلاق، معاملات اور کردار سے بھی اسلام کی خوبصورتی ظاہر کرتا ہے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ایمان کا اہم تقاضا ہے، لیکن محبت کا حقیقی ثبوت صرف زبان سے دعویٰ کرنا نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اتباع کرنا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو اپنی روزمرہ زندگی کا حصہ بنائیں۔ گفتگو میں سچائی اختیار کریں، وعدوں کی پابندی کریں، والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کریں، پڑوسیوں کا خیال رکھیں، غریبوں اور ضرورت مندوں کی مدد کریں، کسی کا حق نہ ماریں اور اپنے دل کو بغض، حسد، تکبر اور نفرت سے پاک رکھنے کی کوشش کریں۔ یہی وہ عملی راستہ ہے جس سے ہم محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کردار میں ظاہر کرسکتے ہیں۔

آج کے دور میں جب معاشرہ بے شمار اخلاقی، معاشی اور سماجی مسائل کا شکار ہے، سیرتِ مصطفی کی ضرورت پہلے سے کہیں زیادہ محسوس ہوتی ہے۔ اگر ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں نافذ کرلیں تو ہمارے گھروں میں محبت، معاشرے میں امن اور دلوں میں اطمینان پیدا ہو سکتا ہے۔ نوجوان نسل کو خصوصاً یہ سمجھانے کی ضرورت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی صرف تاریخ کا ایک باب نہیں بلکہ قیامت تک انسانیت کے لیے رہنمائی کا سرچشمہ ہے۔ آپ کی سیرت میں طالب علم کے لیے رہنمائی، والدین کے لیے تربیت، حکمران کے لیے عدل، تاجر کے لیے دیانت، استاد کے لیے شفقت اور عام انسان کے لیے بہترین اخلاق کا نمونہ موجود ہے۔

ربیع الاول ہمیں یہ پیغام بھی دیتا ہے کہ ہم اپنے دلوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے روشن کریں اور اپنی زندگی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے مطابق سنواریں۔ درود و سلام کی محافل، سیرت النبی کے اجتماعات اور نعتیہ پروگرام اگر اخلاص، شریعت کی پابندی اور اصلاحِ کردار کے جذبے کے ساتھ منعقد کیے جائیں تو وہ ہمیں سیرتِ طیبہ سے جوڑنے کا بہترین ذریعہ بن سکتے ہیں۔ ہمیں اس بات کا خصوصی اہتمام کرنا چاہیے کہ ماہِ ربیع الاول کی خوشی ہمارے اخلاق اور اعمال میں بھی نمایاں ہو۔

آخر میں یہ بات یاد رکھنا ضروری ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا حقیقی استقبال یہی ہے کہ ہم آپ ﷺ کے پیغام کو سمجھیں، اسے اپنی زندگی میں نافذ کریں اور دوسروں تک محبت و حکمت کے ساتھ پہنچائیں۔ ہماری زبان پر درود، دل میں محبت اور کردار میں سنتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہونی چاہیے۔ اگر ربیع الاول کے بابرکت ایام ہمیں سچائی، محبت، رحم، عدل، خدمتِ خلق اور اطاعتِ رسول کی طرف لے جائیں تو یہ ہمارے لیے حقیقی کامیابی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائے، آپ کی سیرتِ طیبہ کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔

استقبالِ ماہِ ربیع النور کے احسن طریقے

پیر کے دن بھور میں بارہ ربیع النور کو
وجد میں ہے ساری خلقت ساعت میلاد ہے
صحنِ ہستی جگمگایا آگئے ماہ عرب
(معظّم ارزاں شاہی دوست پوری)

اسلامی سال کا تیسرا مہینہ ربیع الاول ہے۔ اسے "ربیع النور" بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اسی مبارک مہینے میں اللہ رب العزت نے اپنی سب سے بڑی نعمت، رحمتِ عالم، سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو دنیا میں مبعوث فرمایا۔ یہ مہینہ مسلمانوں کے لیے خوشی، محبت، ایمان کی تجدید اور سنت کے احیاء کا مہینہ ہے۔ جس طرح کوئی مہمانِ خاص گھر آئے تو ہم گھر سجاتے ہیں، صفائی کرتے ہیں، دل سے استقبال کرتے ہیں، اسی طرح اس مہینے کا استقبال بھی ہمارے ایمان کا تقاضا ہے۔ لیکن استقبال کا مطلب صرف چراغاں اور جھنڈے نہیں، بلکہ اپنی زندگی کو نبی ﷺ کی تعلیمات کے مطابق ڈھالنا ہے۔

قلبی استقبال - نیت اور محبت کی تجدید

سب سے پہلا اور سب سے بڑا استقبال دل کا ہے۔ نبی ﷺ سے محبت ایمان کی بنیاد ہے۔ اس مہینے کے آغاز پر ہمیں نیت کرنی چاہیے کہ ہم اپنی زندگی سے گناہ کم کریں گے اور نیکیاں بڑھائیں گے۔ اس مہینے کا سب سے بڑا وظیفہ "درود شریف" ہے۔

قرآن میں اللہ خود فرماتا ہے: "بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں"۔ اس لیے روزانہ کم از کم ۳۱۳ بار درود ابراہیمی پڑھنے کا اہتمام کریں۔ چلتے پھرتے، کام کرتے زبان پر "اللہم صل علی محمد" جاری رکھیں۔ جب دل میں محبت ہو گی تو عمل خود بخود آئے گا۔

گھریلو استقبال، روحانی ماحول کی تشکیل

ہمارا گھر ہماری پہلی درسگاہ ہے۔ ربیع الاول میں گھر کو روحانی ماحول دینا چاہیے۔

صفائی اور خوشبو: گھر کی صفائی کریں۔ نبی ﷺ کو پاکیزگی اور خوشبو بہت پسند تھی۔ گھر میں عطر کا استعمال کریں۔

چراغاں اور سبز پرچم: دروازے پر "مرحبا یا مصطفیٰ ﷺ" کا بینر لگائیں۔ سبز جھنڈے لہرائیں۔ یہ اظہارِ محبت ہے بشرطیکہ اسراف نہ ہو۔ سیرت کی تعلیم: ہر رات کھانے کے بعد ۱۰ منٹ سیرت النبی ﷺ کی کوئی کتاب پڑھیں یا بچوں کو کوئی واقعہ سنائیں۔ "رحمۃ اللعالمین" کی سیرت ہی ہماری اصلاح کا راستہ ہے۔ نعت کی محفل: ہفتے میں ایک بار گھر والوں کے ساتھ بیٹھ کر نعت خوانی کریں۔ اس سے گھر میں برکت اور سکون آتا ہے۔

لسانی استقبال - ذکر، نعت اور دعوت

زبان وہ آلہ ہے جس سے ہم اپنی محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ کثرتِ درود: اس مہینے میں درود کو اپنی سانس بنالیں۔ نعت خوانی: اگر اللہ نے آواز دی ہے تو اپنی آواز میں نعت ریکارڈ کر کے لوگوں تک پہنچائیں۔ شاعروں کے لیے یہ سب سے بہترین موقع ہے۔

- سیرت کے واقعات: سوشل میڈیا پر روزانہ نبی ﷺ کی کوئی ایک سنت یا ایک اخلاقی واقعہ شیئر کریں۔ آج کے فتنے کے دور میں سیرت ہی نوجوانوں کے لیے رہنمائی ہے۔

یاد رکھیں، نعت پڑھنے کا مقصد شہرت نہیں بلکہ عشق کا اظہ0627ر ہے۔

عملی استقبال - سنت پر عمل

محبت کا تقاضا اطاعت ہے۔ زبانی دعوے کافی نہیں۔

اخلاق: نبی ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ آپ کا اخلاق تھا۔ غصہ کنٹرول کریں، جھوٹ چھوڑیں، پڑوسیوں سے حسنِ سلوک کریں۔

عبادت: پنج وقتہ نماز کی پابندی کریں۔ ۱۲ رکعت نوافل، تہجد اور اشراق کا اہتمام کریں۔

سخاوت: اس مہینے میں حسبِ توفیق صدقہ کریں۔ غریبوں کو کھانا کھلائیں۔ نبی ﷺ سب سے زیادہ سخی تھے۔

سنتِ ظاہری: مسواک، داڑھی، سلام میں پہل، مہمان نوازی - ان چھوٹی سنتوں کو زندہ کریں۔

معاشرتی اور سوشل میڈیا پر استقبال

آج کا دور سوشل میڈیا کا دور ہے۔ ایک شاعر و ادیب ہونے کے ناطے آپ پر دوہری ذمہ داری ہے۔

- نعتیہ شاعری سیریز: "۳۰ دن ۳۰ نعتیں" کے عنوان سے روز ایک نعت پوسٹ کریں۔

۱۲ ربیع الاول - عید میلاد النبی ﷺ کیسے منائیں؟

یہ دن شکرانے کا دن ہے۔

۱. روزہ رکھیں۔

۲. غسل کر کے صاف ستھرے کپڑے پہنیں اور عطر لگائیں۔

۳. ختمِ درود اور قرآن خوانی کی محفل رکھیں۔

۴. ناداروں میں کھانا اور مٹھائی تقسیم کریں۔

۵. ڈھول، ناچ اور اسراف سے بچیں۔ ادب کا دامن تھامے رکھیں کیونکہ یہ محبت کا دن ہے، تماشے کا نہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ ربیع النور کا احسن استقبال یہ ہے کہ ہم ۱۲ ربیع الاول کے بعد ۱۳ ربیع الاول کو بھی نبی ﷺ والے بن جائیں۔ چراغ بجھ جائیں، جھنڈے اتر جائیں، لیکن دل میں جو نبی ﷺ کی محبت کا چراغ جلا ہے وہ کبھی نہ بجھے۔

آیئے عہد کریں کہ اس مہینے ہم اپنی زندگی کا ایک شعبہ ضرور سنت کے مطابق کریں گے۔ اللہ ہم سب کو سچی محبتِ رسول ﷺ نصیب فرمائے اور ہمیں قیامت کے دن آپ ﷺ کے جھنڈے تلے جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔

جشن ولادت مصطفیٰ ﷺ اور جلوس میلاد کے آداب

✍ مفتی سراج احمد قادری، مصباحی، ممبئی، انڈیا۔
۶۳۵۵۱۵۵۷۸۱

محترم عاشقانِ رسول ﷺ!

ربیع الاول شریف وہ بابرکت اور مقدس مہینہ ہے جس میں ہمارے پیارے آقا و مولا، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ دنیا بھر میں مسلمان بارہ ربیع الاول شریف کے موقع پر میلاد مصطفیٰ ﷺ کی خوشیاں مناتے، درود و سلام پڑھتے اور محبت رسول ﷺ کا اظہار کرتے ہیں۔ ہندوستان میں بھی مختلف شہروں اور علاقوں میں جلوس میلاد کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

یہ خوشی یقیناً حضور ﷺ سے قلبی محبت و عقیدت کی خوشی ہے، اس لیے ضروری ہے کہ جشن ولادت مصطفیٰ ﷺ شریعت کے دائرے، اخلاق نبوی ﷺ اور ملک کے قانون کی پابندی کے ساتھ منایا جائے تاکہ ہماری خوشی دوسروں کے لیے زحمت نہ بنے اور جلوس امن، وقار اور حسن اخلاق کی خوبصورت مثال بن جائے۔

جلوس میلاد کے چند اہم آداب اور احتیاطی تدابیر

۱۔ نیت درست رکھیں:
جلوس کا مقصد محض شور، واہ واہی، نمائش یا مقابلہ نہ ہو، بلکہ محبت رسول ﷺ، ذکر و درود، سیرت طیبہ کی یاد اور نیکی کی دعوت ہو۔

۲۔ وضو اور نماز کا اہتمام کریں:
جلوس میں شامل ہونے سے پہلے حتی الامکان وضو کرلیں اور پاکیزگی کا اہتمام کریں۔ اگر جلوس کے دوران نماز کا وقت ہو جائے تو جلوس کی مصروفیت کو نماز پر ترجیح نہ دیں، بلکہ نماز باجماعت کا اہتمام کریں۔ محبت رسول ﷺ کا تقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ کی تعلیمات پر عمل بھی کیا جائے۔

۳۔ مقامی انتظامیہ سے مکمل تعاون کریں:
جلوس کے لیے جہاں اجازت یا پیشگی اطلاع قانونی طور پر ضروری ہو، وہاں منتظمین بروقت تمام قانونی تقاضے پورے کریں۔ انتظامیہ کی مقرر کردہ شرائط، راستے، اوقات اور ہدایات کی پابندی کی جائے۔

۴: راستے میں نظم و ضبط برقرار رکھیں:
جلوس منظم انداز میں چلے۔ سڑکوں کو غیر ضروری طور پر مکمل بند نہ کیا جائے اور ایمبولینس، فائر بریگیڈ، پولیس، مریضوں اور دیگر ہنگامی خدمات کے راستے میں رکاوٹ نہ بنیں۔

۵۔ خواتین اور بالغ لڑکیوں کو جلوس میں شامل نہ کریں:
گھروں کے ذمہ دار مرد حضرات اس معاملے میں پہلے ہی سے ذمہ داری کا مظاہرہ کریں اور اپنی بالغ خواتین اور لڑکیوں کو جلوس میں شرکت سے روکیں۔ بسا اوقات خواتین کے جلوس میں شامل ہونے سے مرد و خواتین کا اختلاط، بے احتیاطی اور دیگر فتنوں کی صورت پیدا ہو جاتی ہے، جس کے باعث علما کو دوران جلوس اعلان کر کے خواتین کو الگ ہونے یا گھروں کو واپس جانے کی درخواست کرنا پڑتی ہے۔
اگر مرد حضرات پہلے ہی سے اس ذمہ داری کو سمجھیں اور اپنے گھر کی خواتین کو جلوس میں جانے سے روکیں تو جلوس بہت سے فتنوں، بے اعتدالیوں اور ناگوار صورت حال سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

۶۔ اشتعال انگیز نعروں سے مکمل اجتناب کریں:
حضور اکرم ﷺ رحمت بن کر تشریف
[illegible]

، کلمات، تقریریں یا حرکات نہ کی جائیں جن سے کسی مذہب، طبقے یا کسی فرد کی دل آزاری، اشتعال یا کشیدگی پیدا ہو۔

۷۔ ڈی جے اور غیر مناسب آوازوں سے مکمل اجتناب کریں:
جلوس میلاد کو شور و ہنگامے کا ذریعہ نہ بنائیں۔ ڈی جے، گانے باجے اور غیر مناسب آوازوں سے مکمل اجتناب کیا جائے۔ سادگی، وقار اور ادب کے ساتھ نعت رسول مقبول ﷺ پڑھتے ہوئے، لبوں پر درود و سلام سجائے، اطمینان اور سکون کے ساتھ چلیں۔
یاد رکھیں! جلوس کی خوب صورتی بلند آواز نہیں، بلکہ ذکر، درود، ادب، نظم اور محبت رسول ﷺ ہے۔

۸۔ دوسرے مذاہب کے عبادت خانوں اور جذبات کا احترام کریں:
جلوس اگر کسی عبادت گاہ کے قریب سے گزرے تو خصوصی احتیاط کی جائے۔ مقررہ راستے اور انتظامیہ کی ہدایات پر عمل کیا جائے اور کسی بھی قسم کی اشتعال انگیزی سے بچا جائے۔

۹۔ علما و ائمہ کو آگے رکھا جائے:
جلوس میں ائمۂ مساجد، علما و مشائخ اور اہل علم حضرات کو مناسب طور پر آگے رکھا جائے اور دیگر شرکا ان کے پیچھے نظم و ضبط کے ساتھ چلیں۔ اس سے جلوس کی شان، وقار اور دینی شناخت مزید نمایاں ہوگی اور عوام بھی علما کی رہنمائی میں زیادہ منظم انداز سے آگے بڑھ سکیں گے۔

۱۰۔ کھانے پینے کی اشیا تقسیم کرتے وقت رزق کا ادب ملحوظ رکھیں:
جلوس میں بسکٹ، چاکلیٹ، پانی ،بریانی، پلاؤ، یا دیگر اشیائے خوردنی تقسیم کرنا نیکی اور محبت کا کام ہے، لیکن تقسیم کرنے کا انداز بھی باادب ہونا چاہیے۔ خدارا کھانے پینے کی چیزیں لوگوں کی طرف پھینک کر یا اچھال کر نہ دیں۔ کوشش کریں کہ چیز ان کے ہاتھ میں رکھ کر دیں یا انہیں اپنے پاس بلا کر عطا کریں۔
بسا اوقات چیزیں اچھالنے کی وجہ سے سڑک پر گر جاتی ہیں اور پھر لوگوں کے قدموں تلے آکر ضائع ہو جاتی ہیں۔ یہ رزق کی بے حرمتی اور ناشکری کا سبب بن سکتا ہے۔ خدارا! رزق کا احترام کریں، نعمتوں کی قدر کریں اور تقسیم طعام کو بھی ادب و وقار کے ساتھ انجام دیں۔

۱۱۔ جلوس کو نظم و ضبط کے ساتھ جاری رکھیں:
راستے میں ایک دوسرے کو دھکا دینا، شور شرابا، غیر ضروری دوڑ دھوپ، دوسروں کے لیے تکلیف کا باعث بننے والے کام اور سڑکوں پر بے ترتیبی سے بچیں۔ ٹریفک، راہ گیروں، دکان داروں اور مقامی لوگوں کے حقوق کا خیال رکھیں۔ راستہ بند کرنے یا کسی کو تکلیف پہنچانے سے حتی الامکان اجتناب کریں۔

۱۲۔ صفائی کا اہتمام کریں:
جلوس کے بعد سڑکوں، گلیوں اور عوامی مقامات پر کچرا نہ چھوڑیں۔ پانی کی بوتلیں، کھانے کے پیکٹ اور دیگر اشیا ادھر ادھر پھینکنے کے بجائے مناسب جگہ پر ڈالیں۔ صفائی بھی ایمان اور حسن اخلاق کا حصہ ہے۔

۱۳۔ راستے میں لوگوں کو تکلیف نہ دیں
کسی کے گھر، دکان، کاروبار یا گاڑی کے سامنے بلا ضرورت ہجوم نہ کیا جائے۔ کسی راہ گیر کو دھکا دینا، بدتمیزی کرنا یا راستہ روکنا عشق رسول ﷺ کے شایان شان نہیں۔

۱۴۔ سوشل میڈیا پر ذمہ داری کا مظاہرہ کریں:۔
ایسی ویڈیوز، افواہیں، غیر مصدقہ خبریں یا اشتعال انگیز پوسٹس شیئر نہ کریں جو ماحول کو خراب کرسکتی ہوں۔ کسی ناخوشگوار واقعے کی صورت میں خود فیصلہ کرنے کے بجائے ذمہ دار منتظمین اور متعلقہ حکام کو اطلاع دیں۔

منتظمین کی خصوصی ذمہ داری:
جلوس کے ذمہ دار حضرات پہلے سے رضاکاروں کی ٹیمیں تشکیل دیں، راستے اور پروگرام کی مکمل منصوبہ بندی کریں، ٹریفک اور ہنگامی صورتِ حال کے لیے انتظامیہ سے رابطہ رکھیں، گمشدہ بچوں یا کسی ہنگامی ضرورت کے لیے رابطہ مرکز قائم کریں اور شرپسند عناصر کو جلوس کا ماحول خراب کرنے کا موقع نہ دیں۔

یاد رکھیں!
ایک چھوٹی سی بے احتیاطی پورے جلوس اور پوری جماعت کی بدنامی کا سبب بن سکتی ہے۔ اس لیے جوش کے ساتھ ہوش بھی ضروری ہے۔

اصل پیغام محبت رسول ﷺ ہے
ہمیں یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ جشن ولادت مصطفیٰ ﷺ صرف چراغاں، جھنڈوں اور جلوس کا نام نہیں، بلکہ آپ ﷺ کی سیرت کو اپنی زندگی میں اپنانے کا نام بھی ہے۔

میلادِ مصطفیٰ ﷺ پر ادب واحترام کا پاکیزہ نقش جمانے والی تحقیقی کتاب

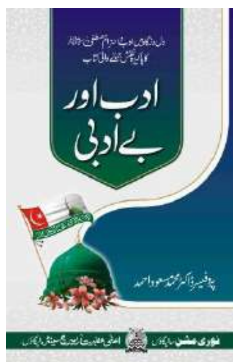

"ادب اور بے ادبی" از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی نوری مشن سے اشاعت

مالیگاؤں: تعظیم و تکریم مصطفیٰ ﷺ پر پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی سنجیدہ و تحقیقی کتاب "ادب اور بے ادبی" کو نوری مشن نے ۱۶۵/ویں اشاعت کے بطور شائع کر دیا ہے۔ یہ کتاب سیرتِ رسول ﷺ کے تکریمی پہلوؤں پر درسِ عمل مہیا کرتی ہے۔ ۸۸/صفحات میں ۱۳۸/مصادر و مآخذ سے استفادہ کیا گیا ہے۔ اسلوبِ تحریر عمدہ، دل نشیں اور ایمان افروز ہے۔ نقد و نظر کے پیمانے تعمیری مزاج اور تقدس ناموسِ رسالت ﷺ کا پاکیزہ درس ازبر کراتے ہیں۔ اسی رخ سے ماہِ ربیع الاول کی بہاروں میں نوری مشن نے اس کتاب کو بلا قیمت مہیا کیا ہے۔
میلادِ مصطفیٰ ﷺ کی بہاروں میں ایسی ایمان افروز کتاب کا مطالعہ یقیناً ایمان کی تقویت کا باعث ہو گا۔ کتاب کے حصول کے لیے اعلیٰ حضرت ریسرچ سینٹر نور باغ مالیگاؤں یا مدینہ کتاب گھر نزد مدینہ مسجد رابطہ کیا جاسکتا ہے۔ پی ڈی ایف فائل کے لیے ان نمبرات پر واٹس ایپ رابطہ کیا جا سکتا ہے، ۹۲۷۳۵۷۴۰۹۰، ۹۳۲۵۰۲۸۵۸۶، ۷۵۸۸۸۱۵۸۸۸، ایسی اطلاع نوری مشن مالیگاؤں نے ارسال کی۔

غزل

اے میرے ہمنشیں مُجھکو کیا ہو گیا
میں ترے عشق میں اب فنا ہو گیا

پیار و الفت سے ڈرتا رہا میں مگر
آج لفظِ وفا سے وفا ہو گیا

عمر میری نہ تھی کہ محبت کروں
پھر قیامت یہ کیسے بپا ہو گیا

دل اسی سے لگا کر کے سونچوں سدا
مجھ سے یہ کیسا یارو خطا ہو گیا

جس نے باغوں کو دی ایک دورِ خزاں
وہ محبت بھی مجھ کو عطا ہو گیا

تیری یادوں میں آہیں بھروں رات بھر
جو خطا تھی مری وہ سزا ہو گیا

جس کی خاطر تو گُمنام ہے اے ثمیرؔ
آج وہ پیار کیوں بے وفا ہو گیا

ثمیرؔ سعید کٹیہاری

سیرتِ طیبہ ﷺ: اصلاحِ فرد سے تعمیرِ معاشرہ تک، عصرِ حاضر کے لیے رہنمائی

کالم نگار: محمد فداء المصطفیٰ قادری * پی جی ریسرچ اسکالر: دارالہدیٰ اسلامک یونیورسٹی، کیرالا

آج کا انسان بظاہر ترقی کی بلند ترین منزلوں تک پہنچ چکا ہے۔ سائنس نے اس کی زندگی کو آسان بنا دیا، ٹیکنالوجی نے دنیا کو ایک دوسرے کے قریب کر دیا، رابطے کے ذرائع نے فاصلے مٹا دیے اور علم و معلومات کے دروازے ہر شخص کے لیے کھول دیے، لیکن اس سب کے باوجود انسان آج بھی سکون، اطمینان، اخلاقی استحکام اور معاشرتی امن کی تلاش میں ہے۔ ہمارے پاس وسائل بہت ہیں، مگر سکون کم ہے؛ معلومات بہت ہیں، مگر شعور کم ہے؛ رابطے بہت ہیں، مگر تعلقات کمزور ہیں۔ ایسے دور میں سیرتِ طیبہ ﷺ انسان کے سامنے محض ایک تاریخی واقعہ بن کر نہیں بلکہ ایک مکمل ضابطۂ حیات بن کر آتی ہے۔

رسولِ اکرم ﷺ کی سیرت کا سب سے نمایاں پہلو یہ ہے کہ آپ ﷺ نے معاشرے کی اصلاح کا آغاز انسان کے اندر سے کیا۔ آپ ﷺ نے سب سے پہلے عقیدے کو درست کیا، دلوں کو اللہ کی معرفت سے روشن کیا، اخلاق کو سنوارا اور انسان کو اس کی اصل ذمہ داری کا احساس دلایا۔ اس کے بعد یہی صالح افراد ایک صالح معاشرے کی بنیاد بنے۔ اس لیے سیرتِ طیبہ ﷺ کو سمجھنے کے لیے یہ بات بنیادی اہمیت رکھتی ہے کہ معاشرے کی اصلاح کا آغاز ہمیشہ فرد کی اصلاح سے ہوتا ہے۔

آج ہم معاشرے کی خرابیوں کا شکوہ بہت کرتے ہیں۔ ہمیں سیاست میں بدعنوانی نظر آتی ہے، تجارت میں دھوکا دکھائی دیتا ہے، تعلیم میں کمزوریاں نظر آتی ہیں، نوجوانوں میں بے راہ روی دکھائی دیتی ہے، خاندانوں میں اختلافات نظر آتے ہیں اور معاشرے میں نفرت بڑھتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ لیکن ہم اکثر یہ بھول جاتے ہیں کہ یہ معاشرہ ہم ہی سے بنتا ہے۔ جس معاشرے کے افراد جھوٹ بولتے ہوں، وہ معاشرہ سچائی کا علم بردار کیسے بن سکتا ہے؟ جس کے افراد اپنے مفاد کے لیے دوسروں کے حقوق پامال کریں، وہاں عدل کیسے قائم ہو سکتا ہے؟ جس گھر میں والدین بچوں کو وقت نہ دیں اور بچے والدین کو بوجھ سمجھنے لگیں، وہاں خاندانی نظام کیسے مضبوط رہے گا؟

رسول اللہ ﷺ نے انسان کو سب سے پہلے اس کے اپنے نفس کا نگہبان بنایا۔ آپ ﷺ کی تعلیمات میں صداقت، امانت، حیا، صبر، شکر، عدل، رحم، عفو و درگزر اور حسنِ اخلاق کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ یہی وہ اوصاف ہیں جن سے ایک فرد اچھا انسان بنتا ہے اور اچھے افراد مل کر اچھا معاشرہ تشکیل دیتے ہیں۔

آج ہماری سب سے بڑی ضرورت یہی ہے کہ ہم سیرتِ رسول ﷺ کو صرف پڑھنے اور سننے تک محدود نہ رکھیں بلکہ اسے اپنی زندگی کا آئینہ بنائیں۔ ہم یہ ضرور دیکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے کیا فرمایا، لیکن ہمیں یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ ہم اپنی زندگی میں ان فرامین پر کہاں تک عمل کر رہے ہیں۔ ہم محبتِ رسول ﷺ کا دعویٰ کرتے ہیں، نعتیں پڑھتے ہیں، محافل منعقد کرتے ہیں، سیرت کے جلسے کرتے ہیں، لیکن اگر ہماری زبان سے جھوٹ، غیبت اور بدکلامی جاری ہے، ہمارے معاملات میں خیانت ہے، ہمارے گھروں میں ظلم ہے اور ہمارے دلوں میں دوسروں کے لیے نفرت ہے تو ہمیں اپنے دعوائے محبت کا جائزہ لینا چاہیے۔

سیرتِ طیبہ ﷺ ہمیں گھر سے اصلاح کا سبق دیتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اہلِ خانہ کے ساتھ حسنِ سلوک، محبت اور شفقت کا ایسا نمونہ پیش فرمایا جو ہمارے لیے بہترین مثال ہے۔ آج گھر موجود ہیں، مگر گھروں کا سکون کم ہوتا جا رہا ہے۔ ایک ہی گھر میں رہنے والے افراد ایک دوسرے سے زیادہ وقت موبائل اسکرین کے ساتھ گزارتے ہیں۔ والدین بچوں کی تربیت کے بجائے صرف ان کی تعلیمی کامیابی چاہتے ہیں، جبکہ بچے والدین کی قربت کے بجائے سوشل میڈیا کی دنیا میں سکون تلاش کرتے ہیں۔ اگر گھروں میں سیرتِ نبوی ﷺ کے اخلاق واپس آجائیں تو خاندانوں کے بہت سے مسائل خود بخود کم ہو سکتے ہیں۔

نوجوان کسی بھی قوم کا مستقبل ہوتے ہیں۔ آج کا نوجوان ذہانت، صلاحیت اور توانائی رکھتا ہے، مگر اسے صحیح سمت اور مقصد کی ضرورت ہے۔ سیرتِ رسول ﷺ نوجوان کو یہ سکھاتی ہے کہ زندگی صرف دنیاوی کامیابی، دولت، شہرت اور تفریح کا نام نہیں بلکہ ایک ذمہ داری ہے۔ نوجوان اگر اپنے وقت، صلاحیت اور علم کو صحیح مقصد کے لیے استعمال کرے تو وہ اپنے خاندان ہی نہیں بلکہ پوری قوم کی تقدیر بدل سکتا ہے۔ اس لیے نوجوانوں کو صرف ڈانٹنے کی نہیں، ان پر اعتماد کرنے، انہیں مقصد دینے اور سیرتِ رسول ﷺ کے کردار سے جوڑنے کی ضرورت ہے۔

معاشرتی زندگی میں سیرتِ طیبہ ﷺ کا سب سے روشن پہلو عدل، رحم اور انسانی احترام ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایسا معاشرہ تشکیل دیا جس میں انسان کی عزت اس کے مال، خاندان، رنگ، نسل یا قبیلے سے نہیں بلکہ اس کے کردار اور تقویٰ سے وابستہ ہوئی۔ آج ہمارا معاشرہ مختلف تعصبات کا شکار ہے۔ کہیں ذات، کہیں زبان، کہیں علاقہ، کہیں مسلک اور کہیں سیاسی وابستگی انسانوں کے درمیان دیوار بن جاتی ہے۔ اختلاف اپنی جگہ فطری ہے، لیکن اختلاف کو دشمنی بنا دینا سیرتِ نبوی ﷺ کے مزاج کے خلاف ہے۔ ہمیں اختلاف کے باوجود اخلاق، عدل اور انسانی احترام کو باقی رکھنا ہوگا۔

کاروبار اور معیشت بھی سیرتِ نبوی ﷺ سے الگ نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے تجارت میں سچائی، امانت، ناپ تول میں انصاف اور حلال کمائی کی تعلیم دی۔ آج اگر ایک مسلمان عبادت میں بہت آگے ہو لیکن کاروبار میں دھوکا دے، ملاوٹ کرے، جھوٹ بولے یا کسی کا حق دبائے تو اسے اپنے دین کے عملی تقاضوں پر غور کرنا چاہیے۔ اسلام مسجد میں بھی ہے اور بازار میں بھی؛ نماز میں بھی ہے اور معاملات میں بھی؛ عبادت میں بھی ہے اور کردار میں بھی۔

اسی طرح سوشل میڈیا کے اس دور میں سیرتِ طیبہ ﷺ کی ضرورت اور بھی بڑھ گئی ہے۔ آج ایک جھوٹی خبر چند سیکنڈ میں ہزاروں لوگوں تک پہنچ سکتی ہے۔ کسی کی عزت ایک پوسٹ سے مجروح ہو سکتی ہے، کسی کے خلاف ایک جھوٹا الزام اس کی پوری زندگی متاثر کر سکتا ہے۔ اس لیے آج ہمیں اپنی انگلیوں کو بھی اخلاق سکھانے کی ضرورت ہے۔ جو بات ہم زبان سے کہنے پر گناہ سمجھتے ہیں، اسے موبائل سے لکھ کر بھی گناہ ہی سمجھنا چاہیے۔ سیرت ہمیں زبان کی حفاظت، خبر کی تحقیق اور دوسروں کی عزت کا سبق دیتی ہے۔

آج تعلیم بھی ایک بڑا مسئلہ ہے۔ ہم نے تعلیم کو اکثر ڈگری اور روزگار تک محدود کر دیا ہے، جبکہ سیرتِ نبوی ﷺ ہمیں ایسی تعلیم کا تصور دیتی ہے جو انسان کے علم کے ساتھ اس کے کردار کو بھی تعمیر کرے۔ ایسا شخص جو بہت پڑھا لکھا ہو لیکن امانت دار نہ ہو، تعلیم یافتہ ضرور کہلا سکتا ہے، مگر اس کی تعلیم معاشرے کے لیے کتنی مفید ہے، یہ سوال اپنی جگہ باقی رہتا ہے۔ ہمیں ایسے تعلیمی نظام کی ضرورت ہے جو ذہن کے ساتھ دل، علم کے ساتھ اخلاق اور قابلیت کے ساتھ ذمہ داری بھی پیدا کرے۔

سیرتِ طیبہ ﷺ کا ایک اہم پہلو انسانیت کے ساتھ حسنِ سلوک بھی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے مختلف طبقات کے لوگوں کے ساتھ عدل، رحم اور حسنِ معاملہ کا عملی نمونہ پیش فرمایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان اپنے عقیدے پر مضبوط رہتے ہوئے بھی دوسروں کے ساتھ انصاف، شرافت اور انسانیت کا معاملہ کر سکتا ہے۔ آج جب دنیا مذہبی، سیاسی اور نسلی تقسیم کا شکار ہے، سیرتِ نبوی ﷺ انسانیت کو امن، عدل اور احترام کا پیغام دیتی ہے۔

یہاں ایک اہم سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر سیرتِ طیبہ ﷺ اتنی جامع ہے تو ہماری زندگیوں میں اس کا اثر کیوں کم نظر آتا ہے؟ اس کا جواب شاید یہ ہے کہ ہم نے سیرت کو اکثر معلومات سمجھ لیا ہے، تبدیلی نہیں۔ ہم جانتے بہت ہیں، لیکن عمل کم کرتے ہیں۔ ہم سیرت سنتے ہیں، مگر اپنی عادات نہیں بدلتے۔ ہم نبی کریم ﷺ کی محبت کی بات کرتے ہیں، مگر آپ ﷺ کے اخلاق کو اپنی زندگی میں جگہ دینے کی کوشش کم کرتے ہیں۔

میلادِ مصطفیٰ ﷺ کے موقع پر بھی ہمیں اسی حقیقت پر غور کرنا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ کی ولادتِ باسعادت امت کے لیے عظیم نعمت ہے اور آپ ﷺ کی محبت ایمان کا حصہ ہے، لیکن اس محبت کا تقاضا یہ بھی ہے کہ ہماری زندگی میں آپ ﷺ کی تعلیمات کا عکس نظر آئے۔ اگر محفلِ میلاد سے ہماری محبت بڑھتی ہے تو اس محبت کا اگلا مرحلہ اتباع ہونا چاہیے؛ اگر سیرت سن کر ہماری آنکھ نم ہوتی ہے تو اس کے بعد ہماری زندگی بھی بدلنی چاہیے۔

اصل کامیابی یہ نہیں کہ ہم سیرتِ رسول ﷺ پر کتنی تقریریں کرتے ہیں، بلکہ یہ ہے کہ ہماری گفتگو، ہمارے معاملات، ہمارے گھر، ہماری تجارت، ہماری تعلیم، ہماری سیاست، ہماری دوستی، ہماری دشمنی اور ہماری سوشل میڈیا زندگی میں سیرتِ رسول ﷺ کا کتنا اثر موجود ہے۔

سیرتِ طیبہ ﷺ ہمیں ماضی کی یاد نہیں دلاتی بلکہ مستقبل کا راستہ دکھاتی ہے۔ جب معاشرہ نفرت میں مبتلا ہو تو سیرت رحمت کا راستہ دکھاتی ہے، جب ظلم بڑھے تو عدل کا، جب جھوٹ عام ہو تو صداقت کا، جب خاندان ٹوٹیں تو حسنِ معاشرت کا، جب نوجوان بے مقصد ہوں تو مقصدِ زندگی کا اور جب انسان ترقی کے باوجود بے سکون ہو تو اللہ سے تعلق کا راستہ دکھاتی ہے۔

اس لیے آج ہمیں کسی نئے نسخے کی تلاش میں سیرتِ طیبہ ﷺ کو نظر انداز کرنے کے بجائے اسی میں موجود رہنمائی کو اپنی زندگی کے مسائل پر منطبق کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمیں اپنے آپ سے آغاز کرنا ہوگا۔ اپنی نماز درست کرنی ہوگی، اپنی زبان کی حفاظت کرنی ہوگی، والدین کے حقوق ادا کرنے ہوں گے، اولاد کی تربیت کرنی ہوگی، معاملات میں دیانت اختیار کرنی ہوگی، اختلاف میں اخلاق باقی رکھنا ہوگا اور اپنے علم کو عمل میں تبدیل کرنا ہوگا۔ کیونکہ فرد بدلتا ہے تو گھر بدلتا ہے، گھر بدلتا ہے تو معاشرہ بدلتا ہے اور معاشرہ بدلتا ہے تو قوم کی تقدیر بدل سکتی ہے۔

سیرتِ طیبہ ﷺ کا اصل پیغام یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے محبت صرف دل کا جذبہ نہ رہے بلکہ زندگی کا کردار بن جائے۔ ہماری زبان پر درود ہو تو ہمارے معاملات میں صداقت بھی ہو، ہماری محفل میں نعت ہو تو ہماری زندگی میں سنت بھی ہو، ہمارے دل میں محبتِ رسول ﷺ ہو تو ہمارے کردار میں اخلاقِ رسول ﷺ بھی نظر آئے۔

سیرت کو پڑھنا آغاز ہے، سمجھنا شعور ہے، محبت کرنا سعادت ہے، مگر سیرت کو اپنی زندگی میں اتار دینا اصل کامیابی ہے۔

مجدد الف ثانیؒ علیہ الرحمہ کا عرس مبارک اور آج کا عالمِ دین

قسط اول

*کیا صرف عرس وفاتحہ کافی ہے؟
علمائے ربانیین کی راہ اور افراط و تفریط سے نجات*

محمد مجیب قادری حنفی (العربی)

حامداً و مصلیاً!

قارئینِ کرام! ۲۸ صفر المظفر، بروز بدھ، ۱۲ اگست ۲۰۲۶ء کو مجدد الف ثانی، امام ربانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا عرسِ مبارک عقیدت و محبت کے ساتھ منایا گیا۔ اپنی اپنی حیثیت اور استطاعت کے مطابق لوگوں نے ایصالِ ثواب، فاتحہ خوانی اور دیگر معمولات کے ذریعے اس عظیم بزرگ سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا۔

لیکن یہاں ایک سوال ایسا ہے جس پر عوام و خواص، بالخصوص اہلِ علم اور مقررین کو ضرور غور کرنا چاہیے: کیا مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا عرسِ مبارک منانا، فاتحہ خوانی کرنا اور چند لمحوں کے لیے ان کی یاد تازہ کر لینا ہی ہمارے لیے کافی ہے؟ یا پھر عرسِ مجدد الف ثانیؒ ہمیں اس سے کہیں بڑا پیغام دے کر جاتا ہے؟

کیا ہم نے کبھی یہ سوچا کہ جس بزرگ کی یاد میں ہم عرس مناتے ہیں، ان کی زندگی ہمیں کیا سکھاتی ہے؟ ان کی سیرت کیا پیغام دیتی ہے؟

ان کا کردار ہمارے لیے کیا نمونہ ہے؟ اور دین و ملت کی اصلاح کے لیے ان کی جدوجہد آج ہمارے لیے کس قدر قابلِ عمل ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ عرس صرف یاد کا نام نہیں، سبق لینے کا بھی موقع ہے؛ صرف عقیدت کے اظہار کا نام نہیں، اپنے کردار کے محاسبے کا بھی موقع ہے۔ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا عرس ہر سال آتا ہے اور ہمیں یہ پیغام دے کر جاتا ہے کہ اگر ہم واقعی ان سے محبت کرتے ہیں تو ہمیں صرف ان کا نام نہیں لینا، بلکہ ان کے مجددانہ کردار، حق گوئی، علمی بصیرت، اصلاحی جدوجہد اور دین کے لیے استقامت سے بھی سبق لینا ہوگا۔

آج جب ہمارے معاشرے میں فکری انتشار، افراط و تفریط، غیر ذمہ دارانہ خطابت اور مختلف سطحوں پر دینی قیادت کے کردار کے حوالے سے سوالات موجود ہیں، تو مجدد الف ثانیؒ کی سیرت ہمارے لیے ایک آئینہ بن سکتی ہے۔

سوال یہ ہے کہ آج کے علماء کا کردار کیا ہونا چاہیے؟ مقررین کس طرح عوام کی اصلاح کریں؟

علمائے ربانیین کی راہ کیا ہے؟

علماءِ سوء سے کیسے بچا جائے؟

اور اگر اہلِ اقتدار ظلم و ناانصافی کریں تو ایک عالمِ دین کا شرعی، حکیمانہ اور باوقار طرزِ عمل کیا ہونا چاہیے؟

انہی سوالات کے جوابات تلاش کرنے کے لیے آیئے، عرسِ مجدد الف ثانیؒ کے موقع پر ان کی سیرت کے آئینے میں اپنے دور اور اپنے کردار کا جائزہ لیتے ہیں۔

مجدد الف ثانیؒ: ایک شخصیت نہیں، ایک مجددانہ فکر، دنیا کے ہر دور میں ایسے فتنے جنم لیتے رہے ہیں جن کے مقابلے کے لیے صرف علم کا ہونا کافی نہیں ہوتا، بلکہ علم کے ساتھ بصیرت، اخلاص، تقویٰ، حکمت اور حق گوئی بھی ضروری ہوتی ہے۔ کبھی فتنہ عقیدے کے میدان میں سر اٹھاتا ہے، کبھی فکر و نظر کو متاثر کرتا ہے، کبھی معاشرتی اقدار کو کمزور کرتا ہے اور کبھی اہلِ علم کے کردار ہی کو آزمائش میں ڈال دیتا ہے۔ ایسے ہی ادوار میں بعض شخصیات تاریخ کے افق پر نمایاں ہوتی ہیں جو صرف کتابیں نہیں پڑھتیں بلکہ زمانے کی نبض پہچانتی اور امت کی اصلاح کے لیے اپنا کردار ادا کرتی ہیں۔ انہی عظیم شخصیات میں امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہٗ کا نام نہایت نمایاں ہے۔ مجدد الف ثانیؒ کا تذکرہ صرف ماضی کی ایک عظیم شخصیت کا تذکرہ نہیں، بلکہ آج کے علماء، خطباء، مقررین اور دینی قیادت کے لیے بھی ایک آئینہ ہے۔ ان کی زندگی یہ سبق دیتی ہے کہ عالمِ دین اپنے زمانے کے حالات سے بے خبر رہ کر صرف کتابوں تک محدود نہیں رہتا، بلکہ جہاں دین کی اصلاح اور امت کی رہنمائی کی ضرورت ہو وہاں اپنی ذمہ داری ادا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مجدد الف ثانیؒ کی سیرت کو صرف تاریخی واقعات کے طور پر پڑھنا کافی نہیں، بلکہ اس میں اپنے موجودہ حالات کے لیے رہنمائی تلاش کرنا بھی ضروری ہے۔ عالم صرف عالم نہ ہو، عالمِ ربانی بننے کی کوشش کرے علم ایک عظیم نعمت ہے، مگر علم کے ساتھ اگر اخلاص اور خوفِ خدا نہ ہو تو یہی علم انسان کے لیے آزمائش بن سکتا ہے۔ عالمِ دین کی ذمہ داری عام آدمی سے کہیں زیادہ ہے، کیونکہ عوام اسے دین کا نمائندہ سمجھتے ہیں۔ فتاویٰ رضویہ میں امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے مکتوبات سے ایک نہایت فکر انگیز عبارت نقل کی گئی ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ”یہ عبارت راقم نے مکتوبات امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ العزیز کی جلد اوّل کے ص ۹۳ مکتوب ۳۳ سے نقل کی ہے،

اب جو لوگ شیطان کی وحی پر چلنا چاہتے ہیں وہ اپنے نفس کی شامت سے حزب الشیطان ہو جائیں، ان کے جلانے اور سزا دینے کے واسطے اللہ تعالیٰ نے جہنم تیار کر رکھی ہے، اور جو شیطان سے کفر کرتے ہیں اور خدائے تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں ان کی فہمائش کے لیے علمائے ربانیین نے حکمِ شریعت مدلل لکھ دیا ہے، فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ۔“ (فتاویٰ رضویہ، ج ۱۱، ص ۷)

قرآنِ کریم میں ارشاد فرمایا: فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ ۖ فَأَنَّىٰ تُصْرَفُونَ۔

ترجمہ کنزالعرفان: ”تو حق کے بعد گمراہی کے سوا کیا ہے؟ پھر تم کہاں پھیرے جاتے ہو؟“ یہاں ”علمائے ربانیین“ کا لفظ ہماری خصوصی توجہ چاہتا ہے۔ عالم ہونا ایک اعزاز ہے، لیکن عالمِ ربانی بننا ایک ذمہ داری ہے۔ عالمِ ربانی وہ ہے جو اپنے علم کو اپنی ذات کی بڑائی، شہرت، منصب یا دنیاوی مفاد کا ذریعہ نہیں بناتا، بلکہ دین کی حفاظت، شریعت کی سربلندی اور مخلوقِ خدا کی اصلاح کو اپنا مقصد بناتا ہے۔ وہ حق کو حق سمجھ کر بیان کرتا ہے، باطل سے بچنے کی دعوت دیتا ہے، اپنے نفس کا بھی محاسبہ کرتا ہے اور دوسروں کی اصلاح کرتے ہوئے اپنی اصلاح کو فراموش نہیں کرتا۔ اسی لیے آج ہر عالم اور مقرر کو اپنے آپ سے یہ سوال کرنا چاہیے: میں صرف عالم کہلانا چاہتا ہوں یا عالمِ ربانی بننے کی کوشش بھی کر رہا ہوں؟

علماءِ سوء سے بچنا کیوں ضروری ہے؟

علماءِ سوء کا نقصان صرف ان کی اپنی ذات تک محدود نہیں رہتا۔ ایک عام آدمی کی غلطی ایک محدود دائرے کو متاثر کر سکتی ہے، لیکن ایک عالم کی غلط بات سینکڑوں اور ہزاروں لوگوں تک پہنچ سکتی ہے۔ اگر عالم اپنے علم کو نفس، تعصب، مفاد یا شہرت کے تابع کر دے تو اس کا اثر معاشرے پر پڑتا ہے۔ اسی لیے علماء کے لیے خود احتسابی عام لوگوں سے زیادہ ضروری ہے۔ ہمیں دوسروں کے نام علماءِ سوء رکھنے سے پہلے اپنے گریبان میں جھانکنا چاہیے کہ کہیں ہماری زبان، ہمارا منبر اور ہمارا طرزِ عمل ہمیں اس صف کے قریب تو نہیں لے جا رہا؟

علماءِ ربانیین کی فہرست میں اپنا نام شامل کروانے کی خواہش ہر عالم کے دل میں ہونی چاہیے، مگر صرف خواہش کافی نہیں؛ اس کے لیے علم کے ساتھ اخلاص، تقویٰ، دیانت، حکمت اور حق گوئی درکار ہے۔ ایک عالم کی اصل عزت اس کے لباس، منصب، شہرت یا مجمع کی کثرت سے نہیں، بلکہ اس کے علم، عمل، تقویٰ، اخلاص اور کردار سے ہوتی ہے۔

افراط و تفریط: جب اصلاح کے بجائے انتشار پیدا ہو آج کے دینی ماحول کا ایک اہم مسئلہ افراط و تفریط بھی ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک اہم مقام پر لکھا: ”حضراتِ صوفیہؒ نے لکھا ہے نہ شرک ہے نہ ضلالت۔ ہاں افراط و تفریط اس میں منجرِ ضلالت کی طرف ہے۔ تصریح اس کی مکتوباتِ مجدد الف ثانی میں جابجا موجود ہے۔“ (مجموعہ فتاویٰ عبدالحی، بحوالہ فتاویٰ رضویہ، ج ۸، ص ۱۴۰)

یہ اصول صرف ایک مخصوص مسئلے تک محدود نہیں رہتا، بلکہ ہمارے عمومی دینی مزاج کے لیے بھی غور طلب ہے۔ افراط و تفریط انسان کو اعتدال سے دور کر دیتی ہے۔ دین ہمیں نہ بے جا سختی کی تعلیم دیتا ہے اور نہ ایسی نرمی کی اجازت دیتا ہے جس سے حق و باطل کا فرق ہی مٹ جائے۔

آج بعض مقررین کے اندازِ بیان میں جذبات اس قدر غالب آجاتے ہیں کہ تحقیق اور احتیاط پس پشت چلی جاتی ہے، اور بعض اوقات اختلافی مسائل کو اس انداز سے بیان کیا جاتا ہے کہ اصلاح کے بجائے عوام میں مزید انتشار پیدا ہو جاتا ہے۔ یہاں ہمیں خود سے پوچھنا ہوگا: ہماری تقریر سے عوام سدھر رہے ہیں یا بکھر رہے ہیں؟

مقرر کا کام مجمع گرم کرنا نہیں، انسان بنانا ہے ایک مقرر کے سامنے بڑا مجمع ہو، لوگ نعرے لگائیں، تالیاں بجائیں اور اس کی تقریر سوشل میڈیا پر وائرل ہو جائے، تو یہ ضروری نہیں کہ وہ تقریر کامیاب بھی ہو۔ اصل کامیابی یہ ہے کہ ایک شخص نماز کا پابند ہو جائے، ایک نوجوان گناہ چھوڑ دے، ایک گھر میں صلح ہو جائے، ایک شخص اپنے اخلاق درست کر لے، ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے نفرت چھوڑ دے اور ایک انسان اپنے رب کے قریب ہو جائے۔ مقرر کا اصل کام مجمع کو گرم کرنا نہیں، انسان کو سنوارنا ہے۔ وہ جملہ جو چند لمحوں کے لیے تالیاں بجوا دے مگر لوگوں کے دلوں میں نفرت پیدا کر دے، اسے کامیاب خطاب و دعوت نہیں کہا جا سکتا۔ آج منبر اور مائیک دونوں ہمارے پاس امانت ہیں۔

ایک غیر ذمہ دارانہ جملہ ہزاروں لوگوں تک پہنچ سکتا ہے۔ اس لیے مقرر کو بولنے سے پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ میری بات حق بھی ہے؟ درست بھی ہے؟ مفید بھی ہے؟ اور اس کا انجام اصلاح ہوگا یا فساد؟

یہی وہ مقام ہے جہاں مجدد الف ثانیؒ کی سیرت ہمیں اپنے طرزِ دعوت اور اصلاح پر غور کرنے کی دعوت دیتی ہے۔ ہمیں ایسی گفتگو کی ضرورت ہے جو دلوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرے، لوگوں کو سنتِ رسول ﷺ کی طرف لے جائے، اخلاق کو بہتر بنائے اور امت کے اندر خیر، محبت اور اصلاح کا جذبہ پیدا کرے۔

مقرر کی مقبولیت اس وقت حقیقی کامیابی بنتی ہے جب اس کی مقبولیت دین کی خدمت کا ذریعہ بنے، نہ کہ دین اس کی مقبولیت کا ذریعہ بن جائے۔

عرس سے سبق اور سیرت سے عمل۔ مجدد الف ثانیؒ کا عرس ہمیں ہر سال یہ موقع فراہم کرتا ہے کہ ہم اپنے تعلقِ عقیدت کا جائزہ لینے کے ساتھ اپنے کردار کا بھی محاسبہ کریں۔ ہم ان کی بارگاہ میں عقیدت کے پھول پیش کریں، فاتحہ خوانی کریں، ایصالِ ثواب کریں، ان کا ذکر خیر کریں، یہ سب اپنی جگہ محبت کے مظاہر ہیں؛ لیکن اس محبت کا سب سے خوبصورت تقاضا یہ ہے کہ ہم ان کی زندگی سے کوئی سبق بھی اپنے ساتھ لے کر اٹھیں۔

اگر ہم ان کے نام پر محفل سجائیں لیکن اپنے علم میں اخلاص نہ لائیں، اگر ان کے تذکرے میں حق گوئی کے واقعات بیان کریں لیکن خود حق بات کہنے سے گھبرائیں، اگر ان کی اصلاحی جدوجہد کا ذکر کریں لیکن اپنے معاشرے کی اصلاح سے بے نیاز رہیں تو ہمیں اپنے تعلق اور محبت پر غور کرنا چاہیے۔

مجدد الف ثانیؒ کی سیرت ہمیں یہ سوچنے کی دعوت دیتی ہے کہ عالمِ دین اپنے دور کے حالات کو سمجھے، اپنے علم کو زندہ رکھے، اپنے کردار کو پاکیزہ بنائے اور امت کی اصلاح کے لیے اپنی ذمہ داری ادا کرے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں عرس محض ایک سالانہ یاد نہیں رہتا بلکہ ایک سالانہ محاسبہ بن جاتا ہے۔

اور یہی سوال اگلی قسط کی طرف لے جاتا ہے:

اگر عالمِ دین واقعی اصلاح کا ذمہ دار ہے تو اہلِ اقتدار کے ساتھ اس کا تعلق کیسا ہونا چاہیے؟

کیا حکمرانوں سے دور رہنا ہی تقویٰ ہے، یا ان کے قریب رہ کر بھی حق بات کہنا اور اصلاح کی کوشش کرنا ایک دینی ذمہ داری ہو سکتی ہے؟ یہی وہ پہلو ہے جس پر مجدد الف ثانیؒ کی سیرت آج کے علماء اور دینی قیادت کے لیے نہایت اہم رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ (جاری ہے)

خادم دارالافتاء البرکاتی علماء فاؤنڈیشن
۱۳/۰۸/۲۰۲۶ء
وقتِ تحریر: شب ۳ بج کر ۵۲ منٹ، حجازِ مقدس۔

*

جلوسِ میلادِ مصطفیٰ ﷺ اور ہماری ذمہ داریاں

ادیب شہیر علامہ تنویر رضا ازہری حفظہ اللہ شیخ الادب دار العلوم اشاعت الاسلام پرتاول مہراج گنج

ماہِ ربیع النور عاشقانِ رسول ﷺ کے لیے محبت وعقیدت، فرحت ومسرت اور ذکر و درود کا مبارک مہینہ ہے۔ اس پر بہار موقع پر منعقد ہونے والا جلوسِ میلادِ مصطفیٰ ﷺ شریعت کے پاسداری اور ملکی قوانین کی پابندی کرتے ہوئے پُر امن، باوقار اور منظم ہونا چاہیے، تاکہ نفرت کے ماحول میں عشقِ نبی کے ساتھ سیرتِ رسول ﷺ کی شمعیں فروزاں ہوں، اور ہمارے حسنِ اخلاق اور ذمہ دار شہری ہونے کا بہترین پیغام عام ہو۔

اسی مقصد کے پیشِ نظر جلوسِ میلاد ﷺ کے لیے چند اہم رہنما اصول پیشِ خدمت ہیں:

1 * اجازت (Permission) لازماً حاصل کریں *

جلوس نکالنے سے قبل متعلقہ انتظامیہ، مثلاً SDM اور مقامی تھانے سے باقاعدہ تحریری اجازت نامہ ضرور حاصل کریں، اس معاملے میں ہرگز غفلت نہ برتیں، بغیر اجازت جلوس نکالنے سے قانونی وانتظامی مشکلات پیدا ہوسکتی ہیں۔ یاد رکھیں! پرمیشن محض رسمی کارروائی نہیں، بلکہ جلوس کو پُرامن، منظم اور قانونی دائرے میں منعقد کرنے کے لیے ایک اہم انتظامی ضرورت ہے۔

2 * مقررہ وقت کی پابندی کریں *

اپنے یا انتظامیہ کی جانب سے مقررہ وقت کے مطابق جلوس کا آغاز کریں، اور مقررہ وقت کے اندر اختتام کی بھرپور کوشش کریں۔ غیر ضروری تاخیر اور پروگرام کو متعینہ وقت سے زیادہ طول دینے سے حتی الامکان گریز کریں۔

3 * ادب واحترام ملحوظ رکھیں *

جلوس کے دوران ادب واحترام کے ساتھ درود و سلام اور نعتِ پاک ﷺ پڑھنے کا اہتمام کریں۔ اختلافی اشعار، غیر ضروری نعرے اور اشتعال انگیز حرکات سے مکمل اجتناب کریں۔ کسی مذہب، شخصیت یا طبقے کے خلاف غیر مہذب یا دل آزاری پر مبنی گفتگو ہرگز نہ کریں۔

4 * نظم وضبط قائم رکھیں *

جلوس کے نظم وضبط کے لیے باصلاحیت اور ذمہ دار منتظمین و رضاکاروں کی ٹیم تشکیل دی جائے، جو پورے جلوس کے دوران شرکاء اور ہجوم کو منظم رکھنے کی ذمہ داری ادا کرے، اور کسی بھی ناخوش گوار صورتِ حال کو حکمت و تحمل کے ساتھ سنبھال سکے۔

5 * امن اور عوام کا خیال رکھیں *

جلوس کو امن، رواداری اور حسنِ اخلاق کا آئینہ بنائیں۔ تمام شہریوں اور دیگر مذاہب کے احترام کا خاص خیال رکھیں۔ ٹریفک اور عام لوگوں کی آمد و رفت کے لیے ممکنہ حد تک راستہ کھلا رکھیں، اور ایسا کوئی طرزِ عمل اختیار نہ کریں جس سے کسی کی دل آزاری یا امن وامان میں خلل کا اندیشہ ہو۔

6 * لاؤڈ اسپیکر کے قانون کی پابندی کریں *

لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کے سلسلے میں حکومت کی جانب سے جاری کردہ ہدایات اور قانونی ضوابط کی مکمل پابندی کریں۔ انتظامیہ کی طرف سے مقرر کردہ ڈی جے، ہارن و دیگر صوتی آلات کی تعداد، اور آواز کی مقررہ حد سے تجاوز نہ کریں۔ ایسی کسی بھی خلاف ورزی سے اجتناب کریں جو قانونی کارروائی کا سبب بن سکتی ہو۔

7 * انتظامیہ کے ساتھ حسنِ تعاون کا مظاہرہ کریں *

دورانِ جلوس ٹریفک پولیس اور انتظامیہ کی جائز ہدایات پر عمل کریں۔ کسی شر پسندانہ حرکت، بحث و تکرار یا اشتعال انگیزی کا جواب اشتعال سے نہ دیں۔ اگر کوئی ناخوش گوار صورتِ حال پیش آئے تو خود کارروائی کرنے کے بجائے فوراً انتظامیہ کو اطلاع دیں اور ہر حال میں امن برقرار رکھنے کی کوشش کریں۔

8 * صفائی اور شہری سہولت کا اہتمام کریں *

جلوس کے راستے میں کچرا، پلاسٹک یا دیگر فضلہ نہ پھینکیں۔ پانی، کھانے یا دیگر اشیاء کی تقسیم کے بعد صفائی کا مناسب انتظام کریں۔ ممکن ہو تو صفائی کے لیے باقاعدہ رضاکار مقرر کیے جائیں، تاکہ جلوس کے اختتام پر راستہ صاف ستھرا اور شہریوں کے لیے سہولت برقرار رہے۔۔۔

* آیئے! * اس بار اپنے جلوس کو ایک مثالی جلوس بنائیں! ایسا جلوس جس میں ہماری ہر ادا سے عشقِ رسول ﷺ جھلکے، اور ہمارے کردار سے اسلام وسنیت کا حسن نمایاں ہو۔۔۔ واللہ ولی التوفیق۔

* تنویر رضا ازہری

یومِ آزادی کے موقع پر مولانا آزاد انسٹی ٹیوٹ میں پرچم کشائی اور ثقافتی پروگرام کا انعقاد

لکھنؤ (پریس ریلیز)
ابو شحمہ انصاری
نیپال اردو ٹائمز

مولانا آزاد انسٹی ٹیوٹ آف ہیومینیٹیز، سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، محمود آباد میں یومِ آزادی کے موقع پر پرچم کشائی اور مختلف ثقافتی پروگراموں کا شاندار انعقاد کیا گیا۔ پروگرام میں حب الوطنی اور قومی یکجہتی کا جذبہ نمایاں رہا۔

پروگرام کا آغاز ادارے کی پرنسپل وبھا مشرا نے قومی پرچم لہرا کر کیا۔ پرچم کشائی کے بعد تمام حاضرین نے قومی ترانہ پیش کیا اور ملک کی آزادی، اتحاد اور سالمیت کے تئیں اپنے عزم کا اظہار کیا۔

اس موقع پر کالج کے تمام اساتذہ اور غیر تدریسی عملہ موجود رہا۔ اس کے علاوہ علاقے کے متعدد معزز اور اہم شہریوں نے بھی پروگرام میں شرکت کی۔ طلبہ و طالبات نے حب الوطنی سے سرشار مختلف ثقافتی پروگرام پیش کیے، جن سے پورے ادارے میں جوش و خروش اور وطن سے محبت کا ماحول پیدا ہو گیا۔

پرنسپل وبھا مشرا نے اپنے خطاب میں یومِ آزادی کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ ملک کی آزادی ہمیں بے شمار مجاہدینِ آزادی کی قربانیوں، جدوجہد اور ایثار کے نتیجے میں حاصل ہوئی ہے۔ آج ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم مجاہدینِ آزادی کے اصولوں اور نظریات کو اپنی زندگی میں اپنائیں اور ملک کی ترقی، سماجی ہم آہنگی، قومی اتحاد اور سالمیت کو مضبوط بنانے میں اپنا کردار ادا کریں۔

انہوں نے طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ نوجوان نسل ملک کا مستقبل ہے۔ انہیں تعلیم کے ساتھ ساتھ ملک کے تئیں اپنے فرائض اور ذمہ داریوں سے بھی واقف ہونا چاہیے اور ایک مضبوط، ترقی یافتہ اور پرامن ہندوستان کی تعمیر میں اپنا اہم کردار ادا کرنا چاہیے۔ پروگرام میں موجود معزز شہریوں نے ادارے کی جانب سے تعلیم اور سماجی بیداری کے میدان میں کیے جا رہے اقدامات کو سراہا اور طلبہ کو ملک کی تعمیر و ترقی میں فعال کردار ادا کرنے کی ترغیب دی۔

پروگرام کا اختتام ملک کی اتحاد، سالمیت، امن اور خوشحالی کے لیے نیک خواہشات اور دعاؤں کے ساتھ ہوا۔

میلاد النبی ﷺ برقی قمقموں کی روشنی نہیں، دلوں کے چراغ روشن کرنے کا نام ہے

مجید عارف نظام آبادی
ریاض، سعودی عرب
majeedaarif@gmail.com

ربیع الاول کا مہینہ مسلمانوں کے لیے محبتِ رسول ﷺ، ذکرِ سیرتِ طیبہ اور آپ ﷺ کی تعلیمات کو یاد کرنے کا ایک اہم موقع ہے۔ نبی کریم ﷺ کی مبارک زندگی ہمارے لیے رحمت، محبت، عدل، شرافت اور حسنِ اخلاق کا کامل نمونہ ہے۔ اس لیے میلاد النبی ﷺ کے موقع پر ہمیں یہ بھی پیش نظر رکھنا چاہیے کہ کسی دوسرے انسان کو تکلیف، پریشانی یا اذیت تو نہیں پہنچ رہی ہے؟ اسلام ہمیں ہمیشہ اخلاق، شائستگی اور دوسروں کے حقوق کے دائرے میں رہنے کی تعلیم دیتا ہے۔ رسولِ اکرم ﷺ سے محبت ہر مسلمان کے ایمان کا جز ہے۔ لیکن سچی محبت صرف نعروں، برقی قمقموں، جھنڈوں اور جلسوں تک محدود نہیں رہتی بلکہ انسان کے کردار سے بھی ظاہر ہوتی ہے۔ اگر ہم میلاد النبی ﷺ کے موقع پر یکم تا ۳۰ ربیع الاول سیرت رسول ﷺ کی تعلیمات کے مختلف پروگرامز منعقد کرنے کے ساتھ ساتھ برادرانِ وطن کے سامنے آپ ﷺ کی زندگی کے روشن پہلوؤں کو پیش کریں تو اس کے مثبت نتائج آسکتے ہیں۔ ہندوستان مختلف مذاہب، زبانوں اور تہذیبوں کا خوبصورت گلدستہ ہے۔ مسلمان یہاں مختلف مذاہب کے ماننے والے اپنے ابنائے وطن کے ساتھ صدیوں سے زندگی گزارتے آئے ہیں۔ ہمارے پڑوسی، ساتھی، دوست اور ہم وطن خواہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں، ان کے حقوق اور عزت کا خیال رکھنا ہماری اجتماعی ذمہ داری ہے۔

قرآنِ کریم ہمیں عدل اور احسان کی تعلیم دیتا ہے "بے شک اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔" (سورۃ النحل: ۹۰)

لہٰذا میلاد النبی ﷺ کا مہینہ ایسا ہونا چاہیئے جو محبت بانٹے، دل جوڑے اور معاشرے میں حسنِ اخلاق کی خوشبو پھیلائے۔ خرافات اور غیر ضروری مظاہروں سے پرہیز کرنا چاہیے۔ میلاد کے نام پر بعض مقامات پر ایسے غیر ضروری مظاہرے دیکھنے میں آتے ہیں جن کا سیرتِ نبوی ﷺ سے کوئی تعلق نہیں۔ کہیں حد سے زیادہ فضول خرچی، کہیں نمائش، کہیں شور شرابا اور کہیں ایسے طریقے اختیار کئے جاتے ہیں جن سے دوسروں کو پریشانی ہوتی ہے۔ ہمیں یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی محبت کا معیار اخراجات کی کثرت نہیں بلکہ اخلاق کی خوبصورتی ہے۔ اگر میلاد کے موقع پر ہم بڑی رقم غیر ضروری سجاوٹ پر خرچ کرنے کے بجائے کسی غریب خاندان کی مدد کریں، کسی یتیم کے چہرے پر مسکراہٹ لائیں، کسی بیمار کی عیادت کریں، مستحق طلبہ میں کتابیں تقسیم کریں یا ضرورت مندوں کے لیے کھانے کا انتظام کریں تو یہ خوشی زیادہ بامقصد اور انسانیت نواز ہوسکتی ہے۔

میلاد کے جلوس یا اجتماعات کے دوران ٹریفک اور عام شہریوں کی سہولت کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ ایمبولینس، مریض، مسافر، ملازمین، طلبہ اور دیگر ضرورت مند افراد ہمارے بھائی ہیں۔ اگر ہماری تقریب کی وجہ سے کسی مریض کو اسپتال پہنچنے میں تاخیر ہو یا کسی شخص کو بلاوجہ شدید پریشانی کا سامنا کرنا پڑے تو ہمیں سوچنا چاہیے کہ کیا ہمارا یہ طریقہ واقعی سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کے مزاج سے مطابقت رکھتا ہے؟

رسولِ اکرم ﷺ نے راستے کے حقوق اور لوگوں کو تکلیف نہ پہنچانے کی تعلیم دی ہے۔ اس لئے راستہ صاف رکھنا، ٹریفک کے قوانین کی پابندی کرنا اور انتظامیہ کے ساتھ تعاون کرنا بھی حسنِ اخلاق ہے۔ نعت اور ذکرِ رسول ﷺ سننا یقیناً محبت وعقیدت کا ذریعہ ہے، لیکن آواز کی شدت اور اوقات کا خیال رکھنا بھی بے حد ضروری ہے۔ ہمارے درمیان بیمار، بزرگ، شیر خوار بچوں والے خاندان، طلبہ اور مختلف معمولات میں مصروف لوگ رہتے ہیں۔ ہمیں ایسا انداز اختیار کرنا چاہیے کہ ہماری نعت کی آواز محبت کا پیغام بنے، کسی کے لیے اذیت کا سبب نہیں۔ اگر میلاد النبی ﷺ کے موقع پر ہم یہ عہد کریں کہ ہم کسی کا حق نہیں ماریں گے، پڑوسی کو تکلیف نہیں دیں گے، غریبوں کی مدد کریں گے، صفائی کا خیال رکھیں گے، وعدہ پورا کریں گے اور اپنے غیر مسلم ہم وطنوں کے ساتھ عدل و حسنِ سلوک کا معاملہ کریں گے تو یہی میلاد کا حقیقی فیض ہو گا۔ ہمیں اپنے بچوں کو بھی یہی سمجھانا چاہیے کہ نبی کریم ﷺ سے محبت کا مطلب صرف آپ ﷺ کی ولادت کی خوشی منانا نہیں بلکہ آپ ﷺ کے اخلاق کو اپنی زندگی میں اتارنا ہے۔ ہمارا انداز مثالی نمونہ ہونا چاہیے کہ ہمارے غیر مسلم ابنائے وطن متاثر ہوں۔

ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ رسولِ اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے رحمۃً للعالمین بنا کر بھیجا۔ آپ ﷺ کی رحمت کسی ایک قوم، نسل یا گروہ تک محدود نہیں تھی۔ لہٰذا آپ ﷺ کی ولادتِ باسعادت کے موقع پر ایسے پروگرام ترتیب دیئے جائیں جس میں رحمت، شرافت، صفائی، نظم وضبط، اعتدال اور انسانیت کی جھلک نظر آئے۔ میلاد النبی ﷺ محبت کا موقع ہے، مقابلہ بازی کا نہیں۔ عقیدت کا موقع ہے، نمائش کا نہیں۔ سیرت زندہ کرنے کا موقع ہے، غیر ضروری شور کا نہیں ہے۔ دلوں کو جوڑنے کا موقع ہے، دل آزاری کا نہیں۔ کیونکہ محبتِ رسول ﷺ کا سب سے حسین و روشن وہ کردار ہے جس کی روشنی میں دوسروں کو بھی سکون، احترام اور امن نصیب ہو۔

درج ذیل پروگراموں کے انعقاد کے ذریعے ہم اپنے محبوب نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی سچی محبت، آپ ﷺ کی سنتوں پر عمل اور آپ ﷺ کے اخلاقِ کریمانہ کو اپنی زندگی کا حصہ بناتے ہوئے معاشرہ کو خوشگوار پیغام دے سکتے ہیں:

- ✅ کم از کم ۱۰ غیر مسلم پڑوسیوں کو ان کی مادری زبان میں سیرتِ النبی ﷺ کی خوبصورت اور مستند کتاب تحفے میں دیں۔
- ✅ اپنے گھر، محلے یا کسی عوامی مقام پر کم از کم ایک درخت لگائیں اور اس کی حفاظت کی ذمہ داری بھی لیں۔
- ✅ اپنے پڑوسیوں کی خبر گیری کریں ان کا مذہب کچھ بھی ہو، بیماری، پریشانی یا ضرورت کے وقت ان کے کام آئیں۔ نبی کریم ﷺ نے پڑوسی کے ساتھ حسنِ سلوک کو ایمان سے جوڑا ہے۔
- ✅ اپنے غیر مسلم پڑوسیوں سے خوش اخلاقی کے ساتھ ملاقات کرتے ہوئے باوقار انداز میں مدعو کریں، اور سیرت ﷺ کے روشن پہلوؤں کو پیش کریں مثلا پڑوسیوں کے حقوق 'غیر مسلموں کے حقوق، جانوروں اور قیدیوں کے حقوق (انہیں مختلف زبانوں میں بروچرز پرنٹ کرواکر تقسیم کریں)
- ✅ محلے کی صفائی کا بیڑا اٹھائیں۔ گلی، مسجد کے اطراف اور مشترکہ مقامات کو صاف رکھیں اور دوسروں کو بھی ترغیب دیں۔
- ✅ کسی ضرورت مند خاندان کا راشن اپنے ذمے لیں اور کوشش کریں کہ مدد کرتے وقت اس کی عزتِ نفس مجروح نہ ہو۔
- ✅ مریضوں کی عیادت کریں اور اپنے پڑوس میں بیمار، بزرگ اور تنہا افراد کی باقاعدگی سے خبر لیتے رہیں۔
- ✅ یتیم اور غریب بچوں کے لیے کتابیں، اسکول کا سامان یا تعلیمی اخراجات فراہم کریں۔ علم کی خدمت کو سیرت کا عملی پیغام بنائیں۔
- ✅ سوشل میڈیا پر نفرت انگیز مواد آگے نہ بڑھانے کا عہد کریں۔ غیر مصدقہ خبر، افواہ یا کسی مذہب کے خلاف اشتعال انگیز پوسٹ شیئر کرنے سے پہلے رک جائیں۔
- ✅ اختلافِ رائے میں شائستگی اختیار کریں۔ کسی کے مذہب، عقیدے یا مقدسات کا مذاق نہ اڑائیں اور اپنی بات دلیل، حکمت اور احترام کے ساتھ پیش کریں۔
- ✅ پانی کی سبیل یا پینے کے صاف پانی کا انتظام کریں تاکہ ہر راہ گیر، خواہ کسی بھی مذہب سے ہو، اس سے فائدہ اٹھاسکے۔
- ✅ گرمی کے موسم میں پرندوں اور جانوروں کے لیے پانی کا انتظام کریں۔ رحمت کا دائرہ صرف انسانوں تک محدود نہ رکھیں۔
- ✅ اپنے علاقے میں خون کے عطیہ کی مہم یا صحت کیمپ میں حصہ لیں اور انسانیت کی خدمت کو اپنی ترجیح بنائیں۔
- ✅ ضرورت مند نوجوانوں کی تعلیم اور روزگار میں رہنمائی کریں۔ کسی کو ہنر سکھانا یا روزگار سے جوڑنا بھی معاشرے کی بڑی خدمت ہے۔
- ✅ پڑوسی کے گھر سے آنے والی آواز، پارکنگ، کچرے یا دیگر معاملات میں تحمل اور شائستگی اختیار کریں۔ یاد رکھیں، بہترین پڑوسی وہ ہے جو اپنے پڑوسی کے لیے بہتر ہو۔
- ✅ میلاد اور دینی پروگراموں میں فضول خرچی کے بجائے فلاحی کاموں کو ترجیح دیں۔ روشنی اور نمائش سے زیادہ اہم کسی ضرورت مند کے گھر کا چولہا جلانا ہے۔
- ✅ میلاد کے جلوس یا اجتماعات میں ٹریفک، صفائی اور عام شہریوں کے حقوق کا خاص خیال رکھیں۔ ہماری خوشی کسی مریض، مسافر یا پڑوسی کے لیے زحمت نہ بنے۔
- ✅ اپنے گھر کے بچوں کو سیرتِ نبوی ﷺ کے اخلاق سکھائیں: سچ بولنا، وعدہ پورا کرنا، بڑوں کا احترام، چھوٹوں سے شفقت اور پڑوسیوں کا خیال رکھنا۔
- ✅ ہر ہفتے ایک "سنتِ اخلاق" پر عمل کرنے کا عہد کریں۔ مثلاً سلام کو عام کرنا، مسکراہٹ، معافی، صلہ رحمی، ضرورت مند کی مدد یا کسی ناراض شخص سے صلح۔
- ✅ اپنے کردار کو دعوتِ دین بنائیں۔ ایسا مسلمان بننے کی کوشش کریں کہ لوگ آپ کے اخلاق، دیانت، صفائی، انصاف اور خدمت سے اسلام کی خوبصورتی محسوس کریں۔
- ✅ سیرت النبی ﷺ پر تحریری و تقریری مقابلہ کا انعقاد عمل میں لائیں

آیئے اس مرتبہ میلاد النبی ﷺ کو صرف ایک تقریب نہیں بلکہ ایک عملی تحریک بنائیں کہ

"ہمارا کردار اور ہماراہ معاشرہ، نبی ﷺ کی سیرت کا آئینہ بنے۔"

پیغامِ سیرتُ النبی ﷺ سب کے لیے!!

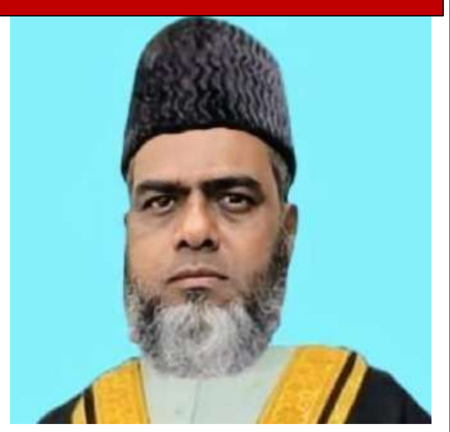

تحریر۔۔۔۔۔۔۔۔جاوید بھارتی

سیرتُ النبی ﷺ صرف مسلمانوں کے لیے پڑھنے اور سننے کا موضوع نہیں، بلکہ پوری انسانیت کے لیے ایک ایسا پیغام ہے جس میں محبت، انسانیت، بھائی چارہ، عدل و انصاف، رحم و کرم، رواداری اور حسنِ اخلاق کی تعلیم ملتی ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی پوری زندگی انسانوں کو بہتر زندگی گزارنے اور ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کا عملی نمونہ ہے۔

آپ ﷺ نے ایسے معاشرے میں انسانیت کا چراغ روشن کیا جہاں ظلم و زیادتی، ناانصافی، اونچ نیچ، تعصب اور کمزوروں کا استحصال عام تھا۔ آپ ﷺ نے انسانوں کو بتایا کہ تمام انسان ایک ہی اصل سے ہیں اور کسی انسان کو دوسرے انسان پر محض مال، خاندان، عہدے یا طاقت کی بنیاد پر برتری حاصل نہیں۔

آپ ﷺ کی سیرتِ مبارکہ رحم و کرم کا بہترین نمونہ ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے ساتھ برائی کرنے والوں کے ساتھ بھی صبر، برداشت اور معافی کا معاملہ فرمایا۔ آپ ﷺ نے پڑوسیوں کے حقوق پر زور دیا اور ضرورت مندوں، یتیموں، مسکینوں اور کمزوروں کی مدد کی تعلیم دی۔

سیرتِ نبوی ﷺ کا ایک عظیم پیغام عدل وانصاف ہے۔ آپ ﷺ نے سکھایا کہ انصاف ہر شخص کے لیے برابر ہونا چاہیے، خواہ وہ اپنا ہو یا غیر، امیر ہو یا غریب، طاقتور ہو یا کمزور۔ سرمایہ دار ہو یا مزدور، شہری ہو یا دیہاتی، گورا یا کالا،، اگر آج ہمارا معاشرہ اس تعلیم کو اپنالے تو بہت سی سماجی برائیوں کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔

آپ ﷺ نے خواتین کے احترام اور ان کے حقوق پر بھی خصوصی توجہ دی۔ بیٹیوں کو بوجھ سمجھنے والی سوچ کی نفی فرمائی اور عورتوں کے ساتھ عزت و احترام سے پیش آنے کی تعلیم دی۔ والدین، اولاد، شوہر، بیوی اور خاندان کے ہر فرد کے حقوق کو واضح فرمایا۔ آپ ﷺ کی سیرت ہمیں یہ بھی بتاتی ہے کہ دین صرف عبادات کا نام نہیں، بلکہ اچھے اخلاق اور اچھے کردار کا بھی نام ہے۔ سچ بولنا، امانت داری، وعدہ پورا کرنا، معاف کرنا، عاجزی اختیار کرنا اور دوسروں کے حقوق ادا کرنا ایک مسلمان کے کردار کا لازمی حصہ ہے۔ آج دنیا میں مذہب، ذات، زبان، نسل اور مختلف نظریات کی بنیاد پر فاصلے بڑھ رہے ہیں۔ ایسے ماحول میں سیرتِ طیبہ ﷺ ہمیں محبت، برداشت، باہمی احترام اور پُرامن بقائے باہمی کا راستہ دکھاتی ہے۔ اختلافِ رائے فطری چیز ہے، لیکن اختلاف کو نفرت اور دشمنی میں تبدیل کرنا انسانیت کے لیے نقصان دہ ہے۔

سیرتِ النبی ﷺ کا پیغام کسی ایک قوم یا طبقے تک محدود نہیں۔ آپ ﷺ نے پوری انسانیت کو رحم، انصاف، امن اور حسنِ سلوک کا درس دیا۔ اسی لیے سیرتِ طیبہ کا مطالعہ ہر اس شخص کے لیے مفید ہے جو ایک بہتر انسان بنا چاہتا ہے اور ایک بہتر معاشرہ دیکھنا چاہتا ہے۔

ہمیں چاہیے کہ ہم سیرتِ رسول ﷺ کو صرف جلسوں، محفلوں اور تقریروں تک محدود نہ رکھیں، بلکہ اپنی روزمرہ کی زندگی میں اس کے اصولوں کو نافذ کریں۔ اپنے گھر میں محبت، کاروبار میں ایمانداری، معاشرے میں انصاف، پڑوسیوں کے ساتھ حسنِ سلوک اور کمزوروں کے ساتھ ہمدردی کو اپنا شعار بنائیں۔

سیرتِ النبی ﷺ پڑھنا محبت ہے، لیکن سیرتِ النبی ﷺ کو اپنی زندگی میں اتارنا اس محبت کا عملی ثبوت ہے۔ یہی پیغامِ سیرتُ النبی ﷺ ہے — محبت سب کے لیے، انصاف سب کے لیے اور انسانیت سب کے لیے۔ جاوید اختر بھارتی

(سابق سکریٹری یوپی بنکر یونین) ضلع مئو یوپی

* حالاتِ حاضرہ اور مسلمانانِ نیپال

از: محمد عمران ندوی

قوموں کی زندگی میں بعض اوقات ایسے موڑ آتے ہیں جب انہیں اپنے گردو پیش کے حالات سے زیادہ اپنے باطن کی خبر لینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایسے مواقع تاریخ میں بار بار نہیں آتے۔ اگر قوم اس لمحۂ احتساب کو پہچان لے تو اس کی تقدیر کا دھارا بدل جاتا ہے، اور اگر وہ اسے دوسروں کے سہارے گزار دے تو پھر زمانہ اس پر رحم نہیں کرتا۔ آج وطنِ عزیز نیپال کے مسلمان بھی ایک ایسے ہی دوراہے پر کھڑے ہیں، جہاں جذبات سے زیادہ بصیرت، نعروں سے زیادہ حکمت، اور احتجاج سے زیادہ خود احتسابی کی ضرورت ہے۔ یہ وقت صرف دوسروں کی کوتاہیوں کا ماتم کرنے کا نہیں، بلکہ اپنے وجود، اپنی ترجیحات، اپنی نسلوں اور اپنے مستقبل پر سنجیدگی سے غور کرنے کا ہے۔

اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ حالیہ برسوں میں نیپال کے حالات نے ایک نئی کروٹ لی ہے۔ بعض ایسے واقعات رونما ہوئے جنہوں نے مسلمانوں کے دلوں میں اضطراب پیدا کیا، مساجد و مدارس کے تحفظ، مذہبی آزادی، باہمی اعتماد اور قومی ہم آہنگی کے حوالے سے بہت سے سوالات کو جنم دیا۔ ایسے ماحول میں فطری طور پر جذبات ابھرتے ہیں، شکوے جنم لیتے ہیں اور انسان دوسروں کو موردِ الزام ٹھہرانے لگتا ہے، لیکن قرآنِ مجید نے اہلِ ایمان کو اس سے بلند تر فکر عطا کی ہے۔ قرآن ہر بحران کے موقع پر سب سے پہلے انسان کو اپنے نفس کے سامنے کھڑا کرتا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾۔

خشکی اور تری میں فساد لوگوں کے اپنے اعمال کے سبب ظاہر ہوا تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں ان کے بعض کرتوتوں کا مزہ چکھائے، شاید وہ رجوع کرلیں۔

یہ آیت صرف ایک تلاوت نہیں، امتِ مسلمہ کے لیے ایک دائمی آئینہ ہے۔ جب بھی حالات بدلیں، جب بھی آزمائش آئے، جب بھی زمین تنگ محسوس ہونے لگے تو سب سے پہلے اپنے اعمال، اپنے رویوں اور اپنی اجتماعی زندگی کا جائزہ لیا جائے۔ یہی انبیاء کی دعوت رہی ہے، یہی قرآن کا مزاج ہے اور یہی صالحین کا طریقہ رہا ہے۔ افسوس یہ ہے کہ ہم نے اس قرآنی مزاج کو ترک کر دیا ہے۔ ہم ہر مسئلے کی جڑ دوسروں میں تلاش کرتے ہیں، مگر اپنے گریبان میں جھانکنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔

میں یہ بات پوری ذمہ داری کے ساتھ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر آج مسلمانانِ نیپال مختلف آزمائشوں سے دوچار ہیں تو اس کا ایک بڑا سبب ہماری اپنی داخلی کمزوریاں بھی ہیں۔ یہ بات کسی کو تلخ محسوس ہو سکتی ہے، مگر تلخی ہمیشہ دشمنی کی علامت نہیں ہوتی، کبھی یہی تلخی شفا بھی بن جاتی ہے۔ قرآن کا انداز بھی یہی ہے کہ وہ امت کو اس کی کمزوریوں سے آگاہ کرتا ہے تاکہ وہ سنبھل جائے، نہ کہ مایوسی میں ڈوب جائے۔

ذرا ٹھنڈے دل سے سوچیے، کیا ہم نے اپنی نسلوں کے ساتھ انصاف کیا؟ کیا ہم نے اپنے بچوں کو صرف مسلمان بنانا کافی سمجھا یا انہیں اچھا مسلمان بنانے کی فکر بھی کی؟ کیا ہم نے انہیں قرآن پڑھایا یا قرآن سمجھایا بھی؟ کیا ہم نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت صرف سنائی یا اس سیرت کو ان کی شخصیت کا حصہ بنانے کی کوشش بھی کی؟ کیا ہم نے انہیں یہ بتایا کہ اسلام مسجد کی چار دیواری تک محدود مذہب نہیں، بلکہ زندگی کے ہر شعبے میں انسان کو ذمہ داری، دیانت، علم، انصاف اور حسنِ اخلاق کا پابند بناتا ہے؟

بدقسمتی سے ہم نے دین کو بھی رسموں میں محدود کر دیا اور دنیا کو بھی دوسروں کے حوالے کر دیا۔ ہماری مسجدیں آباد رہیں مگر ہمارے تعلیمی ادارے کمزور ہوتے گئے۔ ہمارے اجتماعات بڑھتے رہے مگر ہمارے علمی مراکز سکڑتے گئے۔ ہم نے اختلافات کو محفوظ رکھا مگر اپنی نسلوں کے مستقبل کو محفوظ نہ رکھ سکے۔ ہم نے اپنے بچوں کو یہ تو بتایا کہ وہ کس مسلک سے تعلق رکھتے ہیں، مگر یہ کم بتایا کہ وہ اس ملک کے ذمہ دار شہری بھی ہیں، انہیں علم کے ہر میدان میں آگے بڑھنا ہے، انہیں قوم کی عزت اور وطن کی تعمیر دونوں میں اپنا حصہ ادا کرنا ہے۔

اسلام نے کبھی اپنے ماننے والوں کو جہالت کی زندگی نہیں سکھائی۔ پہلی وحی کا پہلا لفظ "اقرأ" ہے، اور یہی اس امت کی شناخت ہے۔ جس امت کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کو عبادت کا درجہ دیا، جس امت کے علماء نے دنیا کی تہذیب، طب، فلکیات، ریاضی، قانون اور فلسفے کو نئی جہتیں عطا کیں، اگر وہی امت علم سے بے نیاز ہو جائے تو اس سے بڑھ کر المیہ کیا ہو سکتا ہے؟ ہمیں یہ سمجھنا ہوگا کہ قرآن کی تعلیم اور زمانے کے نافع علوم ایک دوسرے کے مخالف نہیں، بلکہ ایک دوسرے کے معاون ہیں۔ وہ ہاتھ جو قرآن اٹھاتا ہے، اگر قانون کی کتاب بھی اٹھائے، اگر سائنس کی تحقیق بھی کرے، اگر صحافت کے ذریعے حق کی آواز بھی بلند کرے، اگر عدلیہ میں انصاف کا عَلَم بھی تھامے اور اگر ریاستی اداروں میں دیانت داری کے ساتھ خدمت بھی انجام دے تو یہی اسلام کے جامع تصورِ حیات کا عملی اظہار ہے۔

آج ہماری سب سے بڑی ضرورت یہی ہے کہ ہم اپنی ترجیحات کا از سرِ نو تعین کریں۔ ہم نے مدتوں اپنے مسائل کا حل دوسروں کے دروازوں پر تلاش کیا، حالانکہ قرآن ہمیں اپنے اندر جھانکنے کا سبق دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ﴾

اللہ کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت بدلنے کا فیصلہ نہ کرلے۔

یہ آیت محض تسلی نہیں، بلکہ امتِ مسلمہ کے لیے ایک دائمی منشور ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے حالات بدلیں تو سب سے پہلے ہمیں اپنی سوچ بدلنی ہوگی۔ ہمیں اپنے بچوں کی پرورش کا انداز بدلنا ہوگا، اپنی تعلیم کی سمت بدلنی ہوگی، اپنی اجتماعی ترجیحات بدلنی ہوں گی اور اپنے کردار کو قرآن و سنت کے سانچے میں ڈھالنا ہوگا۔

ذرا ایک لمحے کے لیے رک کر اپنے آپ سے چند سوال کیجیے۔ نیپال کے ریاستی ڈھانچے میں ہماری نمائندگی کہاں ہے؟ کتنے مسلمان ایسے ہیں جو قانون نافذ کرنے والے اداروں میں مؤثر حیثیت رکھتے ہوں؟ کتنے مسلمان انسپکٹر ہیں؟ کتنے ڈی ایس پی ہیں؟ کتنے ایس پی ہیں؟ کتنے چیف ڈسٹرکٹ آفیسر (CDO) ہیں؟ کتنے اعلیٰ سرکاری افسر، سیکریٹری، جج، قانون داں، صحافی، پروفیسر اور پبلک پالیسی کے ماہرین ہیں جو ایوانِ حکومت تک ہماری بات دلیل، قانون اور حکمت کے ساتھ پہنچا سکیں؟ اگر یہ تعداد نہ ہونے کے برابر ہے تو پھر ہمیں صرف شکوہ نہیں کرنا چاہیے بلکہ اس خلا کو پُر کرنے کی فکر کرنی چاہیے۔ جس قوم نے ریاستی اداروں میں اپنی جگہ خالی چھوڑ دی، اس کی آواز بھی کمزور ہو جاتی ہے۔

یہ ہرگز مراد نہیں کہ مسلمان اقتدار کے حصول کو اپنا مقصد بنالیں، بلکہ مقصد یہ ہے کہ وہ اس ملک کی تعمیر، استحکام اور عدل و انصاف کے قیام میں اپنا مثبت کردار ادا کریں۔ اسلام ہمیں گوشہ نشینی نہیں سکھاتا، بلکہ ذمہ داری سکھاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ایک ایسا معاشرہ قائم کیا جہاں ایمان کے ساتھ نظم تھا، عبادت کے ساتھ قانون تھا، روحانیت کے ساتھ ریاست تھی، اور اخلاق کے ساتھ انتظام بھی تھا۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اسی جامع تصور کو لے کر دنیا کے سامنے ایک ایسی تہذیب پیش کی جس میں مسجد بھی تھی، عدالت بھی، مدرسہ بھی تھا، بازار بھی، عبادت بھی تھی، حکومت بھی۔

افسوس کہ ہم نے اسلام کو چند عبادات تک محدود کر دیا اور اس کے اجتماعی پہلوؤں کو تقریباً فراموش کر دیا۔ ہم نے اپنے بچوں سے یہ تو کہا کہ نماز پڑھو، لیکن یہ کم بتایا کہ ایک اچھا مسلمان بہترین ڈاکٹر بھی ہوتا ہے، بہترین انجینئر بھی، بہترین وکیل بھی، بہترین جج بھی، بہترین صحافی بھی، بہترین سپاہی بھی اور بہترین سرکاری افسر بھی۔ ہم نے انہیں یہ کم سمجھایا کہ اگر نیت اللہ کی رضا اور مخلوق کی خدمت ہو تو ملک کی خدمت بھی عبادت بن جاتی ہے۔

آج وقت کا تقاضا یہ ہے کہ ہر مسلمان اپنے گھر میں ایک خاموش انقلاب برپا کرے۔ ہر باپ یہ عہد کرے کہ وہ اپنے بچے کو صرف روزگار کے لیے نہیں بلکہ قیادت کے لیے تیار کرے گا۔ ہر ماں یہ خواب دیکھے کہ اس کا بیٹا قرآن کا بھی امین ہوگا اور قانون کا بھی ماہر، دین کا بھی خادم ہوگا اور وطن کا بھی وفادار سپوت۔ ہمیں اپنے نوجوانوں کو قانون (Law)، صحافت (Journalism)، پبلک پالیسی (Public Policy)، سول سروس، عدلیہ، فوج، پولیس، طب، انجینئرنگ، معیشت اور جدید علوم کے ہر میدان میں آگے بڑھانا ہوگا۔ قوموں کی عزت صرف نعروں سے نہیں بنتی، بلکہ تعلیم، صلاحیت اور کردار سے بنتی ہے۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ ہم نے اپنی بہت سی توانائیاں ایسے اختلافات میں ضائع کر دیں جن کا ہماری اجتماعی زندگی سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ فرقہ واریت نے ہمیں کمزور کیا، باہمی نزاع نے ہماری قوت منتشر کی اور بے مقصد مباحث نے ہماری نئی نسل کو اصل مسائل سے غافل کر دیا۔ قرآن نے ہمیں ایک امت بنایا تھا، مگر ہم نے خود کو چھوٹے چھوٹے دائروں میں تقسیم کر لیا۔ دشمن کی سب سے بڑی کامیابی یہی ہوتی ہے کہ وہ کسی قوم کو باہر سے نہیں، اندر سے کمزور کر دے، اور افسوس کہ ہم نے بہت سے مواقع پر یہ کام خود اپنے ہاتھوں سے کیا۔

اس حقیقت سے بھی صرفِ نظر نہیں کیا جا سکتا کہ ایک قوم کی اصل قوت اس کے جلسوں، نعروں اور جذباتی نعروں میں نہیں، بلکہ اس کے کردار، علم، نظم اور اجتماعی شعور میں پوشیدہ ہوتی ہے۔ جو قومیں اپنی نسلوں کو صرف ماضی کے قصے سناتی ہیں مگر مستقبل کی تیاری نہیں کرتیں، وہ تاریخ میں زندہ نہیں رہتیں، صرف تاریخ کا حصہ بن جاتی ہیں۔ اسلام نے ہمیں ماضی پر فخر کرنا ضرور سکھایا ہے، مگر ماضی پر جینا نہیں سکھایا، اس نے ہمیں اسلاف کی عظمت کا تذکرہ اس لیے دیا کہ ہم ان کے نقشِ قدم پر چلیں، نہ کہ صرف ان کے ناموں پر ناز کرتے رہیں۔

آج اگر ہم اپنے اسلاف کی زندگیوں کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ ان کی عظمت کا راز صرف عبادت کی کثرت میں نہیں تھا، بلکہ ان کے ایمان نے ان کے کردار کو سنوارا، ان کے کردار نے معاشرے کو سنوارا اور ان کے معاشرے نے تاریخ کا رخ بدل دیا۔ پاس نہ دنیاوی جاہ و جلال تھا اور نہ کسی سلطنت کا غرور، مگر صداقت ایسی کہ قیامت تک ان کا نام سچائی کا استعارہ بن گیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عظمت صرف اس لیے نہیں کہ وہ خلیفۂ وقت تھے، بلکہ اس لیے کہ عدل ان کی شناخت بن گیا۔ ان کی عدالت میں امیر و غریب، عرب و عجم اور حاکم و محکوم سب ایک ہی میزان میں کھڑے ہوتے تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے امت کو یہ سبق دیا کہ دولت اگر اللہ کی راہ میں صرف ہو تو وہ عبادت بن جاتی ہے، اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے اپنے علم، حکمت، شجاعت اور انصاف سے ثابت کیا کہ اقتدار کا حسن تلوار کی دھار میں نہیں بلکہ انصاف کی روشنی میں ہے۔

یہی وہ نفوسِ قدسیہ تھے جنہوں نے قرآن و حدیث کو صرف سینوں میں محفوظ نہیں رکھا بلکہ اپنی عملی زندگی میں اس کا زندہ نمونہ بن کر دکھایا۔ پھر انہی کے نقشِ قدم پر چلنے والے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین دنیا کے مختلف گوشوں میں پہنچے۔ کسی نے تجارت کے ذریعے اسلام کا تعارف کرایا، کسی نے عدل کے ذریعے، کسی نے علم کے ذریعے اور کسی نے اپنے حسنِ اخلاق کے ذریعے۔ انہوں نے انسانوں کے دل فتح کیے، صرف شہر فتح نہیں کیے۔ ان کی سب سے بڑی دعوت ان کا کردار تھا۔ اسی لیے دنیا نے ان کے ہاتھوں میں تلوار سے پہلے قرآن دیکھا، حکومت سے پہلے دیانت دیکھی اور طاقت سے پہلے رحم و انصاف دیکھا۔

پھر اہلِ بیتِ اطہار کی زندگی ہمارے سامنے ہے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے امت کے اتحاد کے لیے وہ قربانی پیش کی جس کی مثال تاریخ میں کم ملتی ہے۔ انہوں نے اپنے ذاتی حق سے دست بردار ہو کر یہ پیغام دیا کہ اگر مسلمانوں کی جانیں بچانے اور امت کو انتشار سے محفوظ رکھنے کے لیے اپنی خواہش قربان کرنی پڑے تو یہی ایمان کا تقاضا ہے۔ دوسری طرف حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے میدانِ کربلا میں اپنے خون سے یہ اعلان کیا کہ باطل کے سامنے سر جھکایا نہیں جاتا، خواہ اس کی قیمت جان ہی کیوں نہ ہو۔ ان دونوں مقدس ہستیوں نے امت کو دو ایسے اصول عطا کیے جن پر پوری اسلامی تاریخ کھڑی ہے، ایک اتحاد کی حفاظت اور دوسرا حق پر استقامت۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا آج ہماری زندگیوں میں صدیق کی صداقت، فاروق کا عدل، عثمان کی سخاوت، علی کی حکمت، حسن کی بصیرت، حسین کی استقامت اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اخلاص دکھائی دیتا ہے؟ اگر نہیں، تو پھر صرف ان کے ناموں سے محبت کا دعویٰ ہماری نجات کے لیے کافی نہیں ہو سکتا۔ محبت کا سب سے سچا ثبوت اتباع ہے۔ جنہیں ہم اپنا مقتدا مانتے ہیں، ان کے اخلاق، ان کے علم، ان کی دیانت، ان کی قربانی اور ان کی فکر کو بھی اپنی زندگیوں میں جگہ دینی ہوگی۔

اسی لیے میں مسلمانانِ نیپال سے پورے درد کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ اپنے بچوں کو صرف وراثت کا وارث نہ بنائیے، انہیں کردار کا وارث بنائیے۔ انہیں صرف اپنے خاندان کا سہارا نہ بنائیے، بلکہ ملت کا سرمایہ اور وطن کا معمار بنائیے۔ انہیں اس مقام تک پہنچائیے کہ کل وہ عدالت میں انصاف کے علمبردار ہوں، انتظامیہ میں دیانت کی مثال ہوں، صحافت میں سچائی کی آواز ہوں، پارلیمان میں خیر و انصاف کے داعی ہوں، پولیس اور فوج میں وطن کی حفاظت کرنے والے باکردار افسر ہوں، اور تعلیمی اداروں میں علم و اخلاق کے چراغ روشن کرنے والے معلم ہوں۔ یہی وہ راستہ ہے جس سے ایک کمزور قوم دوبارہ اپنے قدموں پر کھڑی ہوتی ہے، اور یہی وہ سرمایہ ہے جسے نہ کوئی فسادات چھین سکتے ہیں، نہ کوئی تعصب اور نہ کوئی وقتی آزمائش۔

یہ حقیقت بھی ہمیشہ پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ اسلام نے مسلمانوں کو کسی قوم یا مذہب سے نفرت کا درس نہیں دیا، بلکہ عدل، احسان اور حسنِ معاشرت کا راستہ دکھایا ہے۔ قرآن کریم نے واضح الفاظ میں فرمایا: ﴿لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ﴾

یعنی جو لوگ تم سے دین کے معاملے میں جنگ نہیں کرتے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالتے، اللہ تمہیں ان کے ساتھ حسنِ سلوک اور انصاف کرنے سے نہیں روکتا۔ نیپال کی سرزمین صدیوں سے مذہبی رواداری، باہمی احترام اور بقائے باہمی کی علامت رہی ہے۔

اس ورثے کی حفاظت بھی ہماری ذمہ داری ہے۔ اگر ہم اس ملک کے وفادار شہری ہیں تو ہمیں اس کی سلامتی، ترقی اور استحکام کے لیے بھی اسی اخلاص سے کام کرنا ہوگا جس اخلاص سے ہم اپنی عبادت انجام دیتے ہیں۔ ایک سچا مسلمان جہاں اپنے دین کا امین ہوتا ہے، وہیں اپنے وطن کا بھی خیر خواہ ہوتا ہے۔

لیکن اس خیر خواہی کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ہم اپنی شناخت، اپنے حقوق یا اپنی ذمہ داریوں سے غافل ہو جائیں۔ اسلام نہ بزدلی سکھاتا ہے اور نہ فساد، نہ ظلم کا ساتھ دینے کی اجازت دیتا ہے اور نہ ظلم سہتے رہنے کو فضیلت قرار دیتا ہے۔ اسلام کا راستہ یہ ہے کہ انسان حکمت، صبر، قانون اور اتحاد کے ساتھ اپنے جائز حقوق کے لیے کھڑا ہو، اور اپنے کردار سے یہ ثابت کرے کہ وہ انصاف کا طالب ہے، انتشار کا نہیں، امن کا داعی ہے، کمزوری کا نہیں۔

یہاں ایک اور حقیقت بھی ہمارے غور و فکر کی مستحق ہے۔ ہم اکثر یہ شکایت کرتے ہیں کہ ہماری بات حکومت تک نہیں پہنچتی، ہماری مشکلات کو سنجیدگی سے نہیں لیا جاتا اور ہمارے مسائل پر فیصلہ کرتے وقت ہماری رائے شامل نہیں ہوتی۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ہماری نمائندگی کہاں ہے؟ کیا ہم نے اس کے لیے منصوبہ بندی کی؟ کیا ہم نے اپنی نئی نسل کو اس مقام تک پہنچانے کی کوشش کی جہاں وہ اس ملک کے انتظامی، قانونی، تعلیمی اور پالیسی ساز اداروں میں مؤثر کردار ادا کرسکے؟ اگر نہیں، تو پھر ہمیں آج ہی سے اس کمی کو پورا کرنے کا عزم کرنا ہوگا۔ آنے والے بیس یا تیس برسوں کی منصوبہ بندی آج کے مدارس، آج کے اسکولوں اور آج کے گھروں میں ہوگی، کل نہیں۔

میں یہ بات پوری ذمہ داری کے ساتھ کہنا چاہتا ہوں کہ مسلمانانِ نیپال کی حقیقی طاقت نہ ان کے نعروں میں پوشیدہ ہے، نہ ان کے جذباتی ردِ عمل میں، بلکہ ان کے اسکولوں، مدارس، لائبریریوں، جامعات اور ان گھروں میں ہے جہاں ایک ماں اپنے بچے کے دل میں قرآن کی محبت بھی ڈالتی ہے اور علم کی عظمت بھی، جہاں ایک باپ اپنے بیٹے کو صرف روزگار کمانا نہیں، بلکہ قوم کی خدمت کرنا سکھاتا ہے، جہاں ایک استاد کتاب کے اسباق کے ساتھ کردار کی تعمیر بھی کرتا ہے، اور جہاں ایک عالمِ دین منبر سے صرف احکام ہی نہیں، بلکہ امت کا مستقبل بھی بیان کرتا ہے۔ جاری۔۔۔۔۔۔۔۔

مفتی نعمان روحانی ہلے شاہ روحانی خانقاہ سفینۃ الاسلام

دارین میں وسیلہ نجات

راہِ سلوک وہ راہ ہے جس پر چلنے والا عشقِ الٰہی، معرفت، اور قربِ خداوندی کے اسرار سے بہرہ مند ہوتا ہے۔ یہ راستہ پُرخطر بھی ہے اور بے حد لطیف بھی۔ اگر اس راہ میں رہبر نہ ہو، تو طالب صادق اندھیروں میں بھٹک جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مرشدِ کامل کی صحبت و رہنمائی کو تصوف میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

مرشد کامل اُس کشتی بان کی مانند ہوتا ہے جو طوفانی سمندر میں بیٹھے طالب کو ساحلِ مقصود تک پہنچاتا ہے۔ بغیر مرشد کے راہِ سلوک طے کرنا ایسا ہی ہے جیسے اندھیرے میں سفر کرنا۔

قال اللہ تعالیٰ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی جانب وسیلہ اختیار کرو اور اس کی راہ میں مجاہدہ کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ

و قال تعالیٰ:

مَن يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۖ وَمَن يُضْلِلْ فَلَن تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُّرْشِدًا

جس کو اللہ ہدایت دے وہ ہدایت یافتہ اور جس کو وہ گمراہ کردے تو تم اس کے لیے کوئی مددگار رہنمائی کرنے والا نہ پاؤگے "من لا شيخ له، فشيخه الشيطان" جس کا کوئی شیخ (مرشد) نہیں، اس کا شیخ شیطان ہے۔

ہمارے پیرو مرشد عشقی رامپوری سرکار کیا خوب ارشاد فرماتے ہیں:

اپنے قدموں سے شرابی کو ھدایت دے دیں
دست درویش کو جنت کی ضمانت کہیئے
شرط اول ہے محمد ﷺ کی غلامی عشقی
ورنہ درویشی نہیں اسکو رذالت کہیئے

جس طرح جسمانی بیماری کے لیے طبیب کی ضرورت ہے، اسی طرح روحانی بیماریوں جیسے کبر، حسد، ریا، نفس پرستی کے علاج کے لیے مرشد کی صحبت ضروری ہے۔ وہ طالب کی خامیوں کو پہچان کر اصلاح کرتا ہے۔ مرشد کامل کی صحبت سے دل میں یقین کا نور پیدا ہوتا ہے، جو صرف کتابوں یا اذکار سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس نور سے ایمان، عرفان اور خشیت میں اضافہ ہوتا ہے۔

مرشد ایک آئینہ ہے جس میں طالب اپنے نفس کو دیکھتا ہے، اور وہ ایک دروازہ ہے جو اللہ کی طرف کھلتا ہے۔ مرشد کی صحبت عاشق بناتی ہے۔ اس کی نگاہِ فیض سے دل میں محبت کی وہ چنگاری سلگتی ہے جو طالب کو فنا فی اللہ کی منزلوں کی طرف کھینچتی ہے۔

ع
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
—علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

اور ہمارے مرشد کریم سلطان قلبم کچھ اس طرح لب کشا ہوئے کہ:

عشق میں یوُنہی نہی جلتا دل
کسی کامل کی نظر ہوتی ہے

مرشد کے تقاضے و شرائط:

۱- علمِ شریعت میں رسوخ:

مرشد کا علم صرف باطن تک محدود نہیں، بلکہ ظاہر میں بھی وہ شریعتِ محمدی ﷺ کا کامل عالم ہو۔ اگر مرشد شریعت سے غافل ہو، تو وہ خود گمراہ اور دوسروں کو بھی گمراہ کرے گا۔

۲- سنتِ نبوی ﷺ کا پیکر:

مرشد کی زندگی سنتِ رسول ﷺ کا آئینہ ہو۔ وہ نماز، روزہ، اخلاق، لباس، گفتار، معاملات—ہر پہلو سے سنت کی پابندی کرتا ہو۔

۳- سلوک کی راہوں سے گزرا ہو:

ایسا شخص جو خود مجاہدات و مجربات سے نہ گزرا ہو، وہ دوسروں کی راہنمائی کا اہل نہیں۔ مرشد کو خود فنا و بقا کی کیفیات کا تجربہ ہونا چاہیے۔

۴- اجازت و خلافت یافتہ ہو:

مرشد کو کسی کامل شیخ سے سند یافتہ خلافت حاصل ہو۔ یہ روحانی اجازت اس بات کی علامت ہے کہ وہ اللہ کے امانت دار ہیں۔

۵- دنیا سے بے رغبت ہو:

مرشد دنیا کے مال، شہرت اور تعظیم کا خواہاں نہ ہو۔ اس کی نظر صرف اللہ اور اس کے مقبول بندوں کی رضا پر ہو۔

۶- اخلاقِ حسنہ کا پیکر:

مرشد میں حلم، صبر، تواضع، محبت، شفقت، درگزر اور حسنِ خلق ہونا لازم ہے۔ اس کا دل طالب کی اصلاح کے لیے سراپا دعا و دلسوز ہو۔

چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں

۷- جذب و عقل کا توازن:

کچھ لوگ مجذوب ہوتے ہیں، جو خود بھی بے خودی میں رہتے ہیں اور رہنمائی کے اہل نہیں ہوتے۔ مرشد کامل مجذوب ہونے کے ساتھ ساتھ صاحبِ عقل و شعور بھی ہو۔

۸- خالص نیت اور للّٰہیت:

مرشد کا مقصد صرف اللہ کی رضا ہو، نہ کہ مریدین کی کثرت، دولت کی فراوانی، یا ناموری۔ اس کی ہر بات اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے ہو۔

۹- مرشد کا صاحب نظر ہونا:

ہمارے پیرو مرشد سرکار اور سلف صالحین کی تعلیمات کے مطابق مرشد کا صاحب نظر ہونا اشد ضروری کیونکہ اگر مرشد صاحب نظر نہیں ہوگا تو مرید کی خبر گیری کیسے ہوگی اور مدد کو کب پہونچے گا؟

اگر کوئی ناقص شخص خود کو مرشد کہنے لگے اور لوگ اس کے پیچھے چلنے لگیں، تو اس کے اثرات تباہ کن ہوسکتے ہیں:

بدعت و گمراہی میں پھنسنا
شیطانی وارداتوں کو الہام سمجھنا
روحانی تکبر میں مبتلا ہو جانا
دنیا و آخرت کا خسارہ
گناہوں میں ملوث ہونا
نئی نئی باتیں گھڑلینا
اپنی واہ واہی کے لیے مریدوں کا مستقبل برباد کرنا

، مرشد کامل کی صحبت کے ثمرات: دل کی صفائی اور نورانیت
ذکر اللہ میں لذت، نیتوں کی اخلاص کی طرف اصلاح، خواب و کشف میں توازن
روحانی سکون اور قربِ الٰہی، عشق مصطفیٰ ﷺ کا حصول، عِلم لدنی سے بہرہ وری
علوم ظاہری کی تکمیل اور علوم باطنی میں غوطہ زنی، مرشد کامل اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عطیہ اور کرم ہوتا ہے۔ جسے یہ نعمت مل جائے، اسے چاہیے کہ اس کی قدر کرے، اطاعت کرے، اور اس کی دعاؤں میں ہمیشہ شامل رہے۔

"مرشد کی ایک نظر دل نواز پڑ جائے، تو ایک لمحے میں صدیوں کی راہ طے ہو جاتی ہے۔"

گل عشقی جامعہ قطبیہ روحانیہ، بگی شریف، ضلع رامپور، یوپی، الھند.

انضمام شبّیر کٹیہاری

عدل کا نام لب پہ سجایا کریں
ظلم سے رِشتہ اپنا مٹایا کریں

عادلوں سے میری ہے یہی اِلتجا
بات حق کی ہمیشہ سنایا کریں

جلد مظلوم کی آہ سنتا ہے رب
دل کسی کا نہ ہرگز دکھایا کریں

عدل کے دم سے قائم ہے شانِ وطن
کوئی حاکم کو بھی یہ بتایا کریں

جھوٹ شبّیر ہے ایک کبیرہ گناہ
اِس لئے سچ ہمیشہ بتایا کریں

متعلم: جامعہ امام ابنِ تیمیہ
چندن بارہ چمپارن بہار

ملک ہند کا نوجوان اپنے مستقبل کا حساب مانگ رہا ہے:

سرفراز احمد قاسمی حیدرآباد*
رابطہ:۸۰۹۹۶۹۵۱۸۶

بھارت ان دنوں بڑی تیز رفتاری سے بدل رہا ہے اور یہاں کی سیاست میں شاید پہلی بار ایسا منظر نامہ ابھر کر سامنے آرہا ہے جس نے اقتدار کے ایوانوں کو یہ سوچنے پر مجبور کردیا ہے کہ جن نوجوان نسل کے بزرگوں اور انکے والدین کو برسوں تک مذہبی نعروں، مندر، مسجد کی بحث اور اکثریتی شناخت کی سیاست کے ذریعے متاثر کرنے کی کوشش کی گئی، اب اس نے اچانک سیاست کا رخ روزگار، تعلیم، امتحانی شفافیت اور جواب دہی کی طرف موڑ دیا ہے، یہی وہ تبدیلی ہے جس نے بی جے پی اور آر ایس ایس کو حیران کن صورتحال سے دوچار کردیا ہے، دہلی کے جنتر منتر پر جین زی کی قیادت میں ہونے والے تاریخی احتجاج نے محض ایک امتحانی مسئلے کو نہیں اٹھایا بلکہ اس نے حکومت کے سامنے ایک بنیادی سوال کھڑا کردیا کہ نوجوانوں کو مذہبی جذبات کے نام پر ووٹ دینے کے لیے کب تک تیار کیا جاتا رہے گا جبکہ ان کا مستقبل ہی غیر یقینی صورتحال کا شکار ہے۔ امتحانی پرچوں کے افشاء، روزگار کے بحران اور بوسیدہ نظام کی جواب دہی کے مطالبے نے ہزاروں نوجوانوں کو سڑک پر لا کھڑا کیا ہے، جنتر منتر سے شروع ہونے والا مارچ اتنا مؤثر ثابت ہوا کہ مرکزی وزیر تعلیم دھرمندر پردھان کو استعفی دینا پڑا۔ نوجوانوں کی طرف سے سامنے آنے والی یہ تحریک ۲۰۱۴ کے بعد مودی حکومت کے لیے بڑے سیاسی چیلنجوں میں شمار کی جارہی ہے اور یہیں سے حکمراں پارٹی، بی جے پی کے لیے اصل خطرے کی گھنٹی بجنی شروع ہوچکی ہے، کیونکہ یہ احتجاج کسی روایتی اپوزیشن جماعت کے پرچم تلے نہیں تھا، اس کے نعروں کا مرکز ہندو مسلم تھا نہ مندر مسجد، اس میں نوجوانوں کے مطالبات بالکل سیدھے تھے کہ ملک بھر کے امتحانات میں شفافیت کیوں نہیں ہے؟ ملازمتیں کہاں ہیں؟ اور کیوں نہیں ہیں؟ حکومت جواب دے، شاید یہی وہ سوالات ہیں، جن کا جواب مذہبی سیاست کے نعروں سے نہیں دیا جاسکتا۔ بی جے پی کی سیاست نے طویل عرصے تک ہندو مسلم اور مذہبی شناخت کو انتخابی سیاست کے ایک مؤثر ہتھیار کے طور پر استعمال کیا ہے، رام مندر، ہندو شناخت اور مسلمانوں کے خلاف سیاسی بیان بازی نے قومی سیاست میں ایک طاقتور انتخابی بیانیہ تشکیل دیا لیکن نوجوانوں کا ایک بڑا حصہ، جسے جین زی بھی کہا جاتا ہے، اس سیاست اور سیاسی زبان کو اسی شدت سے قبول کرتا دکھائی نہیں دے رہا ہے کیونکہ اس نسل کے ہاتھ میں موبائل ہے، اس کے سامنے پوری دنیا ہے، اسے چند سکنڈ میں مختلف ملکوں کی حکومتوں، تعلیمی نظام، روزگار کے مواقع اور سیاسی مباحث کا موازنہ کرنے کی صلاحیت حاصل ہے، اسے یہ بتانا اب کم از کم اتنا آسان نہیں کہ اس کی بے روزگاری کا حل کسی مذہبی تنازع میں ہے کیونکہ اسے اپنے مستقبل کی فکر ہے، اسے شفاف امتحان چاہیے، اسے معیاری تعلیم چاہیے اور اسے یہ حق بھی چاہیے کہ وہ حکومت سے جب چاہیں سوال کرسکیں، یہی وجہ ہے کہ آر ایس ایس سربراہ موہن بھاگوت کو بھی اچانک نوجوانوں کے لہجے کو سمجھنے کی ضرورت محسوس ہوئی، حالیہ دنوں میں دیے گئے انکے بیانات اس بات کا اعتراف ہے کہ نئی نسل کو حکم دینے کے بجائے اسے سننا پڑے گا، ایسے میں سوال کا پیدا ہونا فطری ہے کہ اگر جین زی کے سوالات ہمیشہ جائز تھے تو ان کی آواز اس وقت کیوں زیادہ اہم ہوگئی جب وہ سڑکوں پر اتر آئے؟ اگر نوجوانوں کے احتجاج کو جمہوریت کا حصہ سمجھا جاتا ہے تو پھر حکومت مخالف نوجوانوں کو پہلے سیاسی دشمن سمجھنے کی روایت کیوں رہی؟ اگر نئی نسل واقعی ملک کا مستقبل ہے تو اس مستقبل کے سامنے روزگار، تعلیم اور امتحانات کی شفافیت کا مسئلہ، مذہبی نعروں سے بڑا کیوں نہیں سمجھا گیا؟ پچھلے دنوں دہلی بی جے پی نے خود اعتراف کیا کہ حالیہ جین زی تحریک نے پارٹی کو کچھ حد تک حیران کردیا ہے، بعد ازاں پارٹی نے جین زی کو قریب کرنے کے لیے کالجز اور یونیورسٹیوں میں نوجوانوں سے رابطہ بڑھانے یوا مورچہ اور اے بی وی پی کے ذریعے رسائی تیز کرنے کا منصوبہ بنایا یعنی مسئلہ صرف یہ نہیں کہ جین زی اور نوجوان ناراض ہے، اصل مسئلہ یہ ہے کہ جین زی کو روایتی سیاسی فارمولا سے قابو کرنا اب آسان نہیں رہا۔ ان حالات میں وزیراعظم مودی کی نوجوانوں تک پہنچنے کی نئی ڈیجیٹل کوشش بھی اسی پس منظر میں سامنے آئی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ کیا انسٹاگرام کی ریل، امتحانی پرچے کا لیک روک سکتی ہے؟ کیا میم بے روزگاری ختم کرسکتا ہے؟ کیا فرینڈز کہہ دینے سے نوجوان حکومت پر اعتماد کرنے لگیں گے؟ نوجوانوں کو اگر واقعی قریب لانا ہے تو اسے سیاسی برانڈنگ نہیں بلکہ نتیجہ چاہیے۔ حکومت اور آر ایس ایس کے لیے سب سے بڑا امتحان یہ ہے کہ وہ اس نسل کو محض ایک نئے ووٹ بینک کے طور پر نہ دیکھے کیونکہ جین زی کوئی روایتی ووٹ بینک نہیں ہے، بی جے پی اگر سمجھتی ہے کہ چند نوجوانوں سے ملاقات، انسٹاگرام، ریلز اور کالج کمپین سے جین زی اس کے روایتی سیاسی بیانیے میں واپس آجائے گی تو شاید وہ ایک بنیادی تبدیلی کو سمجھنے میں ناکام ہے، برسہا برس تک مندر، مسجد کی سیاست کے بعد اب روزگار، تعلیم اور جواب دہی کی سیاست دروازے پر کھڑی ہے اور یہی وہ دستک ہے جس نے بی جے پی اور حکمراں اتحاد کو پہلی مرتبہ یہ سوچنے پر مجبور کردیا ہے کہ ملک کا نوجوان صرف ہندو ووٹر نہیں رہا وہ پہلے وطن کا نوجوان شہری ہے جو اپنے مستقبل کا حساب مانگ رہا ہے اور کل ہی کاکروچ پارٹی کے لیڈروں نے جنتر منتر سیزن ۲ شروع کرنے کا اعلان بھی کردیا ہے۔

ملک میں روزگار کا مسئلہ انتہائی سنگین ہے جہاں اپوزیشن کی جانب سے اس کے لیے مرکزی حکومت کو ذمہ دار قرار دیا جارہا ہے وہیں حکومت کی جانب سے روزگار کی فراہمی کے بلند وبانگ دعوے کیے جارہے ہیں، سرکاری و غیر سرکاری اعداد و شمار اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ ملک میں بے روزگاری کی شرح مسلسل بڑھتی جارہی ہے اور تاریخ کے نازک موڑ پر آج یہ ملک کھڑا ہے، ان حالات میں نوجوان طبقہ مایوسی کا شکار ہے، وزیراعظم مودی کی قیادت میں بی جے پی نے ۲۰۱۴ کے انتخابی منشور میں ہر سال دو کروڑ روزگار دینے کا وعدہ کیا تھا لیکن گزشتہ ایک دہائی میں یہ وعدے محض اعلانات اور اشتہاری مہمات تک محدود رہے، حکومت نے اسٹارٹ اپ انڈیا، اسکل انڈیا اور میک ان انڈیا جیسے کئی پروگرام لانچ کی لیکن ان کا زمینی اثر انتہائی محدود اور غیر مؤثر رہا، ملک کے کروڑوں نوجوان، آج روزگار کی تلاش میں مارے مارے پھر رہے ہیں، حال ہی میں شائع ہونے والی سینٹر فار مانیٹرنگ انڈین اکانومی (CMIE) کی رپورٹ کے مطابق جون ۲۰۲۵ میں ملک کی مجموعی بے روزگاری کی شرح ۸ء۵ فیصد تک پہنچ گئی ہے جو ایک دہائی کی بلند ترین سطحوں میں سے ایک ہے، دیہی علاقوں میں روزگار کے مواقع سکڑ چکے ہیں جبکہ شہری نوجوان کنٹریکٹ یا پارٹ ٹائم ملازمتوں پر مجبور ہیں، ماہرین اقتصادیات اور آزاد ادارے اس پر شدید خدشات کا اظہار کررہے ہیں۔

رائٹرز کے حالیہ سروے میں شامل ۵۰ ماہرین میں سے ۷۰ فیصد نے حکومت کے اعداد و شمار کو غیر حقیقی اور گمراہ کن قرار دیا ہے، ان ماہرین کا کہنا ہے کہ ملک میں اصل بے روزگاری کی شرح ۷ فیصد سے ۳۵ فیصد کے درمیان ہوسکتی ہے جو ایک خطرناک رجحان ہے، اس کے مطابق لاکھوں افراد بظاہر ملازمت یافتہ شمار کیے جا رہے ہیں، حالانکہ وہ صرف چند گھنٹوں یا کچھ دنوں کی عارضی ملازمت کررہے ہیں، سب سے بڑی خامی پیریاڈک لیبر فورس سروے میں ہے جس میں اگر کوئی شخص ہفتے میں صرف ایک گھنٹہ کام کرتا ہے تو اسے بھی برسر روزگار مان لیا جاتا ہے، یہ طریقہ کار نہ صرف پرانا ہے بلکہ حقیقی بے روزگاری کو بھی چھپاتا ہے، اسی طرح سابق گورنر ریزرو بینک کا کہنا ہے کہ حکومت کو صرف بلند و بانگ دعووں کے بجائے ان شعبوں پر توجہ دینی چاہیے جو واقعی ملازمت پیدا کرتے ہیں جیسے مینوفیکچرنگ، زراعت اور سروس سیکٹر پر، اپوزیشن جماعتوں نے بھی اس مسئلے پر حکومت کو گھیرا ہے، کانگریس قائد راہل گاندھی کا یہ بیان خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ حکومت صرف اعداد و شمار کا کھیل، کھیل رہی ہے، نوجوان بے روزگار ہیں، ڈگریاں ہاتھ میں لیے دربدر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہیں اور حکومت انہیں روزگار کے وعدوں کے بجائے ڈیٹا دکھارہی ہے، عام آدمی پارٹی اور بائیں بازو کی جماعتیں بھی حکومت پر یہ الزام عائد کررہی ہیں کہ معاشی ترقی کے دعوے صرف سرمایہ دار طبقے تک محدود ہیں اس سے عوام کو کچھ حاصل نہیں ہورہا ہے، ہر سال ملک میں تقریبا ایک کروڑ نوجوان، روزگار کے متلاشی ہوتے ہیں لیکن ان میں سے بیشتر کو یا تو کوئی کام نہیں ملتا یا بہت کم اجرت پر جز وقتی یا غیر مستقل ملازمتیں فراہم ہوتی ہیں، یہ مایوسی اب صرف شخصی نہیں رہی بلکہ سیاسی شکل اختیار کرتی جارہی ہے، حال ہی میں ہونے والے ضمنی الیکشن اور سیاسی انتخابات میں نوجوانوں کا حکومت کے خلاف حق رائے دہی کا استعمال، بڑھتی ہوئی ناراضگی کا واضح اشارہ ہے ایک اور بڑا مسئلہ خواتین کی ورک فورس میں کم شرکت ہے، موجودہ دور میں صرف ۲۰ فیصد خواتین ہی ورک فورس میں شامل ہیں جو جنوبی ایشیا میں سب سے کم شرح ہے، ماہرین کا کہنا ہے کہ خواتین کو کام کے بہتر مواقع فراہم کیے جائیں تو نہ صرف معاشی ترقی ممکن ہے بلکہ اس سے سماجی بہتری بھی آئے گی، سائنس و شماریات کے محکمہ نے اپنے اعداد و شمار کے دفاع میں کہا ہے کہ وہ بین الاقوامی معیارات پر عمل کررہے ہیں اور جدید تکنیک استعمال کررہے ہیں، ان کے مطابق یہی ڈیٹا عالمی ادارے بھی تسلیم کرتے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ اگر سب کچھ درست ہے تو پھر نوجوان سڑکوں پر کیوں ہے؟ کیوں ہر دوسرا تعلیم یافتہ نوجوان نوکری اور روزگار کے لیے پریشان ہے؟ گزشتہ دنوں یوپی کے پریاگ راج میں کانگریس قائد راہل گاندھی نے کہا کہ ہندوستان کے نوجوان ملک کی سب سے بڑی طاقت ہیں اور ان کی صلاحیت کا دنیا میں کوئی مقابلہ نہیں، کے پی گراؤنڈ میں چھاتروں کی گونج پروگرام سے خطاب کرتے ہوئے راہل گاندھی نے کہا کہ آپ ہندوستان کی طاقت اور فخر ہیں، جب میں یہ کہتا ہوں تو میری مراد ہر ہندوستانی شہری سے ہوتی ہے، انہوں نے کہا کہ آج میں آپ سے درد، ڈیٹا اور دولت کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہوں، قائد اپوزیشن لوک سبھا نے کہا کہ ہندوستان کے ۴۰ کروڑ نوجوان ملک کی سب سے بڑی طاقت ہے، انہوں نے کہا کہ امریکہ، چین اور روس کے بارے میں بہت ساری باتیں کی جاتی ہیں لیکن ہندوستان کے نوجوان بے مثال ہیں، راہل گاندھی نے ملک میں تعلیمی اسناد کی قدر کم ہونے پر بھی تشویش کا اظہار کیا، انہوں نے کہا کہ آج ہندوستان میں تعلیمی سرٹیفکیٹ کی کوئی اہمیت نہیں ہے، کیونکہ وہ آپ کو ملازمت نہیں دلاسکتے، انھوں نے طلبہ اور مسابقتی امتحانات کی تیاری کرنے والے امیدواروں کے ایک بڑے اجتماع سے خطاب کیا اور طلبہ کے مسائل کو سنجیدگی کے ساتھ سنا، پروگرام میں موجود طلبہ نے ہاسٹلز کے مسائل اور مسابقتی امتحانات سے متعلق اپنی تشویش کا اظہار کیا، طلباء نے یہ بھی کہا کہ وہ یہ مسائل راہل گاندھی کے سامنے اٹھانے کی امید رکھتے ہیں، قبل ازیں قائد اپوزیشن لوک سبھا راہل گاندھی کا طلبہ نے زوردار نعروں کے ساتھ تاریخی استقبال کیا، تقریب کے شروع میں اترپردیش کے دو طلبہ نے ریاست میں تعلیمی نظام کی صورتحال اور بڑھتی بے روزگاری کا درد بیان کیا، اویناش نامی ایک نوجوان نے بتایا کہ وہ ۲۰۱۸ سے ٹیچر بننے کی تیاری کررہا ہے اور کئی امتحانات دے چکا ہے لیکن ریاست میں تقرری ہی مناسب طریقے سے نہیں ہورہی ہے، اویناش نے یہ بھی بتایا کہ اب تک کئی امتحانات کے پیپر لیک ہوچکے ہیں، اس سے طلباء کا جو وقت ضائع ہوا، اس کی جواب دہی کے لیے کوئی تیار نہیں ہے، ایک طالب علم نے اپنا درد بیان کرتے ہوئے راہل گاندھی کے سامنے بتایا کہ وہ بی ایڈ اور سی ٹیٹ کرچکا ہے، اسے چار سال سے زیادہ کا عرصہ ہوچکا ہے لیکن بھرتی نہیں نکل رہی ہے، اس نوجوان نے اپنی تکلیف ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ اب ہمارے پاس صرف دو ہی راستے بچے ہیں، یا تو چائے کی دکان کھولیں یا پھر خودکشی کرلیں، یہ سن کر راہل گاندھی نے کہا کہ خودکشی کوئی متبادل نہیں ہوسکتا، قائد حزب اختلاف راہل گاندھی نے طلباء کو یقین دلایا کہ انہیں انصاف ملے گا اس کے لیے وہ ہر قدم پر طلبہ کے ساتھ کھڑے ہیں، اس درمیان کانگریس نے نظام تعلیم میں موجود خامیوں اور بڑھتی بے روزگاری پر موجود حکومت کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے، ایک سوشل میڈیا پوسٹ میں کانگریس نے لکھا کہ سال در سال مودی حکومت کا وہی جھوٹ سن سن کر نوجوان بے حال ہو گئے ہیں، اب انکا بھروسہ پوری طرح ٹوٹ چکا ہے، گمراہی سامنے آچکی ہے، ایک دہائی بعد آج کروڑوں طلبہ کی گونج ایک آواز میں پوچھ رہی ہے کہ روزگار کہاں ہے؟ کانگریس نے کہا کہ تبدیلی کے لیے آواز اٹھایئے، بے روزگاری کے خلاف ایک ساتھ آیئے، اس پوسٹ کے ساتھ ویڈیو میں کچھ عام لوگوں کے بیانات بھی دکھائے گئے ہیں جو کہہ رہے ہیں کہ اتر پردیش میں روزگار نہ ہونے کی وجہ سے وہ ملک سے باہر اسرائیل جارہے ہیں، جنگ کے حالات میں بھی وہ اسرائیل جانے کو تیار ہیں کیونکہ ریاست میں ان کے لیے دو وقت کی روٹی حاصل کرنا محال ہورہا ہے، بے روزگاری کا مسئلہ ایک اقتصادی نہیں بلکہ سیاسی، سماجی اور انسانی مسئلہ بنتا جارہا ہے، اس کا حل صرف دعووں سے نہیں بلکہ شفاف اور قابل اعتماد اعداد و شمار، بہتر پالیسی سازی اور سب کے لیے باعزت روزگار کے مواقع فراہم کرنے سے ہی ممکن ہے، حکومت کو چاہیے کہ وہ نئی نسل کے مستقبل کے لیے سنجیدہ اقدامات کرے، کیونکہ ہندوستان کی سب سے بڑی طاقت اس کا نوجوان طبقہ ہے جو آج سب سے زیادہ بے چینی اضطراب اور غیر یقینی صورتحال کا شکار ہے، اپنے گھروں سے نکل سڑکوں پر ہے، اپنے مستقبل کے لئے فکر مند ہے اور اس گونگی، بہری حکومت سے پچھلے ۱۲ سال کا حساب مانگ رہا ہے۔ کیا انھیں یہ حساب مل سکے گا؟ منظر بھوپالی کی زبانی ملک کا نوجوان حکومت سے یہ سوال کررہا ہے کہ

دیش کی تباہی کا حساب دیجئے
مجھ کو میرے بینک کی کتاب دیجئے

(مضمون نگار معروف صحافی، کالم نویس اور سیاسی تجزیہ نگار ہیں)

پانچ ایسی احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جو دنیا اور آخرت کی کامیابی کے لیے کافی ہیں

ابو خالد قاسمی
خادم جامعہ اسلامیہ گلزار قرآنیہ کلچھینہ غازی آباد

حضرت بشر بن حارث حافیؒ (متوفی: ۲۲۷ھ) جو بغداد کے عظیم زاہد، محدث اور اہلِ معرفت میں شمار ہوتے ہیں فرمایا کرتے تھے:

اے اہلِ حدیث! حدیث کی زکوٰۃ ادا کرو؛ ہر دو سو احادیث میں سے کم از کم پانچ احادیث لوگوں تک ضرور پہنچاؤ۔

اسی مبارک نصیحت کی روشنی میں ذیل میں رسولِ اکرم ﷺ کی پانچ جامع اور عظیم احادیث پیش کی جارہی ہیں۔ اگر طالبِ علم انہیں پڑھے، یاد کرے، ان پر عمل کرے اور دوسروں تک پہنچائے تو یہی اس کی دنیا کی اصلاح اور آخرت کی کامیابی کے لیے کافی ہیں، ان شاء اللہ۔

پہلی حدیث۔

لا تُشْرِكْ بِاللَّهِ شَيْئًا وَإِنْ قُتِلْتَ وَحُرِّقْتَ، وَلَا تَعُقَّنَّ وَالِدَيْكَ وَإِنْ أَمَرَاكَ أَنْ تَخْرُجَ مِنْ أَهْلِكَ وَمَالِكَ، وَلَا تَتْرُكَنَّ صَلَاةً مَكْتُوبَةً مُتَعَمِّدًا، فَإِنَّ مَنْ تَرَكَ صَلَاةً مَكْتُوبَةً مُتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ ذِمَّةُ اللَّهِ، وَلَا تَشْرَبَنَّ الْخَمْرَ فَإِنَّهَا رَأْسُ كُلِّ فَاحِشَةٍ، وَإِيَّاكَ وَالْمَعْصِيَةَ فَإِنَّ بِالْمَعْصِيَةِ يَحِلُّ سَخَطُ اللَّهِ، وَإِيَّاكَ وَالْفِرَارَ مِنَ الزَّحْفِ وَإِنْ هَلَكَ النَّاسُ، وَإِذَا أَصَابَ النَّاسَ مَوْتٌ وَأَنْتَ فِيهِمْ فَاثْبُتْ، وَأَنْفِقْ عَلَى أَهْلِكَ مِنْ طَوْلِكَ، وَلَا تَرْفَعْ عَنْهُمْ عَصَاكَ أَدَبًا، وَأَخِفْهُمْ فِي اللَّهِ۔

حضرت معاذ بن جبلؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے دس اہم نصیحتیں فرمائیں:

- اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا، اگرچہ اس جرم میں تمہیں قتل کر دیا جائے یا جلا دیا جائے۔
- والدین کی نافرمانی نہ کرنا، اگرچہ وہ تمہیں اہل و عیال اور مال چھوڑنے کا حکم دیں۔
- جان بوجھ کر کوئی فرض نماز ترک نہ کرنا؛ کیونکہ جو شخص قصداً فرض نماز چھوڑ دیتا ہے، وہ اللہ کی حفاظت اور امان سے محروم ہو جاتا ہے۔
- شراب ہرگز نہ پینا، کیونکہ وہ ہر برائی کی جڑ ہے۔
- گناہوں سے بچنا، اس لیے کہ گناہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دیتے ہیں۔
- میدانِ جہاد سے ہرگز فرار نہ ہونا، اگرچہ دوسرے لوگ پیچھے ہٹ جائیں۔
- جب کسی علاقے میں وبا یا موت عام ہو اور تم وہاں موجود ہو تو ثابت قدم رہنا۔
- اپنی حیثیت کے مطابق اپنے اہل و عیال پر خرچ کرنا۔
- اہلِ خانہ کی تربیت میں غفلت نہ کرنا۔
- انہیں اللہ تعالیٰ سے ڈراتے رہنا تاکہ ان کے دلوں میں تقویٰ پیدا ہو۔

(مسند احمد، معجم کبیر للطبرانی، حدیث حسن)

دوسری حدیث

أَمَرَنِي خَلِيلِي ﷺ بِسَبْعٍ: أَمَرَنِي بِحُبِّ الْمَسَاكِينِ وَالدُّنُوِّ مِنْهُمْ، وَأَمَرَنِي أَنْ أَنْظُرَ إِلَى مَنْ هُوَ دُونِي وَلَا أَنْظُرَ إِلَى مَنْ هُوَ فَوْقِي، وَأَمَرَنِي أَنْ أَصِلَ الرَّحِمَ وَإِنْ أَدْبَرَتْ، وَأَمَرَنِي أَلَّا أَسْأَلَ أَحَدًا شَيْئًا، وَأَمَرَنِي أَنْ أَقُولَ الْحَقَّ وَإِنْ كَانَ مُرًّا، وَأَمَرَنِي أَلَّا أَخَافَ فِي اللَّهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ، وَأَمَرَنِي أَنْ أُكْثِرَ مِنْ قَوْلِ: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ، فَإِنَّهُنَّ مِنْ كَنْزٍ تَحْتَ الْعَرْشِ.

حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ میرے محبوب رسول اللہ ﷺ نے مجھے سات باتوں کا حکم دیا:

- مسکینوں سے محبت کرو اور ان کے قریب رہو۔
- اپنے سے کم تر لوگوں کو دیکھو، اپنے سے بلند لوگوں کی طرف نہ دیکھو۔
- صلہ رحمی کرتے رہو، اگرچہ رشتہ دار بے رخی اختیار کریں۔
- کسی سے سوال نہ کرو۔
- ہمیشہ حق بات کہو، اگرچہ وہ کڑوی ہو۔
- اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرو۔
- کثرت سے "لاحول ولا قوۃ إلا باللہ" پڑھا کرو، کیونکہ یہ عرشِ الٰہی کے نیچے کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔

(مسند احمد، حدیث حسن)

تیسری حدیث

ثَلَاثٌ مُنْجِيَاتٌ، وَثَلَاثٌ مُهْلِكَاتٌ؛ فَأَمَّا الْمُنْجِيَاتُ: فَتَقْوَى اللَّهِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ، وَالْقَوْلُ بِالْحَقِّ فِي الرِّضَا وَالْغَضَبِ، وَالْقَصْدُ فِي الْفَقْرِ وَالْغِنَى. وَأَمَّا الْمُهْلِكَاتُ: فَشُحٌّ مُطَاعٌ، وَهَوًى مُتَّبَعٌ، وَإِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهِ.

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تین چیزیں نجات دلانے والی ہیں اور تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں۔

نجات دلانے والی چیزیں:

- ظاہر و باطن ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔
- خوشی ہو یا ناراضی، ہر حال میں حق بات کہنا۔
- خوش حالی اور تنگ دستی، دونوں حالتوں میں اعتدال اختیار کرنا۔

ہلاک کرنے والی چیزیں:

- ایسا بخل جس کی اطاعت کی جائے۔
- ایسی خواہشِ نفس جس کی پیروی کی جائے۔
- انسان کا اپنے آپ کو بڑا سمجھنا، اور یہی ان میں سب سے زیادہ خطرناک ہے۔

(شعب الإیمان للبیھقي، حدیث حسن)

چوتھی حدیث

اضْمَنُوا لِي سِتًّا مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَضْمَنْ لَكُمُ الْجَنَّةَ: اصْدُقُوا إِذَا حَدَّثْتُمْ، وَأَوْفُوا إِذَا وَعَدْتُمْ، وَأَدُّوا إِذَا اؤْتُمِنْتُمْ، وَاحْفَظُوا فُرُوجَكُمْ، وَغُضُّوا أَبْصَارَكُمْ، وَكُفُّوا أَيْدِيَكُمْ.

حضرت عبادہ بن صامتؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تم میرے لیے چھ باتوں کی ضمانت دو، میں تمہارے لیے جنت کی ضمانت دیتا ہوں:

- جب بات کرو تو سچ بولو۔
- وعدہ کرو تو اسے پورا کرو۔
- امانت سونپی جائے تو اسے ادا کرو۔
- اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو۔
- اپنی نگاہیں نیچی رکھو۔
- اپنے ہاتھوں کو ظلم اور گناہ سے روکے رکھو۔

(مسند احمد، صحیح ابن حبان، مستدرک حاکم، شعب الإیمان، حدیث حسن)

پانچویں حدیث

اتَّقِ الْمَحَارِمَ تَكُنْ أَعْبَدَ النَّاسِ، وَارْضَ بِمَا قَسَمَ اللَّهُ لَكَ تَكُنْ أَغْنَى النَّاسِ، وَأَحْسِنْ إِلَى جَارِكَ تَكُنْ مُؤْمِنًا، وَأَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ تَكُنْ مُسْلِمًا، وَلَا تُكْثِرِ الضَّحِكَ؛ فَإِنَّ كَثْرَةَ الضَّحِكِ تُمِيتُ الْقَلْبَ.

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

کون ہے جو مجھ سے یہ چند باتیں سیکھے، پھر خود بھی ان پر عمل کرے یا دوسروں کو سکھائے تاکہ وہ بھی ان پر عمل کریں؟

حضرت ابو ہریرہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں حاضر ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور پانچ باتیں ارشاد فرمائیں:

- حرام چیزوں سے بچو، تم سب سے بڑے عبادت گزار بن جاؤ گے۔
- اللہ تعالیٰ نے جو حصہ تمہارے لیے مقرر کیا ہے، اس پر راضی رہو، تم سب سے زیادہ غنی ہو جاؤ گے۔
- اپنے پڑوسی کے ساتھ حسنِ سلوک کرو، تم کامل مومن بن جاؤ گے۔
- اپنے بھائی کے لیے بھی وہی پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو، تم کامل مسلمان بن جاؤ گے۔
- زیادہ ہنسنے سے بچو، کیونکہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔

(مسند احمد، جامع ترمذی، حدیث حسن)

یہ پانچ احادیثِ مبارکہ اپنے اندر دینِ اسلام کے بنیادی اخلاق، عبادات، معاملات اور معاشرت کا جامع خلاصہ سموئے ہوئے ہیں۔ اگر کوئی طالبِ علم انہیں پڑھے، یاد کرے، اپنی زندگی کا حصہ بنائے اور دوسروں تک پہنچائے تو امید ہے کہ یہی اس کی دنیا کی کامیابی اور آخرت کی نجات کا بہترین سرمایہ ثابت ہوں گی۔

اللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا عِلْمًا نَافِعًا، وَعَمَلًا صَالِحًا، وَإِخْلَاصًا فِي الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ، وَاجْعَلْنَا مِنْ عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ. آمین۔

Weekly The
NEPAL URDU TIMES
Reg.No: 5310 -2082/2083 - www.nepalurdutimes.com
ہفت روزہ
نیپال اردو ٹائمز

انسانیت شرمسار، حکومت لاچار

از قلم: محمد کلام الدین نعمانی مصباحی امجدی نائب ایڈیٹر: نیپال اردو ٹائمز

آج جب اس دل دہلا دینے والی خبر کو پڑھا تو روح کانپ اٹھی اور عقل دنگ رہ گئی کہ اللہ اکبر! انسانیت کس طرح شرمسار ہو چکی ہے اور درندگی اس حد تک عروج پر پہنچ گئی ہے کہ ایک محض تین سالہ معصوم بچی کے ساتھ حیوانیت کی تمام حدیں پار کر دی گئیں۔

یہ واقعہ صرف ایک جرم نہیں بلکہ ہمارے معاشرتی ضمیر پر ایک زناٹے دار تھپڑ اور ریاست کے وجود پر ایک ہولناک سوالیہ نشان ہے۔ تین سالہ معصوم گریما چودھری کی مظلومیت، اس کے ساتھ ہونے والی درندگی اور اس کے بعد کا پورا واقعہ انسانیت کی تنزلی اور حکومتی وانتظامی ناکامی کی ایک تاریک داستان بیان کرتا ہے۔

انسانیت کی شرمساری اور درندگی کی انتہا

تین سال کی عمر کھیل کود، معصومیت اور تتلیوں کے پیچھے بھاگنے کی ہوتی ہے۔ اس عمر کی معصوم بچی کو چاکلیٹ کا لالچ دے کر اپنی ہوس اور درندگی کا نشانہ بنانا اور پھر اسے بے رحمی سے قتل کر دینا یہ ثابت کرتا ہے کہ ہمارے معاشرے میں اخلاقی اقدار اور انسانیت کس حد تک مسخ ہو چکی ہیں۔ جب ۱۶ اور ۲۴ سال کے نوجوان اس حد تک درندے بن جائیں کہ انہیں ایک ننی سی جان پر بھی رحم نہ آئے، تو یہ سمجھنا دشوار نہیں رہتا کہ ہم بطور معاشرہ کس قدر خوفناک راستے پر چل پڑے ہیں۔ کسی خالی مکان سے بچی کی لاش کا ملنا محض ایک لاش کا ملنا نہیں، بلکہ انسانیت کے جنازے کا نکلنا ہے۔ نکلنا ہے۔ حکومت اور انتظامیہ کی کھلی ناکامیہ حادثہ حکومتی اور سیکیورٹی اداروں کی نااہلی اور ناکامی کا منہ بولتا ثبوت ہے:

پولیس کی غفلت اور عدم تحرک:
بچی ۱۶ / اگست کو لاپتا ہوئی اور اس کی لاش ۱۸ / اگست کو برآمد ہوئی۔ یہ دو دن پولیس کے طریقہ کار اور سیکیورٹی فورسز کی سستی کا ثبوت ہیں۔ اگر لاپتا ہوتے ہی مؤثر اور فوری کارروائی کی جاتی، تو شاید ایک معصوم کی جان بچائی جاسکتی تھی۔

قانون کا عدم خوف:
مجرموں میں قانون کا کوئی خوف باقی نہیں رہا۔ ایک میجک گاڑی کا ڈرائیور اور اس کا معاون اتنی آسانی سے ایک بچی کو اغوا کر کے سنسان جگہ لے جاتے ہیں، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ گلی محلوں میں سیکیورٹی کا نظام بالکل مفلوج ہے۔

پارلیمنٹ میں رسمی کارروائیاں:
ایوان نمائندگان میں اس معاملے کا اٹھنا اور وزراء کی توجہ مبذول کرانا ایک روایت بن چکی ہے۔ سوال یہ ہے کہ ہر سانحے کے بعد ہی حکومت اور انتظامیہ کی کھلی ناکامی

یہ حادثہ حکومتی اور سیکیورٹی اداروں کی نااہلی اور ناکامی کا منہ بولتا ثبوت ہے:

پولیس کی غفلت اور عدم تحرک: بچی ۱۶ / اگست کو لاپتا ہوئی اور اس کی لاش ۱۸ / اگست کو برآمد ہوئی۔ یہ دو دن پولیس کے طریقہ کار اور سیکیورٹی فورسز کی سستی کا ثبوت ہیں۔ اگر لاپتا ہوتے ہی مؤثر اور فوری کارروائی کی جاتی، تو شاید ایک معصوم کی جان بچائی جاسکتی تھی۔

قانون کا عدم خوف:
مجرموں میں قانون کا کوئی خوف باقی نہیں رہا۔ ایک میجک گاڑی کا ڈرائیور اور اس کا معاون اتنی آسانی سے ایک بچی کو اغوا کر کے سنسان جگہ لے جاتے ہیں، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ گلی محلوں میں سیکیورٹی کا نظام بالکل مفلوج ہے۔

پارلیمنٹ میں رسمی کارروائیاں:
ایوان نمائندگان میں اس معاملے کا اٹھنا اور وزراء کی توجہ مبذول کرانا ایک روایت بن چکی ہے۔ سوال یہ ہے کہ ہر سانحے کے بعد ہی حکومت کیوں جاگتی ہے؟ پیشگی تحفظ اور جرائم کے سدباب کے لیے حکومتی سطح پر کوئی عملی حکمت عملی کیوں نظر نہیں آتی؟

بہر کیف محض چار دن کی عدالتی مہلت یا مقدمہ درج کر لینا اس درندگی کا مداوا نہیں ہے۔ جب تک ایسے درندوں کو سرِ عام اور عبرتناک سزائیں نہیں دی جاتیں، اور جب تک پولیس اور امن و امان کے اداروں کی غفلت پر ان کا احتساب نہیں ہوتا، تب تک معصوم گریما جیسے دیگر بچے محفوظ نہیں ہو سکتے۔ حکومت اور ریاست کا اصل امتحان یہ ہے کہ وہ صرف الفاظ کے ذریعے تعزیت نہ کرے بلکہ عملی اقدامات کے ذریعے ثابت کرے کہ وہ اپنے شہریوں، بالخصوص معصوم بچوں کی حفاظت کی اہل ہے۔

از قلم: محمد کلام الدین نعمانی مصباحی امجدی
نائب ایڈیٹر: نیپال اردو ٹائمز

نیپال میں اسلام اور مسلمانوں کی آمد ایک تاریخی وتہذیبی جائزہ۔

توحید قادری (قسط اول)
دارالعلوم قادریہ نوریہ بگھاڑو
دودھی سون بھدر یوپی

نیپال کو عموماً ہندو اور بدھ تہذیبوں کی سرزمین کے طور پر جانا جاتا ہے، لیکن اس ملک کی تاریخ میں اسلام اور مسلمانوں کی موجودگی بھی کئی صدیوں پر محیط ہے۔ آج مسلمان نیپال کی آبادی کا ایک اہم حصہ ہیں اور تجارت، صنعت، زراعت، تعلیم، سیاست اور سماجی زندگی میں اپنا کردار ادا کر رہے ہیں۔ ۲۰۲۱ء کی سرکاری مردم شماری کے مطابق نیپال میں مسلمانوں کی تعداد تقریباً ۱۴ لاکھ ۸۳ ہزار تھی، جو مجموعی آبادی کا ۵٫۰۹ فیصد بنتی ہے۔

اسلام کی آمد: تجارت کے راستے

نیپال میں اسلام کی آمد کو کسی ایک جنگ، فاتح یا سلطنت سے منسوب کرنا تاریخی اعتبار سے درست نہیں ہوگا۔ مسلمانوں کی آمد کا بڑا ذریعہ تجارت، ہجرت اور بین الاقوامی روابط تھے۔ نیپال کا کٹھمنڈو وادی کے ذریعے ہندوستان، تبت، لداخ اور کشمیر کے درمیان ایک اہم تجارتی راستہ تھا۔ اسی تجارتی نظام نے مسلمانوں کے لیے بھی نیپال میں داخل ہونے کے مواقع پیدا کیے۔

تاریخی تحقیقات کے مطابق کاٹھمنڈو میں مسلمانوں کی مستقل موجودگی کے سب سے معتبر شواہد ملا خاندان کے بادشاہ رتنا ملا (تقریباً ۱۴۸۲–۱۵۲۰ء) کے عہد سے ملتے ہیں۔ کشمیر کے مسلمان تاجر قالین، شال، اونی مصنوعات اور دوسری اشیاء کی تجارت کے سلسلے میں تبت اور کاٹھمنڈو کے درمیان سفر کرتے تھے۔ رتنا ملا کے عہد میں ان میں سے بعض تاجروں کو کاٹھمنڈو میں رہنے اور تجارت کرنے کی اجازت ملی۔

یہ مسلمان محض تاجر نہیں تھے بلکہ کشمیر، تبت اور ہندوستان کے درمیان تہذیبی و تجارتی رابطے کا ذریعہ بھی بنے۔ بعد کے ادوار میں ان کی تعداد اور پیشہ ورانہ سرگرمیوں میں اضافہ ہوا۔

کاٹھمنڈو میں پہلی مسجد

نیپال میں مسلم تاریخ کی ایک اہم علامت کشمیری تکیہ (Kashmiri Taquia) ہے۔ تاریخی روایات کے مطابق ۱۶ ویں صدی کے اوائل میں ایک کشمیری مسلمان بزرگ کاٹھمنڈو پہنچے اور ۱۵۲۴ء کے آس پاس وہاں مسجد قائم کی، جسے کشمیری تکیہ کہا گیا۔ اس واقعے کو نیپال میں منظم مسلم مذہبی زندگی کے ابتدائی آثار میں شمار کیا جاتا ہے۔

بعد کے زمانے میں مسلمان تاجروں کے ساتھ ہندوستان سے آنے والے کاریگر، اہلِ ہنر، موسیقار، درباری اور مختلف پیشوں سے وابستہ افراد بھی نیپال پہنچے۔ ملا حکمرانوں کے زمانے میں مسلمانوں کا کردار صرف تجارت تک محدود نہیں رہا بلکہ دربار اور مختلف فنی و صنعتی شعبوں تک پھیل گیا۔

ہندوستانی مسلمانوں کی آمد

۱۷ ویں صدی میں نیپال اور ہندوستان کے درمیان تجارتی و سیاسی روابط مزید مضبوط ہوئے۔ اس زمانے میں بعض ہندوستانی مسلمان نیپال پہنچے اور مختلف پیشوں سے وابستہ ہوئے۔ بعض کو دربار میں جگہ ملی، بعض تجارت کرتے رہے اور کچھ لوگ اسلحہ سازی اور دیگر فنی کاموں میں ماہر تھے۔

خصوصاً مغربی نیپال کے بعض راجاؤں نے افغان اور ہندوستانی مسلمانوں کی خدمات حاصل کیں تاکہ وہ نیپالی سپاہیوں کو جدید اسلحہ اور آتشیں ہتھیاروں کے استعمال کی تربیت دے سکیں۔ اس طرح مسلمانوں نے نیپال کی فوجی اور فنی تاریخ میں بھی ایک محدود مگر قابلِ ذکر کردار ادا کیا۔

مغلیہ ہندوستان اور نیپال کے تعلقات

نیپال کی ملا سلطنتیں ہندوستان کی سیاسی، معاشی اور تہذیبی تبدیلیوں سے بالکل الگ نہیں تھیں۔ مغلیہ ہندوستان کے بڑھتے ہوئے اثرات نے تجارت اور درباری ثقافت پر بھی اثر ڈالا۔ فارسی زبان، ہندوستانی درباری روایات اور مسلم کاریگروں و تاجروں کی مہارت نے نیپالی درباروں کو متاثر کیا۔

اس دور میں مسلمان ہندوستان اور تبت کے درمیان رابطے کا ایک اہم ذریعہ بھی تھے۔

کشمیر سے آنے والے مسلمان تاجر اپنی تجارتی مہارت اور مختلف زبانوں سے واقفیت کی وجہ سے خاص اہمیت رکھتے تھے۔ بعض تاریخی مطالعات میں انہیں نیپال، ہندوستان اور تبت کے درمیان ایک اہم تجارتی واسطہ قرار دیا گیا ہے۔

پرتھوی نارائن شاہ کا دور

۱۸ ویں صدی میں جب پرتھوی نارائن شاہ نے مختلف ریاستوں کو متحد کر کے جدید نیپال کی بنیاد رکھنے کی کوشش کی تو مسلمان آبادی بھی اس نئے سیاسی نظام کا حصہ بنی۔

تاریخی روایات کے مطابق مسلمان تاجروں اور ماہرین سے استفادہ کیا گیا۔ فارسی، عربی اور ہندوستانی زبانوں سے واقف مسلمان بعض سفارتی اور انتظامی معاملات میں بھی مفید ثابت ہوئے۔ کاٹھمنڈو میں بعد کے زمانے میں قائم ہونے والی نیپالی جامع مسجد بھی نیپال میں مسلمانوں کی تاریخی موجودگی کی ایک نمایاں علامت ہے۔

۱۸۵۷ء کے بعد مسلمانوں کی بڑی آمد

نیپال میں مسلمانوں کی تاریخ کا ایک اہم مرحلہ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی ہند کے بعد سامنے آتا ہے۔ برطانوی ہندوستان میں ہونے والی بغاوت اور اس کے بعد کی سخت کارروائیوں کے نتیجے میں شمالی ہندوستان سے بعض مسلمان خاندان نیپال کی طرف منتقل ہوئے۔ خصوصاً موجودہ ترائی کے علاقوں میں مسلمان آبادی میں اضافہ ہوا۔

یہ علاقہ جغرافیائی اعتبار سے ہندوستان کے اتر پردیش اور بہار سے متصل ہے، اس لیے سرحد کے دونوں طرف رہنے والی آبادیوں کے درمیان قدیم زمانے سے معاشی، خاندانی اور تہذیبی روابط رہے ہیں۔ اسی وجہ سے نیپال کے ترائی کے مسلمانوں کی زبان، ثقافت اور سماجی زندگی پر اتر پردیش و بہار کے مسلم معاشرے کے اثرات بھی نمایاں رہے۔

جاری۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

فقہ و تصوف میں مفتی اعظم بہار کا مقامِ تحقیق

*از قلم:
ڈاکٹر مفتی محمد علاء الدین قادری رضوی
میرا روڈ ممبئی*

اسلامی علوم کی تاریخ اس حقیقت کی شاہد ہے کہ جب بھی امت کو علمی، فقہی یا روحانی انتشار کا سامنا ہوا، اللہ تعالیٰ نے ایسے رجالِ علم پیدا فرمائے جنہوں نے کتاب و سنت، اقوالِ ائمہ اور اسلافِ امت کی روشنی میں حق کو نمایاں کیا، فروعی مسائل کی گتھیاں سلجھائیں اور تصوف و سلوک کو شریعت کے دائرے میں رکھتے ہوئے زندہ رکھا۔ برصغیر میں امام اہل سنت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ، حدیث، تفسیر اور تصوف کے میدان میں جس تحقیقی منہج کی بنیاد رکھی، بعد کے ادوار میں بہت کم ایسے اہل علم پیدا ہوئے جو اسی معیار کی باریک بینی، وسعتِ مطالعہ اور استناد کے ساتھ علمی خدمات انجام دے سکے ہوں۔ موجودہ دور میں محقق مسائل، مفتی اعظم بہار حضرت علامہ مفتی محمد ثناء اللہ خان ثناءالقادری رضوی دام ظلہ العالی انہی ممتاز شخصیات میں شمار ہوتے ہیں جن کی فقہی بصیرت، تحقیقی ذوق، وسعتِ مطالعہ اور تصوفِ صحیح سے وابستگی اہل علم کے درمیان مسلم ہے۔ آپ نے محض فتاویٰ نویسی کو اپنا میدان نہیں بنایا بلکہ ہر مسئلہ کو اصولِ فقہ، نصوصِ شرعیہ اور متقدمین و متاخرین فقہاء کے اختلافات کی روشنی میں پرکھنے کا ایک ایسا اسلوب اختیار کیا ہے جو عصر حاضر میں نایاب نہیں تو کم یاب ضرور ہے۔

فقہی تحقیق کا منفرد اسلوب

حضرت مفتی اعظم بہار کی علمی زندگی کا سب سے نمایاں وصف یہ ہے کہ وہ کسی مسئلہ میں محض منقول عبارت پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ اصل ماخذ تک رسائی کو تحقیق کا لازمی تقاضا سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک کسی کتاب سے نقل شدہ عبارت اس وقت تک قطعی حجت نہیں بنتی جب تک اس کے اصل مصدر کا ملاحظہ نہ کر لیا جائے۔ اسی لیے ان کے فتاویٰ میں صرف حکم بیان نہیں کیا جاتا بلکہ اس کے ساتھ اصل کتاب کا نام، جلد و صفحہ، مطبوعہ نسخہ، اور بسا اوقات متعلقہ کتاب پر اشاعتی معلومات تک درج کی جاتی ہیں۔ یہ اندازِ تحقیق قاری کو محض جواب کا پابند نہیں بناتا بلکہ اسے خود تحقیقی راہ بھی دکھاتا ہے۔

تحقیق، نہ کہ محض نقل

فقہ اسلامی میں دو رویے پائے جاتے ہیں: ایک صرف منقولات کو دہرانا، دوسرا ان منقولات کے آخر، سیاق و سباق اور اصولی بنیادوں کی تحقیق کرنا۔ میرے مرشد اجازت حضرت مفتی محمد ثناء اللہ ثناء القادری کا امتیاز یہ ہے کہ وہ دوسرے منہج کے نمائندہ ہیں۔ اگر کسی مسئلہ میں بظاہر عبارت میں اختلاف نظر آئے تو وہ تمام متعلقہ نصوص کو یکجا کرتے ہیں، فقہائے کرام کے کلام کا تقابلی مطالعہ کرتے ہیں، اصول ترجیح کو سامنے رکھتے ہیں اور پھر ایسا مدلل فیصلہ صادر کرتے ہیں جس سے اشکال دور ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے ان کے فتاویٰ میں عجلت یا سطحیت نہیں بلکہ وقار، توازن اور اطمینان نمایاں نظر آتا ہے۔

امام اہل سنت کے تحقیقی منہج کی جھلک

یہ بات اہل علم پر مخفی نہیں کہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے فقہی تحقیق میں اصل مصادر، دقیق استنباط اور اصولی استدلال کو غیر معمولی اہمیت دی۔ حضرت مفتی اعظم بہار کی تحقیقات کا مطالعہ کرنے والا آسانی محسوس کر سکتا ہے کہ ان کی فقہی فکر اسی رضوی تحقیقی دبستان سے فیض یافتہ ہے۔ وہ کسی مسئلہ کو جذبات، شخصیات یا وقتی رجحانات کی بنیاد پر نہیں بلکہ دلائل کی بنیاد پر پرکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے فتاویٰ میں قوتِ استدلال اور اطمینانِ قلب دونوں جھلکتے ہیں۔

تصنیفی خدمات

حضرت مفتی اعظم بہار نے فقہ کے متعدد دقیق اور پیچیدہ مسائل پر مستقل تحقیقی رسائل و کتب تصنیف فرمائی ہیں۔ ان تصانیف میں محض اقوال کی جمع آوری نہیں بلکہ تحقیق، تجزیہ، تطبیق، ترجیح اور علمی تنقیح پائی جاتی ہے۔ ان کی تصنیفی خدمات عصر حاضر کے ان طلبہ و محققین کے لیے سرمایہ ہیں جو محض فتویٰ نہیں بلکہ فتویٰ کی بنیاد اور اس کے استدلال کو بھی سمجھنا چاہتے ہیں۔

فقہ اور تصوف کا حسین امتزاج

اسلامی تاریخ میں فقہ اور تصوف کو ہمیشہ ایک دوسرے کا معاون سمجھا گیا ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ، امام غزالی، امام ربانی، شاہ ولی اللہ اور امام احمد رضا جیسے اکابر نے ظاہر و باطن دونوں کی اصلاح کو دین کا تقاضا قرار دیا۔ میرے مرشد اجازت حضرت مفتی محمد ثناء اللہ ثناء القادری بھی اسی روایت کے امین ہیں۔ آپ صرف فقہی مسائل کے محقق نہیں بلکہ ایک باعمل صوفی بھی ہیں۔ اسی لیے آپ کی گفتگو، تحریر اور فتاویٰ میں اخلاص، اعتدال، تواضع اور تزکیۂ نفس کی جھلک نمایاں دکھائی دیتی ہے۔ آپ تصوف کو رسوم، بدعات اور غیر شرعی افعال کا نام نہیں سمجھتے بلکہ قرآن و سنت کے مطابق احسان، تزکیۂ نفس، اتباعِ شریعت، محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور اصلاحِ باطن کا عنوان قرار دیتے ہیں۔

تصوف میں تحقیقی بصیرت

تصوف کے باب میں بھی حضرت مفتی اعظم بہار کا انداز نہایت متوازن ہے۔ وہ نہ ہر نئی بات کو تصوف کے نام پر قبول کرتے ہیں اور نہ اہل تصوف کی خدمات سے انکار کرتے ہیں۔ بلکہ اکابر صوفیہ، خصوصاً حضرت جنید بغدادی، امام قشیری، شیخ عبدالقادر جیلانی، خواجہ معین الدین چشتی، امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمہم اللہ اور ان کے اکابر خلفاء کے منہج کی روشنی میں تصوف کی صحیح تعبیر پیش کرتے ہیں۔ یہ اعتدال ہی ان کی علمی شخصیت کا نمایاں وصف ہے۔

رجوع سے پہلے مکمل تحقیق

علمی دیانت کا ایک اہم تقاضا یہ بھی ہے کہ تحقیق مکمل ہونے سے پہلے کسی مسئلہ میں جلد بازی نہ کی جائے۔ حضرت مفتی اعظم بہار اسی اصول کے قائل ہیں۔ وہ حتی المقدور تمام متعلقہ مصادر کا مطالعہ کیے بغیر فتویٰ شائع نہیں کرتے تاکہ بعد میں رجوع کی نوبت کم سے کم آئے۔ یہی احتیاط ایک ذمہ دار مفتی اور محقق کی علامت ہے۔

اہل علم کے لیے قابل استفادہ شخصیت

آج جب سوشل میڈیا کے دور میں بغیر تحقیق کے فتاویٰ اور آراء عام ہو رہی ہیں، ایسے ماحول میں حضرت مفتی محمد ثناء اللہ ثناء القادری کی علمی خدمات اہل علم، طلبہ، مفتیان کرام اور محققین کے لیے مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان کا تحقیقی منہج یہ سبق دیتا ہے کہ فتویٰ صرف جواب دینے کا نام نہیں بلکہ ایک عظیم امانت ہے، جس میں تحقیق، احتیاط، دیانت اور تقویٰ بنیادی شرائط ہیں۔ بلاشبہ مفتی اعظم بہار، محقق کنز المسائل حضرت مفتی محمد ثناء اللہ ثناءالقادری مرپاوی دام ظلہ العالی عصر حاضر کی ان ممتاز علمی شخصیات میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے فقہ و تصوف دونوں میدانوں میں تحقیقی ذوق، علمی دیانت اور اعتدالِ فکری کی روش قائم کی ہے۔ ان کی تحقیقات امام اہل سنت کے منہج کی آئینہ دار، ان کی تصنیفات اہل علم کے لیے قیمتی سرمایہ، اور ان کی عملی زندگی علم و عمل کے حسین امتزاج کی ترجمان ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت کی عمر، صحت، علم و عمل اور فیوض و برکات میں مزید اضافہ فرمائے، ان کی علمی خدمات کو شرف قبول عطا فرمائے اور امت مسلمہ کو ان کے علوم سے بدستور مستفید فرماتا رہے۔ آمین۔

ترسیل
محمد شاہد رضا ثنائی
رکن: افکار اہل سنت اکیڈمی میرا روڈ ممبئی
۲۳ / جولائی ۲۰۲۶ء

نرمی اور مضبوطی کا راز

محمد علی شیر قادری نظامی
سکونت: روضہ شریف، مہوتری نیپال

دنیا کی ہر شے اپنے اندر ایک خاموش پیغام رکھتی ہے۔ جو نگاہ ظاہر کے پردوں سے آگے دیکھنے کی صلاحیت رکھتی ہو، اس کے لیے کائنات کا ذرہ ذرہ معرفت کا آئینہ بن جاتا ہے۔ اہلِ تصوف نے ہمیشہ اشیاء کے ظاہری وجود میں چھپے ہوئے باطنی اسرار کو دریافت کرنے کی کوشش کی ہے۔ انہی اسرار میں ایک معمولی سی دکھائی دینے والی شے "سیمنٹ" بھی ہے، جو اپنے اندر زندگی، تعلقات اور سلوکِ باطن کا ایک عظیم درس سموئے ہوئے ہے۔ کہا جاتا ہے کہ "سیمنٹ سے بھی ایک نصیحت ملتی ہے؛ جوڑنے کے لیے بھی نرم ہونا ضروری ہے اور جوڑے رکھنے کے لیے بھی سخت ہونا ضروری ہے۔" بظاہر یہ ایک سادہ سا جملہ ہے، مگر اس کے اندر حیات و معرفت کا ایک پورا فلسفہ پوشیدہ ہے۔ سیمنٹ جب تک خشک رہتی ہے، کسی اینٹ کو دوسری اینٹ سے نہیں جوڑ سکتی۔ اسے پہلے پانی کے ساتھ مل کر اپنی سختی چھوڑنی پڑتی ہے، تب جا کر وہ تعمیر کا ذریعہ بنتی ہے۔ یہی حال انسان کا بھی ہے۔ جب تک وہ اپنی انا، خود پسندی اور تکبر کی سختی کو نرم نہیں کرتا، وہ کسی دل تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔ دلوں کے درمیان فاصلے طاقت سے نہیں، محبت سے ختم ہوتے ہیں۔ رشتے جبر سے نہیں بلکہ شفقت سے قائم ہوتے ہیں۔ اسی لیے مشائخِ طریقت نے ہمیشہ اخلاقِ حسنہ کو روحانیت کی بنیاد قرار دیا ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: "تصوف نام ہے حسنِ اخلاق کا۔" درحقیقت حسنِ اخلاق وہ نرمی ہے جو دلوں کو قریب کرتی ہے اور نفرتوں کو مٹا دیتی ہے۔ جب انسان دوسروں کی لغزشوں کو معاف کرنا سیکھ لیتا ہے، ان کے عیوب پر پردہ ڈال دیتا ہے اور ان کے لیے آسانی کا سبب بنتا ہے تو اس کا وجود محبت اور رحمت کا مظہر بن جاتا ہے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "دریا جیسی سخاوت، سورج جیسی شفقت اور زمین جیسی تواضع اختیار کرو۔" دریا کی عظمت اس کے بہاؤ میں ہے، سورج کی شان اس کی فیاضی میں اور زمین کی رفعت اس کی عاجزی میں۔ یہی صفات انسان کو دلوں کا محبوب بناتی ہیں۔ محبت کا پہلا زینہ نرمی اور انکساری ہے، کیونکہ سخت دل کبھی دلوں کو فتح نہیں کر سکتے۔ لیکن سیمنٹ کی حکمت یہاں ختم نہیں ہوتی۔ جب وہ اینٹوں کو جوڑ لیتی ہے تو پھر مضبوط ہو جاتی ہے۔ اگر وہ ہمیشہ نرم ہی رہے تو دیوار قائم نہ رہ سکے۔ یہی زندگی کا دوسرا اہم سبق ہے۔ تعلقات کو قائم کرنے کے لیے محبت ضروری ہے، مگر انہیں نبھانے کے لیے استقامت اور مضبوطی بھی ناگزیر ہے۔ صرف جذبات سے زندگی کا سفر طے نہیں ہوتا، بلکہ اصولوں اور وفاداری کی مضبوط بنیاد بھی درکار ہوتی ہے۔ حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا

کرتے تھے: "خلق کے ساتھ نرمی اختیار کرو اور حق کے معاملے میں مضبوط رہو۔" یہی توازن دراصل روحانیت کا حسن ہے۔ جو شخص ہر وقت نرم رہے وہ کمزور سمجھا جاتا ہے اور جو ہر وقت سخت رہے وہ تنہا رہ جاتا ہے۔ کمال یہ ہے کہ انسان کے دل میں محبت ہو، طبیعت میں شفقت ہو، مگر کردار میں استقامت بھی ہو۔ راہِ سلوک میں بھی یہی اصول کارفرما ہے۔ سالک کو ابتدا میں اپنے نفس کی سختی کو توڑنا پڑتا ہے، اپنی خواہشات کو قابو میں لانا پڑتا ہے اور اپنی انا کو پگھلانا پڑتا ہے۔ لیکن جب معرفت کی بنیاد قائم ہو جاتی ہے تو پھر اسے ثابت قدمی کی چٹان بننا پڑتا ہے۔ عشق صرف جذبے کا نام نہیں بلکہ وفا، صبر اور استقامت کا نام بھی ہے۔ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "محبت نرم کرتی ہے اور وفا مضبوط بناتی ہے۔" یہی وجہ ہے کہ محبت اور استقامت ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں۔ محبت کے بغیر سختی جبر بن جاتی ہے اور استقامت کے بغیر محبت کمزوری میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ انسان کی باطنی تعمیر بھی ایک عمارت کی مانند ہے۔ محبت اس کی اینٹ ہے، اخلاص اس کی بنیاد ہے، صبر اس کا پانی ہے اور استقامت اس کی سیمنٹ ہے۔ جب یہ تمام عناصر یکجا ہو جاتے ہیں تو ایک ایسی شخصیت وجود میں آتی ہے جو دوسروں کے لیے سایۂ رحمت بن جاتی ہے۔ اگر ان میں سے کوئی ایک عنصر کمزور پڑ جائے تو زندگی
کی دیواروں میں دراڑیں نمودار ہونے لگتی ہیں۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: "سب سے بڑی عبادت کسی دل کو سکون پہنچانا ہے۔" دلوں کو سکون تبھی ملتا ہے جب انسان دوسروں کے لیے آسانی، محبت اور خیر خواہی کا ذریعہ بن جائے۔ جو دلوں کو جوڑتا ہے وہ معمار ہے اور جو دلوں کو توڑتا ہے وہ ویرانی کا سبب بنتا ہے۔ سیمنٹ کی یہ خاموش نصیحت ہمیں سکھاتی ہے کہ زندگی میں صرف نرم ہونا کافی نہیں اور صرف سخت ہونا بھی کافی نہیں۔ جوڑنے کے لیے پانی جیسی نرمی چاہیے اور جوڑے رکھنے کے لیے چٹان جیسی مضبوطی۔ یہی اعتدال تصوف کا جوہر، یہی محبت کا کمال اور یہی کامیاب زندگی کا راز ہے۔ جب انسان محبت میں نرم، معاملات میں معتدل اور حق کے معاملے میں ثابت قدم ہو جاتا ہے تو اس کی شخصیت ایک ایسی مضبوط عمارت بن جاتی ہے جسے زمانے کے طوفان ہلا تو سکتے ہیں، مگر گرا نہیں سکتے۔

محمد علی شیر قادری نظامی
سکونت: روضہ شریف
، مہوتری نیپال

Weekly The
NEPAL URDU TIMES
Reg.No: 5310 -2082/2083 - www.nepalurdutimes.com

غرور و تکبر انسان کی ہلاکت کا خاموش آغاز

از قلم:ڈاکٹر محمد عبدالسمیع ندوی
اسسٹنٹ پروفیسر مولانا آزاد کالج آف آرٹس سائنس اینڈ کامرس اورنگ آباد
موبائل:۹۳۲۵۲۱۷۳۰۶

انسان کی زندگی میں بعض ایسی بیماریاں ہوتی ہیں جو جسم کو نہیں بلکہ شخصیت، کردار اور روح کو اندر سے کھوکھلا کر دیتی ہیں۔ ان میں سب سے خطرناک بیماری تکبر اور غرور ھے۔ تکبر بظاہر انسان کو بڑا دکھاتا ھے، مگر حقیقت میں اسے اللہ تعالیٰ کی رحمت، بندوں کی محبت اور اپنی حقیقی حیثیت سے دور کر دیتا ھے۔ زیرِ نظر تحریر میں مختلف قرآنی کرداروں کے ذریعے تکبر کی جس حقیقت کی طرف توجہ دلائی گئی ھے، وہ ہر انسان کے لئے ایک گہرا سبق اور اپنے احتساب کی دعوت ھے۔

قرآن مجید نے فرعون کے تکبر کو اس کے الفاظ میں محفوظ کر دیا ﴿أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَى﴾ یعنی "میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں۔" (النازعات: ۲۴) یہ صرف ایک جملہ نہیں تھا بلکہ اس ذہنی بیماری کا اظہار تھا جس میں انسان اپنی محدود طاقت کو لامحدود سمجھ بیٹھتا ھے۔ فرعون کے پاس اقتدار، لشکر، وسائل اور حکومت تھی، لیکن وہ یہ بھول گیا کہ جس جان، قوت اور سلطنت پر اسے ناز ھے، وہ بھی اسی رب کی عطا ھے جس کے سامنے پوری کائنات محتاج ھے۔ آخر کار وہی فرعون جس نے اپنی بڑائی کا اعلان کیا تھا، تاریخ میں عبرت کی علامت بن گیا۔

دوسری مثال ابلیس کی ھے۔ قرآن مجید میں اس کا قول نقل ہوا ھے: ﴿أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ﴾ یعنی "میں اس سے بہتر ہوں۔" (الأعراف: ۱۲) غور کیجئے، ابلیس کی تباہی کا بنیادی سبب جہالت نہیں تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ کو جانتا تھا، مگر اس کے اندر تکبر پیدا ہو گیا۔ اس نے اپنے مادۂ تخلیق کو بنیاد بنا کر حضرت آدم علیہ السلام پر برتری کا دعویٰ کیا۔ یہی خود پسندی اسے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی تک لے گئی۔

یہاں انسان کے لئے نہایت اہم سبق پوشیدہ ھے کہ کبھی کبھی انسان اپنی عبادت، علم، دولت، خاندان، منصب، شہرت یا صلاحیت کو اپنی فضیلت کا مستقل معیار سمجھنے لگتا ھے۔ وہ دوسروں کو کمتر سمجھنے لگتا ہے اور یہی احساسِ برتری رفتہ رفتہ اسے اخلاقی زوال کی طرف لے جاتا ہے۔

تیسری مثال قارون کی ھے۔ اس کے پاس بے پناہ دولت تھی۔ اس کا غرور اس حد تک بڑھ گیا کہ اس نے کہا: ﴿إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ عِندِي﴾ یعنی "یہ سب کچھ مجھے اس علم کی بنا پر دیا گیا ھے جو میرے پاس ھے۔" (القصص: ۷۸) قارون نے نعمت کو منعم کی عطا سمجھنے کے بجائے اپنی ذاتی قابلیت کا نتیجہ قرار دیا۔ اس نے دولت پائی، مگر شکر نہ پایا؛ اسباب پائے، مگر مسبب کو بھول گیا؛ وسائل پائے، مگر عاجزی کھو بیٹھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس کے گھر سمیت زمین میں دھنسا دیا۔

چوتھی مثال قرآن مجید میں صاحبِ جنتین یعنی دو باغوں والے شخص کی ھے۔ وہ اپنی دولت اور باغات پر ناز کرتے ہوئے کہتا ہے: ﴿أَنَا أَكْثَرُ مِنكَ مَالًا وَأَعَزُّ نَفَرًا﴾ یعنی "میں تم سے مال میں زیادہ اور افراد کے اعتبار سے زیادہ طاقتور ہوں۔" (الکہف: ۳۴) اس کا غرور صرف مال تک محدود نہیں تھا بلکہ اس نے مال کو اپنی سماجی برتری اور طاقت کا معیار بھی بنا لیا تھا۔ لیکن جس نعمت پر اسے ناز تھا، وہی نعمت ایک وقت میں اس سے چھین لی گئی۔

ان چاروں واقعات میں ایک مشترک حقیقت نمایاں ہوتی ھے: فرعون نے اقتدار کی بنیاد پر، ابلیس نے اپنی خود ساختہ فضیلت کی بنیاد پر، قارون نے دولت اور قابلیت کی بنیاد پر، جبکہ صاحبِ جنتین نے مال اور افراد کی کثرت کی بنیاد پر برتری کا دعویٰ کیا۔ لیکن انجام سب کا ایک ہی حقیقت کی طرف متوجہ کرتا ھے کہ انسان کتنا ہی بڑا کیوں نہ بن جائے، اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اس کی حیثیت بندۂ محتاج سے زیادہ نہیں۔

آج اگر ہم اپنے معاشرے کا جائزہ لیں تو تکبر کی یہ صورتیں مختلف لباس میں ہمارے درمیان موجود نظر آتی ہیں۔ کوئی اپنے منصب پر ناز کرتا ہے، کوئی دولت پر، کوئی خاندان پر، کوئی علم پر، کوئی شہرت پر، کوئی اپنی خوب صورتی پر اور کوئی اپنی مذہبی یا سماجی حیثیت پر۔ بعض اوقات انسان معمولی سی کامیابی کے بعد ان لوگوں کو بھول جاتا ھے جنہوں نے مشکل وقت میں اس کا ساتھ دیا تھا۔

تکبر کی سب سے خطرناک علامت یہ ھے کہ انسان اپنی غلطی تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ ہو۔ اسے نصیحت ناگوار گزرتی ھے، معذرت کرنا اپنی توہین محسوس ہوتا ھے اور دوسروں کو حقیر سمجھنا اسے اپنی بڑائی معلوم ہوتا ھے۔ حالانکہ حقیقی عظمت اس میں نہیں کہ انسان دوسروں کو چھوٹا ثابت کرے، بلکہ حقیقی عظمت یہ ھے کہ انسان اپنی طاقت کے باوجود عاجزی اختیار کرے۔

اسلام نے انسان کو عزت ضرور دی ھے، لیکن غرور کی اجازت نہیں دی۔ رسول اکرم ﷺ نے تکبر کی حقیقت واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ تکبر حق کو ٹھکرانے اور لوگوں کو حقیر سمجھنے کا نام ھے۔ یہ تعریف ہمیں اپنے اندر جھانکنے کا موقع فراہم کرتی ھے۔ اگر کوئی شخص حق بات صرف اس لئے قبول نہیں کرتا کہ وہ اس کے ماتحت، کم عمر، کم مالدار یا کم معروف شخص نے کہی ھے، تو اسے اپنے دل کا جائزہ لینا چاہئے۔

یہ بھی حقیقت ھے کہ عاجزی کا مطلب کمزوری نہیں۔ عاجزی یہ نہیں کہ انسان اپنی صلاحیتوں سے انکار کرے یا اپنی جائز عزت کو پامال ہونے دے۔ عاجزی کا مطلب یہ ھے کہ انسان اپنی کامیابی کو اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھے، دوسروں کے حقوق کا احترام کرے، غلطی پر رجوع کرے اور کسی انسان کو محض اس کی غربت، کم علمی، کم حیثیت یا ظاہری حالت کی وجہ سے حقیر نہ سمجھے۔

ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ آج کا منصب کل کسی اور کے پاس ہو سکتا ھے، آج کی دولت کل ختم ہو سکتی ھے، آج کی شہرت کل فراموش کی جا سکتی ہے اور آج کی طاقت وقت کے ایک معمولی فیصلے سے کمزور پڑ سکتی ھے۔ انسان کی اصل کامیابی اس بات میں ھے کہ اس کے پاس جو کچھ ھے، اسے وہ اللہ تعالیٰ کی امانت سمجھے اور اس نعمت کو خیر، خدمت اور بھلائی کے لئے استعمال کرے۔

اس لئے ضروری ھے کہ ہم دوسروں کے عیوب تلاش کرنے سے پہلے اپنے دل کا محاسبہ کریں۔ اگر کسی کی کامیابی دیکھ کر دل میں جلن پیدا ہوتی ھے، اگر کسی غریب یا کمزور انسان سے بات کرتے ہوئے دل میں برتری کا احساس پیدا ہوتا ھے، اگر اپنی غلطی تسلیم کرنا مشکل محسوس ہوتا ھے، یا اگر دوسروں کی تحقیر سے اپنی بڑائی محسوس ہوتی ھے تو یہ خود احتسابی کا وقت ھے۔

قرآن کریم کے یہ چار کردار دراصل چار بڑے آئینے ہیں۔ فرعون ہمیں اقتدار کے غرور سے، ابلیس خود پسندی سے، قارون دولت کے غرور سے اور صاحبِ جنتین وسائل و کثرت کے غرور سے خبردار کرتے ہیں۔ ان واقعات کا مقصد صرف تاریخ بیان کرنا نہیں بلکہ زندہ انسان کو اپنے انجام سے پہلے اپنا راستہ درست کرنے کی دعوت دینا ھے۔ انسان جتنا بڑا ہوتا جائے، اسے اتنا ہی زیادہ جھکنا چاہئے، کیونکہ درخت جب پھل سے بھر جاتا ھے تو اس کی شاخیں مزید جھک جاتی ہیں۔

ہمیں اپنے دل میں یہ یقین پیدا کرنا چاہئے کہ جو کچھ ہمارے پاس ھے وہ اللہ تعالیٰ کی عطا ھے۔ علم ھے تو اس کا شکر، دولت ہے تو اس کا شکر، منصب ھے تو اس کا شکر، اولاد ھے تو اس کا شکر، عزت ھے تو اس کا شکر۔ نعمت جب شکر کے ساتھ آتی ھے تو رحمت بن جاتی ھے، اور جب غرور کے ساتھ آتی ھے تو آزمائش بن جاتی ھے۔

آخر کار انسان کو مٹی میں لوٹ جانا ھے۔ نہ منصب ساتھ جائے گا، نہ دولت، نہ شہرت اور نہ لوگوں کی تعریفیں۔ ساتھ جائے گا تو ایمان، عمل، اخلاق اور وہ انسانیت جس کا مظاہرہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ کیا۔

لہٰذا کامیابی کا حقیقی معیار یہ نہیں کہ لوگ ہمیں کتنا بڑا سمجھتے ہیں، بلکہ یہ ھے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہمارا مقام کیا ھے۔ اور اللہ کے نزدیک مقام پانے کا راستہ تکبر سے نہیں، عاجزی، تقویٰ، حسنِ اخلاق، خدمتِ خلق اور حق کی پیروی سے گزرتا ھے۔

"ندامت سے رحمت تک"

از قلم:ام ماریہ حق (دہلی)

انسان خطا کا پتلا ہے۔ زندگی کے سفر میں کبھی قدم بہک جاتے ہیں، کبھی انسان ایسی راہوں پر چل پڑتا ہے جہاں اسے خود اپنے وجود سے شرمندگی محسوس ہونے لگتی ہے۔ کچھ گناہ وقت گزرنے کے ساتھ دھندلا جاتے ہیں، مگر کچھ غلطیاں دل پر ایسی دستک دیتی ہیں کہ انسان رات کی خاموشی میں خود سے سوال کرنے لگتا ہے: میں نے یہ کیوں کیا؟ کاش میں نے یہ نہ کیا ہوتا! یہی ندامت، اگر انسان کو اللہ سے دور کرنے کے بجائے اس کی طرف لے آئے، تو محض دکھ نہیں رہتی؛ یہ توبہ کی ابتدا بن جاتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
"ندامت توبہ ہے۔" (سنن ابن ماجہ، ۴۲۵۲)

گناہ کے بعد دل میں پیدا ہونے والی خلش، اپنی کوتاہی پر ہونے والا افسوس اور اللہ کے سامنے جھک جانے کی خواہش ہمیشہ سزا کی علامت نہیں ہوتی۔ کبھی یہی کیفیت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک رحمت بن کر دل میں اترتی ہے، تاکہ انسان غفلت کی نیند سے بیدار ہو، اپنے رب کو یاد کرے اور اس راستے پر واپس لوٹ آئے جس سے وہ بھٹک گیا تھا۔

ہم میں سے کون ہے جس سے کبھی لغزش نہ ہوئی ہو؟ کون ہے جس نے زندگی میں کوئی ایسا فیصلہ نہ کیا ہو جس پر بعد میں افسوس ہوا ہو؟ انسان کی کمزوری یہ نہیں کہ وہ کبھی گناہ نہیں کرتا، بلکہ اصل آزمائش یہ ہے کہ گناہ کے بعد وہ کس طرف لوٹتا ہے۔ شیطان چاہتا ہے کہ انسان اپنے گناہوں کو دیکھ کر مایوس ہو جائے۔ وہ دل میں یہ خیال ڈالتا ہے کہ اب بہت دیر ہو چکی، اب واپسی ممکن نہیں، اب اللہ کی رحمت کے دروازے اس کے لیے بند ہو چکے ہیں۔ لیکن یہ مایوسی شیطان کا جال ہے۔ اللہ کی رحمت انسان کے گناہوں سے کہیں وسیع ہے۔

قرآن ہمیں امید دلاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی رحمت سے مایوس ہونے سے منع فرماتا ہے۔ جو شخص سچے دل سے پلٹ آئے، اپنی غلطی کا اعتراف کرے، اپنے رب سے معافی مانگے اور آئندہ گناہ سے بچنے کا عزم کرے، اس کے لیے واپسی کا راستہ ہمیشہ موجود ہے۔

اس لیے اگر آج آپ کا دل کسی گناہ پر نادم ہے تو اس ندامت کو اپنی کمزوری نہ سمجھیں۔ اسے اللہ کی طرف سے واپسی کی ایک پکار سمجھیں۔ اپنے رب کے سامنے جھک جائیں، خاموشی سے دعا کریں، اپنے آنسوؤں کو بہنے دیں اور دل کی وہ بات کہہ دیں جو شاید کسی انسان سے نہ کہہ سکیں۔

یاد رکھیے، توبہ صرف الفاظ کا نام نہیں؛ یہ دل کی واپسی کا نام ہے۔ یہ اُس سفر کا آغاز ہے جس میں انسان اپنے ماضی کی تاریکی سے نکل کر اللہ کی رحمت کی روشنی کی طرف بڑھتا ہے۔ آپ کی ندامت آپ کا اختتام نہیں، آپ کی نئی ابتدا ہو سکتی ہے۔ اس لیے اپنے گناہوں کو دیکھ کر اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔ اپنی غلطیوں کو اپنی پہچان نہ بنائیں۔ انہیں اپنی توبہ کا سبب بنائیں۔ کبھی یہ یقین نہ کریں کہ آپ کے گناہ اللہ کی رحمت سے بڑے ہیں؛ کیونکہ بندے کی خطائیں محدود ہیں، مگر اللہ کی رحمت بے حد و بے حساب ہے۔

سید الکونین ﷺ کی رفعت و عظمت قرآن و احادیث کی روشنی میں

مفتی کلام الدین نعمانی مصباحی امجدی

اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی ہدایت کے لیے ہر دور میں انبیائے کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا، مگر خاتم النبیین، رحمتِ عالم، سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو جو مقام و مرتبہ عطا فرمایا، وہ اپنی وسعت، جامعیت اور کمال کے اعتبار سے بے مثال ہے۔ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں، آپ ﷺ کی نبوت پوری انسانیت کے لیے ہے، آپ ﷺ کی تعلیمات قیامت تک کے لیے رہنمائی کا سرچشمہ ہیں اور آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس ایمان، اخلاق، عبادت، عدل، رحمت اور انسانیت کے لیے کامل نمونہ ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی رفعت و عظمت کا حقیقی احاطہ انسانی الفاظ سے ممکن نہیں۔ خود ربِ کائنات نے قرآنِ مجید میں اپنے محبوب ﷺ کی متعدد خصوصیات، اوصاف اور فضائل بیان فرمائے۔ کہیں آپ ﷺ کو رحمۃ للعالمین قرار دیا، کہیں خاتم النبیین فرمایا، کہیں آپ ﷺ کے اخلاق کو خُلُقِ عظیم کہہ کر سراہا، کہیں اپنی اطاعت کو رسول ﷺ کی اطاعت کے ساتھ وابستہ فرمایا اور کہیں آپ ﷺ کو اہلِ ایمان کے لیے بہترین نمونہ قرار دیا۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی عظمت کا سب سے معتبر تعارف قرآنِ کریم اور صحیح احادیثِ مبارکہ سے ہی حاصل کیا جا سکتا ہے۔

قرآن کریم کی نظر میں مقامِ مصطفیٰ ﷺ قرآنِ کریم نے رسول اکرم ﷺ کی شان کو مختلف پہلوؤں سے بیان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:
"وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ"
اور بے شک آپ ﷺ عظیم اخلاق پر فائز ہیں۔ (سورۃ القلم، ۶۸)

یہ آیتِ مبارکہ حضور ﷺ کے اخلاقِ کریمانہ کی عظمت کی سب سے روشن شہادت ہے۔ مفسرین نے واضح کیا ہے کہ آپ ﷺ کا کردار قرآن کی عملی تصویر تھا؛ یعنی قرآن جن اخلاق، اوصاف اور اصولوں کی تعلیم دیتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے انہیں اپنی زندگی میں عملاً نافذ کر کے دکھایا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے جب نبی کریم ﷺ کے اخلاق کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے آپ ﷺ کے اخلاق کو قرآن سے تعبیر فرمایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیرتِ مصطفیٰ ﷺ دراصل قرآنِ کریم کی عملی تفسیر ہے۔

رحمتِ عالم ﷺ

رسول اللہ ﷺ کی عظمت کا ایک عظیم مظہر آپ ﷺ کا وصفِ رحمت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
"وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ"
اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے۔ (سورۃ الأنبیاء، ۱۰۷)

یہاں قرآن نے آپ ﷺ کی رحمت کو کسی ایک قوم، خطے یا زمانے تک محدود نہیں رکھا بلکہ للعالمین فرمایا۔ اس میں انسان، جنات اور پوری مخلوق کے لیے آپ ﷺ کی رحمت کا وسیع مفہوم شامل ہے۔

آپ ﷺ نے دشمنوں کے ساتھ بھی رحم، عفو اور حسنِ سلوک کا مظاہرہ فرمایا۔ طائف کے واقعے میں شدید تکلیف پہنچائے جانے کے باوجود انتقام کی خواہش کے بجائے ہدایت کی امید رکھی۔ فتح مکہ کے موقع پر بھی عام معافی کا اعلان آپ ﷺ کی رحمت و عفو کی روشن مثال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کی سیرت صرف مسلمانوں کے لیے عبادت و اخلاق کا نمونہ نہیں بلکہ انسانی معاشرے کے لیے رحمت، امن اور عدل کا عملی منشور ہے۔

رسول اللہ ﷺ بہترین نمونہ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ"
بے شک تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے۔ (سورۃ الأحزاب، ۲۱)

یہ آیت بتاتی ہے کہ حضور ﷺ کی عظمت محض الفاظ میں بیان کرنے کے لیے نہیں بلکہ آپ ﷺ کی پیروی اور اقتدا کے لیے ہے۔ آپ ﷺ عبادت میں نمونہ ہیں، معاملات میں نمونہ ہیں، تجارت میں نمونہ ہیں، گھریلو زندگی میں نمونہ ہیں، عدل و انصاف میں نمونہ ہیں، حکمرانی میں نمونہ ہیں، تعلیم و تربیت میں نمونہ ہیں، صبر و شکر میں نمونہ ہیں اور انسانوں کے ساتھ حسنِ سلوک میں بھی نمونہ ہیں۔

ایک مسلمان کے لیے محبت رسول ﷺ کا تقاضا یہی ہے کہ وہ آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو اپنی زندگی میں اختیار کرے۔

رسول ﷺ کی اطاعت، اللہ تعالیٰ کی اطاعت

حضور اکرم ﷺ کا مقام اس قدر بلند ہے کہ قرآنِ کریم نے آپ ﷺ کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت قرار دیا:
"مَّن يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ"
جس نے رسول کی اطاعت کی، اس نے حقیقت میں اللہ کی اطاعت کی۔ (سورۃ النساء، ۸۰)

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ محض تاریخی شخصیت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ رسول اور واجب الاطاعت رہبر ہیں۔ آپ ﷺ کے احکام کی پیروی دین کا بنیادی تقاضا ہے۔

اسی لیے قرآنِ کریم نے ایک اور مقام پر فرمایا کہ مومنوں کے درمیان اس وقت تک حقیقی ایمان نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے باہمی اختلافات میں رسول اللہ ﷺ کو حکم نہ مانیں اور آپ ﷺ کے فیصلے پر دل میں کسی قسم کی تنگی محسوس نہ کریں۔ (سورۃ النساء، ۶۵)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلند کیا گیا ذکر

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کے ذکر کی رفعت کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:
"وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ"
اور ہم نے آپ کے لیے آپ کا ذکر بلند فرما دیا۔ (سورۃ الشرح، ۴)

آج دنیا کے مختلف حصوں میں اذان، نماز، خطبات، درود و سلام اور کلمۂ شہادت کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کا نام مسلسل بلند کیا جاتا ہے۔ مؤذن جب اذان دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے اعلان کے ساتھ محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا اعلان بھی کرتا ہے۔ یہ وہ عظیم امتیاز ہے جس کی مثال تاریخِ انسانی میں کسی دوسری شخصیت کے لیے اس شان کے ساتھ نہیں ملتی۔

حضور ﷺ کی بعثت کا عالمی پیغام

قرآنِ کریم نے فرمایا:
"إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا"
بے شک ہم نے آپ کو گواہ، خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ (سورۃ الفتح، ۸)

رسول اللہ ﷺ نے انسانیت کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی دعوت دی، شرک و باطل سے نکالا، اخلاق و کردار کی اصلاح فرمائی اور دنیا و آخرت کی کامیابی کا راستہ دکھایا۔ آپ ﷺ نے ایسے معاشرے کی بنیاد رکھی جہاں انسان کی عزت اس کے مال، نسل، خاندان یا قبیلے سے نہیں بلکہ تقویٰ اور کردار سے متعین ہوتی ہے۔

آپ ﷺ نے غلاموں، یتیموں، مسکینوں، عورتوں، کمزوروں اور معاشرے کے محروم طبقات کے حقوق پر خصوصی توجہ دی۔ اس اعتبار سے آپ ﷺ کی تعلیمات انسانی عزت و مساوات کا ایک جامع تصور پیش کرتی ہیں۔ آگے اپنے مراسم عبودیت ادا کرتے ہو؟ یعنی نفع وضرر کا حقیقی مالک تو اللہ تعالیٰ ہے پھر اسے چھوڑ کر؛ تم انہیں کیوں پکارتے اپنے حاجات ان کے سامنے رکھتے ہو؟۔ میں یہ بات تم کو اپنی طرف سے نہیں بتا رہا ہوں بلکہ یہ میرے رب، مولیٰ کریم کی طرف سے نازل کردہ ہدایات ہیں میں اللہ کا رسول ہوں اور مجھ پر اللہ کی طرف سے وحی اترتی ہے۔ لہٰذ تمہیں چاہئے کہ مجھ پر ایمان لے آؤ اور ان تمام مشرکانہ عقائد و اعمال کو چھوڑ دو جو تم لوگوں نے اختیار کر رکھا ہے صرف اور صرف اسی کی غلامی اختیار کرو جو بلا کسی شرکت غیرے ساری کائنات کا تنہا مالک ہے، جس نے مجھے دین حق دے کر اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے، جو حقیقت میں میرا اور تمہارا اور سارے جہاں کا رب ہے۔ الغرض آقائے نامدار ﷺ کی تعلیمات کا اصل یہی ہے کہ صرف اللہ ہی معبود برحق ہے جو سب کا خالق ہے پروردگار مدبر و مالک ہے، لہٰذا پرستش کا مستحق اور حقیقی مطاع صرف وہی ہستی ہے ان میں سے کسی حیثیت میں بھی اس کا کوئی بھی شریک و حصہ دار نہیں ہے۔

نبی محترم ﷺ اپنی حیات طیبہ میں کبھی بھی دعوتی جدوجہد کو نہیں چھوڑا اور اپنی پوری حیات مطہرہ کو اسی کام میں لگایا اور اس راہ میں آپ ﷺ نے بڑی بڑی مصیبتیں برداشت کیں اور تکالیف اٹھائے، مگر ایک لمحہ کیلئے بھی اس کام سے کبھی دستبردار نہیں ہوتے۔ شرک کرنے والوں کی مکروہ چالیں: نبی کریم ﷺ کی دعوت کو پھیلتا پھولتا دیکھ کر سرداران قریش نے ایک مکروہ حکمت اختیار کی، چنانچہ نبی کریم ﷺ جو حقیقت میں انسانوں کو ایمان کی دولت عزم کریں تو یہ مجلس یقیناً اصلاح و تربیت کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

حضور ﷺ کے متعدد مبارک نام

احادیثِ مبارکہ میں بھی رسول اللہ ﷺ کی عظمت اور خصوصیات بیان ہوئی ہیں۔ حضرت محمد بن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرے پانچ نام ہیں: محمد، احمد، ماحی، حاشر اور عاقب۔

یہ نام آپ ﷺ کی مختلف خصوصیات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ محمد اور احمد آپ ﷺ کی کثرتِ حمد و تعریف کو ظاہر کرتے ہیں، جبکہ ماحی کے بارے میں حدیث میں بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے ذریعے کفر کو مٹاتا ہے، حاشر اس معنی میں کہ قیامت کے دن لوگ آپ ﷺ کے بعد جمع کیے جائیں گے، اور عاقب آخری نبی ہونے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

نسبِ پاک کی عظمت

صحیح مسلم کی حدیث میں حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ کو منتخب فرمایا، کنانہ میں سے قریش کو، قریش میں سے بنو ہاشم کو، اور بنو ہاشم میں سے مجھے منتخب فرمایا۔ (صحیح مسلم، حدیث ۲۲۷۶)

یہ انتخابِ الٰہی آپ ﷺ کے نسبِ پاک کی عظمت اور خصوصی فضیلت کو ظاہر کرتا ہے۔

محبتِ رسول ﷺ ایمان کا حصہ ہے

رسول اللہ ﷺ سے محبت ایمان کا بنیادی تقاضا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
"لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ"
تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کے والد، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ (صحیح البخاری، حدیث: ۱۵)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ محبتِ رسول ﷺ محض جذباتی وابستگی کا نام نہیں بلکہ ایمان کا لازمی تقاضا ہے۔ حقیقی محبت یہ ہے کہ مسلمان آپ ﷺ کی سنت کو اختیار کرے، آپ ﷺ کے احکام کی اطاعت کرے، آپ ﷺ کے اخلاق کو اپنائے، آپ ﷺ کی تعلیمات کو دوسروں تک پہنچائے اور اپنی زندگی کو سیرتِ طیبہ کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرے۔

مقامِ محمود اور شفاعتِ کبریٰ

رسول اللہ ﷺ کی اخروی عظمت کا ایک نمایاں پہلو مقامِ محمود ہے۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
"عَسَىٰ أَن يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا"
قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے۔ (سورۃ الإسراء، ۷۹)

از قلم : محمد کلام الدین نعمانی مصباحی امجدی
نائب ایڈیٹر: نیپال اردو ٹائمز

قسط اول ہے ان شاءاللہ پورے ماہ اس حوالے سے قسط وار قارئین کی نظر کرتے رہیں گے